

اقدار کی تعلیم - حیاتی مہارتیں

ہم نصابی سرگرمیاں

جماعت نہم



ریاستی ادارہ برائے تعلیمی تحقیق و تربیت
ریاست تلنگانہ، حیدرآباد۔



ناشر

حکومت ریاست تلنگانہ حیدرآباد

اقدار كى تعلیم - حیاتی مهارتیں

کتابچہ برائے اساتذہ

جماعت نہم



ریاستی ادارہ برائے تعلیمی تحقیق و تربیت

تلنگانہ حیدرآباد۔

پیش لفظ

انسان سماجی جانور ہے۔ اپنی بقاء کے لیے ضروری سماج کی تشکیل دیا ہے اس نظام کی دیکھ بھال، میل جول، بقاء اور ترقی کے لیے ضروری فہم اور بھروسہ ضروری ہے۔ اس کے لیے متحدہ جدوجہد اور باہمی تعاون بھی ضروری ہے۔ اس لیے انسانی سماج میں جانے پہچانے اور پسندیدہ اصولوں کی ضرورت ہے۔ جیسا ہم چاہتے ہیں ویسا برتاؤ کر نہیں سکتے۔ ہر سماج کے اپنے کچھ اخلاقی بنیادی اصول ہوتے ہیں۔ یہ اخلاقی اصول اکثریت کے لیے قابل قبول ہوتے ہیں۔

ایمانداری کے اصول ہمارے چال و چلن کے لیے مشعل راہ ہیں۔ اس لیے بچوں کو بھی چاہیے کہ اس پر عمل پیرا ہوں۔ اخلاقی ترقی سے مراد کچھ اصولوں پر عمل پیرا ہوتا ہے یا کسی کے ذریعہ ترتیب دیئے گئے مثالی نمونوں کے مطابق عمل پیرا ہونا ہی نہیں ہے بلکہ اخلاقی ترقی سیراد ہر موع پر صحیح وجوہات کی جانکاری حاصل کرنا، مدبرانہ فیصلہ کرتے ہوئے اس کے مطابق عمل پیرا ہونے کی صلاحیت کے حامل ہونا اخلاقی شعور کے ذریعہ لیے گئے فیصلہ سے ہم میں استقامت، امن و سکون سے رہنے کی صلاحیت فروغ پاتی ہے۔ یہ کام مجھے زبردستی تفویض کیا گیا ہے۔ ”اس لیے میں اس کو تکمیل کر رہا ہوں“ اس طرح کی منفی سوچ ہمیں نہیں رکھنا چاہیے۔ اس طرح ایک شخص کا خود امن و سکون، سکھ چین، آرام اور استقامت سے رہنا ہی اخلاقی ترقی کا خلاصہ ہے۔ اس کے لیے ضروری مہارتوں کا ہونا ہی زندگی کا ہنر ہے۔ اس میں مسائل کو حل کر لینا، بل جل کر کام انجام دینا، جذبات کا اظہار کرنا، قیادت کرنا، دوسروں سے خوشگوار تعلقات استوار کرنا ضروری ہے۔

یہ ایک اہم رجحان ہے کہ آج معاشرہ میں اخلاقی اقدار بد قسمتی سے زوال پذیر ہے۔ ہمارے اندر موجود مفاد پرستی، لالچ، بے ایمانی، اخلاقی اصولوں کا استحصال خود غرضی، انا پرستی جیسی بری عادتوں کی وجہ سے ہم اپنی زندگی کو پیچیدہ بنانے کے ساتھ ساتھ اپنے ماحول کو بھی آلودہ کر رہے ہیں۔ اس سے بے چینی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اخلاقی اقدار میں زوال کے ساتھ ساتھ بڑھتے ہوئے ذہنی تناؤ، تھکس نہیں ہوتے ہوئے انسانی اخلاق اور انسانی رشتوں کو ہم محسوس کر سکتے ہیں۔ یہ تمام ایک دن یا ایک سال میں رونما نہیں ہوتے ہیں۔ ہماری زندگیوں میں صبر، مساوات، اچھے برے کی تمیز کا فقدان اس کی اصل وجہ ہے۔ اس کی جگہ پر لالچ، چوری جیسی بری عادتیں جنم لے رہی ہیں۔ نتیجتاً سماج میں عدم تحفظ، عدم اعتمادی، چھوٹا خاندان، اقدار کی زوال پذیری، سماج میں بے چینی جیسے امور دیکھے جا رہے ہیں۔

ان کے تدارک کے لیے تعلیم کو ایک آلہ سمجھتے ہوئے اقداری تعلیم، حیاتی مہارتوں کے موضوع کو اسکولی تعلیم میں جماعت اول تا دہم ایک اہم مضمون کے طور پر متعارف کیا گیا ہے۔ اس کے ذریعہ بچے اسکولس تعلیم کے مکمل کرنے تک استدلالی غور و فکر کے حامل شہری کی طرح نشوونما پانے کے لیے درکار تربیت حاصل کریں گے۔

اعلیٰ اقدار، روئے، جذبہ ایثار، سماج ماحول اور اپنے ساتھیوں کے متعلق مخلصانہ و ہمدردانہ رویہ کا اظہار، ذمہ دار شہری کے طور پر نشوونما کے لیے درکار نصاب (Syllabus) ریاستی ادارہ برائے تعلیمی تحقیق و تربیت حیدرآباد کی جانب سے تیار کیا گیا ہے۔ بچے آزادی سے

گفتگو کرنا، سوالات کرنا، ردعمل ظاہر کرنا، اچھے برے کی تمیز کرنے کے قابل ہوں یہ بات ریاستی درسیاتی خاکہ 2011 کے ریاستی ویژن میں بیان کئے گئے ہیں۔ اس کو مد نظر رکھتے ہوئے ریاست میں جماعت اول تا دہم تک اقداری تعلیم، حیاتیاتی مہارتیں نصاب تدوین کیا گیا۔ پھر جماعت واری تدریسی و اکتسابی کارگزاری کے لیے اساتذہ کے لیے کتابچہ تیار کیا گیا۔ جماعت اول تا دہم تک فروغ دیے جانے والے 18 اہم اقدار کی شناخت کر کے ہر جماعت میں ان کے متعلقہ اسباق سے جوڑ دیا گیا ہے۔ جو

(1) آزادی (2) مطمئن زندگی (3) کردار سازی (4) زندگی کی مہارتیں (5) احساس ذمہ داری (6) بچت (7) صحت کی قدر (8) تہذیب و تمدن سے محبت (9) سائنسی رجحان (10) انصاف (11) امن و چین سے مل جل کر زندگی گزارنا (12) محنت کی قدر (13) خدمت کا جذبہ (14) مساوات، بھائی چارگی، خواتین کے تئیں عزت (15) قومی جذبات۔ حب الوطنی (16) سیکولرزم۔ مذہبی رواداری (17) جمہوریت میں اقدار سے محبت (18) ایمان داری

ان میں سے 12 تعین سطحی اقدار اور فوقانوی سطح کے لیے جملہ 8 اقدار پر متعین ہے۔ ایک ایک قدر، ذیلی قدر کو تعین کرتے ہوئے اسباق تیار کئے گئے ہیں۔

اقدار (اخلاق) تدریس کے ذریعہ حاصل نہیں ہو سکتے۔ اس کا حصول عمل کے ذریعہ ممکن ہے۔ لہذا جماعت واری تیار کئے گئے اساتذہ کے کتابچہ میں، مناظر، واقعات، ہر منحصر بحث و مباحثہ، عمل کرنا، ردعمل ظاہر کرنا، جیسے سرگرمیوں سے مربوط ابواب شامل ہیں۔ مباحثہ کے ذریعہ روئے کی تربیت ہونا چاہئے۔ عمل کے ذریعہ برتاؤ میں تبدیلی کی امید کرتے ہوئے اسباق تیار کئے گئے ہیں۔ اس کو رو بہ عمل لانا چاہئے۔ ہماری ذمہ داری ہے اساتذہ کی رہنمائی کے لیے ہدایات کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ اسی طرح طلباء کے لیے ہدایات بھی موجود ہیں۔

چاہے کتنا ہے اچھا کتابچہ کیوں نہ ہو وہ معلم کی برابری نہیں کر سکتا۔ معلم خود کو ایک مثالی نمونہ کے طور پر پیش کرتے ہوئے اقدار کے فروغ کی کوشش کرے۔ نصابی منصوبہ اور جماعت واری منصوبہ کے تحت تیار کئے گئے کتابچہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے درس و تدریس کا کام انجام دیں۔ دستور ہند کے دیباچہ میں بتائے گئے عملی اقدار، روئے، استعداد لالی غور و فکر کے حامل شہری کی طرح فروغ پانے کے لیے ایک معلم کی حیثیت سے ہماری جانب سے پوری پوری کوششیں ہونی چاہئے۔ اس کتابچہ میں موجود نکات سے آپ کو کچھ حد تک رہنمائی مل سکتی ہے۔ اسی تک محدود نہ ہوتے ہوئے اس کے علاوہ دوسرا زائد مواد جمع کر کے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اقدار پر مبنی سماج کی تشکیل کے لیے ہماری یہ ادنیٰ کوشش چاہے ذرہ برابر ہی کیوں نہ ہو طلباء کے ذہنوں کو منور کرے گی۔ اس اعتماد کے ساتھ کوششیں کریں گے اور کامیابی حاصل کریں گے۔

ڈائریکٹر

ریاستی ادارہ برائے تعلیمی تحقیق و تربیت، تلنگانہ، حیدرآباد۔

مرتبین

شری سورتا و نانک، کوآرڈینیٹر، ایس بی ای آر ٹی، حیدرآباد	شری می کے آر ٹی ایل جیو ترمسی، کچہرالیس بی ای آر ٹی، حیدرآباد۔
شری ٹی وی ایس بریش، کوآرڈینیٹر، ایس بی ای آر ٹی، حیدرآباد	شری می یو بیگما، تگلو پنڈت، ایس بی ای آر ٹی، حیدرآباد۔
شری سری نیواسولار گھورام معلم، پرائمری اسکول گرنڈھی سری، ضلع نیلور	شری می ونکا پوری سورنالتا، معلمہ، GHS، پاتا پنٹم، پولورم، ضلع مغربی گوداوری
شری ایل ایم۔ پرساد، معلم، GHS، CPL، امیر پیٹ، حیدرآباد	شری می آگوڈوری سرلماس، معلمہ، GPS، چیرلا پٹی، چنور ضلع
شری بسیو لاپرتاپ، معلم، GPS، نگا، چیتنا، عادل آباد	شری می پی مادیوی، تگلو پنڈت، بی وی بی اے آر اسکول جوہلی ہلس، حیدرآباد
شری بلگم رام موہن، معلم، GPS، رویندراپور، مدھول، ضلع عادل آباد	شری می جی سرالادیوی، معلمہ، GPS، گنگاپور، محبوب نگر

شری ہندی گاما کشورکار، تگلو پنڈت، GHS، اپاٹور، ضلع محبوب نگر

معاونین

شری می ڈاکٹر مادادیوی، کچہرالیس بی ای آر ٹی، حیدرآباد۔	شری می ڈاکٹر ڈی نریش بابو، تگلو پنڈت، GHS، گوساڈو، ضلع کرنول۔
شری ڈاکٹر جی۔ وشنو پرساد، اسکول اسٹنٹ، ضلع کرشنا۔	شری ڈاکٹر جی۔ چنار او، تگلو پنڈت، ضلع وجیا نگر۔
شری ڈاکٹر جی۔ وشنو پرساد، اسکول اسٹنٹ، ضلع کرشنا۔	شری ڈاکٹر جی۔ وشنو پرساد، اسکول اسٹنٹ، ضلع وجیا نگر۔
شری ڈاکٹر جی۔ وشنو پرساد، اسکول اسٹنٹ، ضلع کرشنا۔	شری ڈاکٹر جی۔ وشنو پرساد، اسکول اسٹنٹ، ضلع وجیا نگر۔

شری اے سری نیواس راؤ، اسکول اسٹنٹ، ضلع وجیا نگر۔

ایڈیٹر اینڈ کوآرڈینیٹر

جناب محمد افتخار الدین شاد، ریاستی ادارہ برائے تعلیمی تحقیق و تربیت، تلنگانہ، حیدرآباد۔

مشیر

جناب ڈاکٹر این او پیندر ریڈی، پروفیسر و صدر شعبہ نصاب و درسی کتب، ریاستی ادارہ برائے تعلیمی تحقیق و تربیت، تلنگانہ، حیدرآباد

مشیران اعلیٰ

جناب ایس جگناتھر ریڈی

ڈائریکٹر،

ریاستی ادارہ برائے تعلیمی تحقیق و تربیت، تلنگانہ، حیدرآباد۔

جناب جی۔ گوپال ریڈی

سابق ڈائریکٹر،

ریاستی ادارہ برائے تعلیمی تحقیق و تربیت، تلنگانہ، حیدرآباد۔

اسمائے مترجمین و مرتبین

جناب محمد نذیر احمد، موظف لکچرر
ایس سی ای آر ٹی، حیدرآباد۔

جناب محمد عبدالمنین، گزٹیڈ ہیڈ ماسٹر،
ضلع پریشد چونا پٹی، ضلع نظام آباد۔

ڈاکٹر محمد عبدالقادر، اسکول اسٹنٹ،
ضلع پریشد ہائی اسکول، پوتھ، ضلع عادل آباد۔

جناب محمد ظہیر الدین، اسکول اسٹنٹ،
ضلع پریشد ہائی اسکول، آرمور، ضلع نظام آباد۔

جناب فضل احمد اشرفی، معلم اردو
گورنمنٹ ہوائی اسکول، کونٹلہ عالیجاہ، حیدرآباد۔

جناب محمد عبدالمعز، اسکول اسٹنٹ
گورنمنٹ ہائی اسکول، سواران، ضلع کریم نگر۔

جناب محمد عبدالرحمن شریف، معلم اردو
گورنمنٹ ہائی اسکول، پولیس لائن ضلع محبوب نگر۔

جناب محمد بلال شریف، گزٹیڈ ہیڈ ماسٹر،
نئی کو دور، ضلع ورنگل۔

جناب محمد حمید خان، معلم اردو
جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد۔

جناب محمد مظفر اللہ خان، اسکول اسٹنٹ (اردو)
گورنمنٹ ہائی اسکول درگماں گڈہ، ضلع کریم نگر۔

جناب خواجہ محمد وحی الدین، اسکول اسٹنٹ،
ضلع پریشد ہائی اسکول، رامانگم، ضلع کریم نگر۔

جناب محمد سرور، اسکول اسٹنٹ،
گورنمنٹ ہائی اسکول کرم پورہ، ضلع کریم نگر۔

جناب انصار اللہ، اسکول اسٹنٹ
گورنمنٹ ہائی اسکول، اسری کالونی، نزل، ضلع عادل آباد۔

جناب عطا الرحمن، اسکول اسٹنٹ
ایم پی یو پی ایس، جناح، ضلع عادل آباد۔

جناب محمد ایوب احمد، اسکول اسٹنٹ
ضلع پریشد ہائی اسکول (اردو)، آتما کور، ضلع محبوب نگر۔

جناب خورشید علی ہاشمی، اسکول اسٹنٹ
گورنمنٹ گزٹیڈ ہائی اسکول نمبر 1، ضلع عادل آباد۔

جناب ارشد محمد، ایس آر جی۔
ایم پی پی ایس، بیما گڈہ، ضلع عادل آباد۔

جناب محمد علیم الدین، اسکول اسٹنٹ
ضلع پریشد ہائی اسکول، پتلور، ضلع رنگاریڈی۔

جناب محمد اعجاز الدین، ایس جی ٹی
گورنمنٹ پرائمری اسکول، نیابازار، ضلع کھمم۔

جناب عبدالرؤف، اسکول اسٹنٹ
ضلع پریشد ہائی اسکول (ذکور) ادکور، ضلع محبوب نگر۔

اساتذہ کے لیے ہدایتیں

- ”اقدار کی تعلیم۔ حیاتی مہارتیں“ کتا بچے جماعت اول تا دہم ترتیب دی گئی ہیں یہ کتابیں بچوں کو ملحوظ رکھ کر تیار کی گئی ہیں۔ یعنی اساتذہ ان کا استعمال تدریسی و اکتسابی سرگرمیوں کے نظم اور بچوں کے خود اکتساب کے لیے استعمال کر سکتے ہیں۔
- ایک تعلیمی سال میں محکمہ تعلیمات کی جانب سے مضمون واری مختص کیے گئے پیریڈ کی تعداد کے مطابق جماعت واری اسباق کو شامل کیا گیا ہے۔
- جماعت ششم تا جماعت دہم ہفتہ میں 48 پیریڈ ہوتے ہیں۔ ان میں ہر مضمون کے تحت پیریڈ کی تقسیم حسب ذیل ہوگی۔

زبان اول	-	6 پیریڈ	سماجی علم	-	6 پیریڈ
زبان دوم	-	3 پیریڈ	اقدار کی تعلیم	-	2 پیریڈ
زبان سوم	-	6 پیریڈ	صحت و جسمانی تعلیم	-	3 پیریڈ
ریاضی	-	8 پیریڈ	فنون و ثقافتی تعلیم	-	3 پیریڈ
فزیکل سائنس	-	4 پیریڈ	کام، کمپیوٹر کی تعلیم	-	3 پیریڈ
حیاتیات	-	4 پیریڈ	جملہ	-	48 پیریڈ

- اقدار کی تعلیم حیاتی مہارتوں کے تحت تدریسی و اکتسابی سرگرمیوں کے نظام کے لیے تختانوی سطح پر ہفتہ میں ایک پیریڈ، فوقانوی سطح کے لیے ہفتہ میں دو پیریڈ ہیں اور اسی مناسبت سے اسباق ترتیب دیے گئے ہیں۔
- تختانوی سطح پر 12 اہم اقدار کی بنیاد پر 12 اسباق شامل کئے گئے ہیں۔ اسی طرح فوقانوی سطح پر 18 اہم اقدار کی بنیاد پر 18 اسباق شامل کیے گئے ہیں۔
- ان کے علاوہ اقدار کے فروغ میں معاون نظموں، کہانیوں، گیتوں، نغموں کو زائد طور پر شامل کیا گیا ہے۔ جماعت سے سوم سے ممتاز شخصیتوں کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

- ایک سبق میں مضمون کی ترتیب حسب ذیل ہوگی۔

☆ سبق کا نام ☆ اہم قدر ☆ ذیلی قدر ☆ متوقع نتائج/مقاصد ☆ تمہید/مضمون/واقعات/بیانیے ☆ مشقیں۔ سوچنا۔ ردعمل ظاہر کرنا
جماعت کا مشغلہ گروہی کام: عمل کرنا۔ تجربہ بیان کرنا ☆ قول

- اقدار کی تعلیم اور حیاتی مہارتوں سے تعلق رکھنے والے نکات خاص طور پر مباحثہ کے لیے ہیں۔ ان پر عمل کرتے ہوئے تجربات کے تبادلہ خیال کو اہمیت دی گئی ہے۔ لہذا جہاں تک ہو سکے انہیں لکھانے کی کوشش نہ کی جائے۔

- سوچنا۔ ردعمل ظاہر کرنا: کے تحت دیے گئے سوالوں کے ذریعہ کمرہ جماعت میں مباحثہ کا اہتمام کریں۔ مابعد کمرہ جماعت کا مشغلہ۔ گروہی کام کروائیں اسی طرح عمل کیجیے۔ تجربات بیان کیجیے کے تحت دیے گئے امور پر عمل آوری کرواتے ہوئے بچوں سے ان کے تجربات اور احساسات بیان کروائیں۔

- دیگر مضامین کی طرح اقدار کی تعلیم۔ حیاتی مہارتیں کی بھی جانچ کی جائے۔ ان کی جانچ مجموعی جانچ کی طرح کی جائے۔ یعنی ایک تعلیمی سال میں تین مرتبہ جانچ کرنی ہوگی۔ اس کے لیے امتحانات منعقد کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بچوں کا مشاہدہ کرتے ہوئے ان کے تجربات، اطلاق، چال چلن، اقدار وغیرہ کی بنیاد پر جانچ کی جائے۔

- ان کی جانچ 50 نشانات پر مشتمل ہوگی۔ اقدار کی تعلیم۔ مہارتیں کی بنیاد پر بچوں میں تعلیمی معیار کو فروغ دیں وہ اس طرح ہیں۔

(1) اچھے اور برے کی تمیز کرنا، اچھے کردار کے حامل ہونا (2) دستور کی اصولوں پر عمل کرنا (3) شخصی اقدار یعنی قوت برداشت، رحمہ، یگانگت وغیرہ کے

حامل ہونا (4) حیاتی مہارتوں کے حامل ہونا (5) اساتذہ، بزرگوں، سماج اور حکومت کے تئیں مناسب رویہ کے حامل ہونا (6) مذکورہ بالا تعلیمی معیار کا جائزہ متعلقہ اسباق سے لیا جائے ان کے حصول کو مد نظر رکھتے ہوئے اہم اقدار سے متعلق اسباق جماعت واری دئے گئے ہیں۔ ایک استعداد کے لیے 10 نشانات کے حساب سے 50 نشانات کے لیے جانچ منعقد کریں۔

• بچوں کی ترقی کا جائزہ لے کر گریڈنگ درج کریں۔

A1 - 91%

A2 - 71% - 90%

B1 - 51% - 70%

B2 - 41% - 50%

C - 0% - 40%

• بچوں کی ترقی کی گریڈنگ درج کرتے وقت ان سے متعلق کیفیت بھی درج کریں۔

• تدریسی و اکتسابی سرگرمیوں کے اہتمام کا طریقہ - تھانوی سطح

• تمہید سے واقف کروائیں۔

پہلا پیریڈ

• سبق سے متعلق مناظر یا حالات / واقعات / بیانیے کسی ایک سے پڑھوائیں یا کہلوائیں۔

• سوچے۔ رد عمل ظاہر کیجیے کے تحت دیے گئے سوالوں کی بنیاد پر کمرہ جماعت میں مباحثہ منعقد کریں۔

• جائے سے متعلق مواد کے بارے میں بچوں کو بتلائیں یا کسی ایک سے پڑھوائیں۔ مباحثہ کے ذریعہ فہم پہنچائیں۔

• کمرہ جماعت کا مشغلہ - گروہی کام کے لیے بچوں کو گروہی طور پر تقسیم کریں۔ ہر گروپ کے کام کا مظاہرہ کروائیں۔

• عمل کیجیے۔ تجربات بیان کیجیے سے متعلق امور پر عمل آوری گھر میں کرنے کے لیے کہیں۔

• کتاب کے آخر میں ضمیمہ کے تحت شامل کی گئیں کہانیوں / نغموں / نظموں / احادیث / ممتاز شخصیتوں کے بارے میں بچوں

تیسرا پیریڈ

سے کمرہ جماعت میں پڑھوائیں اور مباحثہ کے ذریعہ فہم پہنچائیں۔

• اس کے بعد عمل کیجیے۔ تجربات بیان کیجیے سے متعلق ایک ایک طالب علم سے گفتگو کروائیں۔

• سبق کے آخر میں دیے گئے قول سے واقف کروائیں۔

• اسکولوں میں اقدار کی تعلیم، حیاتی مہارتیں کی کتابیں بچوں کو بھی دی جاسکتی ہیں۔ لائبریری پیریڈ یا ظہرانے کے درمیان بچوں کو مطالعہ کے لیے یہ کتابیں دی جاسکتی ہیں۔

• اقدار کی تعلیم - حیاتی مہارتیں کے تحت دیے گئے مناظر یا حالات، واقعات، اقوال، نظمیں، احادیث، کہانیاں، ممتاز شخصیتوں سے متعلق مزید نکات حاصل کر کے بچوں کو واقف کروا سکتے ہیں اور ان کی بنیاد پر مباحثے، گروہی کام، عمل کیجیے۔ تجربات بیان کیجیے وغیرہ کا اہتمام کیا جاسکتا ہے۔

• اسکول کی لائبریری میں موجود کتابوں، میگزینوں اخباروں وغیرہ کا استعمال کیا جاسکتا ہے۔

• طلباء کے لیے ہدایتیں بھی دی گئیں ہیں۔ ان ہدایتوں کو پہلے پیریڈ میں پڑھ کر سنائیں اور ان کے بارے میں سمجھائیں ان کے مطابق بچوں کو عمل کرنے والا بنائیں۔

طلبا کے لیے ہدایات

- ☆ پیارے بچو! ”اقداری تعلیم، حیاتی مہارتیں“ نامی یہ کتاب آپ ہی کے لیے مرتب کی گئی ہے۔
- ☆ ان میں موجود اسباق، نظمیں، کہانیاں، اقوال زرین، رہنماؤں سے متعلق آپ کے اساتذہ آپ کو بتلائیں گے یا پھر آپ خود پڑھیں، دوسروں کو بتائیں اور ان سے گفتگو کریں۔
- ☆ ہفتہ میں ایک دن اس کی تدریس کی جائے گی۔
- ☆ معلم کسی ایک عنوان کے پس منظر واقعہ کے عنوان کے مطابق طلباء میں کوئی ایک طالب علم پر ہنر کے بعد چند سوالات پوچھے گا، آپ ان سوالات کے جواب سوچ کر دیتے ہو اور بحث میں حصہ لیتے۔
- ☆ کمرہ جماعت میں گروہی مشاغل کا انعقاد ہوگا۔ آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مشاغل میں حصہ لیتے۔ اپنے گفتگو کردہ نکات کمرہ جماعت میں بیان کیجئے۔
- ☆ عنوان کے تحت آپ کو کام تفویض کئے جائیں گے، تفویض کردہ کام کیجئے۔
- ☆ اس کے بعد والے پیپر کو کیا کیا گیا؟ آپ کو کیسا محسوس ہوا؟ اس سے آپ نے کیا سیکھا؟ وغیرہ اور اپنے تجربات بیان کیجئے۔
- ☆ اس کے تحت زیادہ تر نکات انجام دینے اور بیان کرنے کیلئے رکھے گئے۔ ان کو لکھنے کی کوشش نہ کریں۔
- ☆ آپ کو معلوم کردہ مباحث کردہ نکات کی بنیاد پر اخبارات، رسالوں کا مطالعہ کیجئے۔ ان کے ذریعہ جمع کردہ عنوانات، خبریں، اقوال زرین وغیرہ کو کمرہ جماعت میں پڑھ کر سنائیں۔ اس کے بعد ان کو دیواری رسالہ پر چسپاں کریں۔
- ☆ ان نکات کی بھی جانچ ہوگی۔ لیکن ان کے امتحان ہوں گے۔ آپ کی ان سرگرمیوں میں شمولیت کیسی ہے؟
- ☆ آپ کا برتاؤ کیسا ہے؟ آپ میں کیا تبدیلی واقع ہوئی ہے؟ وغیرہ نکات کا آپ کے اساتذہ جائزہ لے کر نشانات دیں گے۔ اس کی بنیاد پر آپ کو گریڈ تک دی جائے گی۔
- ☆ اس طرح تعلیمی سال میں تین مرتبہ آپ کی جانچ ہوگی اور اندراج ہوگا۔ پہلا مجموعی، دوسرا مجموعی اور تیسرا مجموعی جانچ کے علاوہ آپ کی سرگرمیوں سے متعلق جائزہ لے کر آپ کی ترقی کا اندراج کیا جائے گا۔
- ☆ جماعت دہم کے میمورسٹیفکٹ میں بھی ان کی تفصیلات درج ہوں گی۔
- ☆ پکوان کتنا بہترین کیوں نہ ہو اس میں اگر ایک چٹکی نمک نہ ہو تو ذائقہ حاصل نہ ہوگا۔ اس طرح ہم چاہے کتنی بھی تعلیم حاصل کر لیں، کونسا بھی گریڈ حاصل کر لیں، اگر ہم میں ادب و احترام، قوت برداشت، حیا اور امتیاز نہ ہو تو ہماری قدر نہ ہوگی۔ لہذا اقداری تعلیم، حیاتیاتی تعلیم کے اسباق کے ذریعہ آپ ترقی حاصل کریں۔

فہرست مضامین

شمار	اہم اقدار	اکتسابی قدر	موضوع	صفحہ نمبر
1.	آزادی	آزادی سے متعلق سوال کرنا - ذمہ داریاں نبھانا	آزادی سے سوال کریں گے	1
2.	مطمئن زندگی گزارنا	خواہشات ہی غم کی وجہ ہے	خواہشات ہی غم کی وجہ ہے	7
3.		بہادری و دلیری کا مظہارہ	بہادری و دلیری کے ساتھ رہیں گے	14
4.	حیاتیاتی مہارتیں	بامقصد زندگی اور اس کے لیے کوشش	بامقصد زندگی گزاریں گے	22
5.	ذمہ داریاں تفویض کرنا، فرائض کی ادائیگی	عوامی ملکیت کے تحفظ میں ہماری ذمہ داریوں کا تعین کرنا	عوامی ملکیت کا تحفظ کریں گے	30
6.	بچت کی ضرورت	ناکارہ اشیا کو نہ پھینکتے ہوئے ان کا بار بار استعمال کرنا	اشیا کی بچت	36
7.	صحت کے اقدار	طرز زندگی کی وجہ سے لاحق ہونے والی بیماریاں	طرز زندگی/صحت کے مسائل	40
8.	تہذیب و تمدن کے تئیں احترام	ہندوستانی سماجی/خاندانی اقدار کی شناخت کرنا	سماجی اقدار/خاندانی اقدار	48
9.	ماحولیاتی تحفظ	ناکارہ اشیا کا دوبارہ استعمال کرنا	ناکاری اشیا کا دوبارہ استعمال	53
10.	سائنسی رجحان	سائنسی رجحانات/رویوں کا فروغ	اندھا یقین مت کیجیے	59
11.	انصاف	انصاف کے لیے جدوجہد اور اس میں کامیابی	انصاف کے لیے جدوجہد	62

66	تشدد کے نقصانات	پر تشدد درحمان نقصان پہنچاتا ہے، اس بات سے آگہی حاصل کریں گے	امن، عدم تشدد، جمالیاتی حس	12.
72	محنت ہی زندگی کو خوبصورت بنتی ہے	محنت ہی زندگی کو خوبصورت بنتی ہے	محنت کی قدر	13.
78	مختلف اقسام کی خدمات	مختلف اقسام کے خدمت کرنے والوں کی شناخت کرنا	جذبہ خدمت	14.
82	خواتین کو بااختیار بنانا	خواتین کی بااختیاری، تعلیم، دیگر مواقع	مساوی حقوق، رواداری، خواتین کے تئیں عزت و احترام	15.
87	ہمارا فرض	وطن سے اپنے فرائض کا احساس	قومی جذبہ - حب الوطنی	16.
92	مذاہب کا احترام	مختلف مذاہب کے ساتھ زندگی گزارنا	سیکولرازم - مذہبی رواداری	17.
96	ووٹ کی قدر	بہترین قائدین کے انتخاب میں عوامی کردار	جمہوریت کی قدروں کے تئیں احترام	18.

ضمیمہ

- 1- احادیث
- 2- رباعیات
- 3- نظم و گیت
- 4- کہانیاں
- 5- ممتاز شخصیتیں

1- آزادانہ طور پر سوال کریں گے!

II - ذیلی قدر
آزادی کے متعلق سوال کرنا،
ذمہ داریاں نبھانا

I - اہم قدر
آزادی

● حقوق سلب ہو جانے پر سوالات کرنے کے قابل
ہوں گے
● آزادی کے تحفظ کی ذمہ داری نبھائیں گے

III - مطلوبہ نتائج، مقاصد

IV - تمہید

تمام انسانوں کو آزادی سے جینے کا حق حاصل ہے۔ لیکن آج کل ہم آزادی کو سلب کر لینے والے کئی واقعات کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ چند لوگوں کو معاشی آزادی نہیں ہے۔ اور چند ایک کے لئے آزادی سے کام کرنا میسر نہیں ہے۔ اس طرح کئی طریقوں سے اپنی آزادی کھونے والے لوگوں کی تعداد بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ جو ایک غلط امر ہے۔ انسان کو حاصل آزادی کا تحفظ کرنا چاہئے۔ اس کی خلاف ورزی کرنے پر سوال کرنا چاہئے۔

V - موضوع

واقعہ - 1

زاہدا چھاپڑھنے والا لڑکا ہے۔ یہ جماعت دہم میں تعلیم حاصل کرتا ہے۔ اس کے ماں باپ چاہتے ہیں کہ زاہد صرف پڑھتا ہی رہے۔ اس کے سوا وہ کوئی دوسرا فعل انجام نہ دیں۔ لیکن زاہد کی یہ خواہش ہے کہ وہ کتنی دیر بھی پڑھے کچھ دیر کے لئے دوستوں سے کھیلنے کے ساتھ وقت گزارے گھر میں اس پر کئی طرح کی پابندیاں عائد ہیں۔ وہ ٹی وی نہیں دیکھ سکتا۔ اور نہ ہی کھیل کود میں وقت خراب کر سکتا۔ بلکہ وہ ہمیشہ پڑھتا رہے۔ پڑھنے کے علاوہ اس کے ماں باپ اور خود زاہد کے زبان پر کوئی دوسرا لفظ نہ ہو۔

واقعہ-2

چاند خاں کے خاندان میں ان کا بیٹا بہو اور پوتے پوتیاں ہیں۔ چاند خاں وظیفہ پرسکدوش ہونے کے بعد اپنے لڑکے کے گھر آئے ہیں۔ یہ ایک ضلع سے شہر کو آئے ہیں اس لئے ان کا بیٹا اور بہو انہیں کہیں باہر جانے نہیں دیتے کیونکہ شہر میں یہ اجنبی ہیں اور انہیں زیادہ معلومات نہیں ہیں۔ گھر میں زیادہ وقت گزارتے ہوئے وہ اکتا جاتے ہیں۔ ٹی وی پر کچھ مذہبی چینلس کا مشاہدہ کرنے کے لئے جب بھی وہ ارادہ کرتے ہیں تو ان کے پوتے پوتیاں انہیں منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ صرف ان بچوں کے پسندیدہ پروگرام کا ہی مشاہدہ کریں۔ اس طرح سے ان ضعیف جوڑے کی جواقل ترین آزادی تھی وہ آہستہ آہستہ سلب کر لی گئی۔

واقعہ-3

فرحین نے اپنے والد صاحب سے کہنے لگی کہ ابو جان میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا چاہتی ہوں۔ والد نے کہا تم پڑھ لکھ کر کیا کرو گی۔ اس کی کوئی ضرورت نہیں تم گھر میں بیٹھے رہو۔ فرحین نے کہا کہ ابو جان معاشی تنگدستی اگر ہوں تو میں کوئی ایک کام کرتے ہوئے پڑھائی جاری رکھوں گی۔ لیکن ابو جان مجھے پڑھنے دیجئے کیونکہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے پر مجھے اچھی سی ملازمت مل سکتی ہے اور ابو جان ہماری ساری مصیبتیں ختم ہو جائیں گی۔ آپ سمجھیئے لیکن اس کے ابو نے سنی ان سنی کر دی۔

واقعہ-4

جماعت دہم کے نتیجے کا اعلان کیا گیا ایک شخص نے کسی دوسرے شخص سے پوچھا کہ جناب آپ اپنے لڑکے کو کونسا کورس میں داخلہ دلوا رہے ہیں اس نے کہا کہ میں اپنے لڑکے کو کمپیوٹر انجینئر بنانا چاہتا ہوں اس کے سوا کوئی دوسرا کورس میں داخلہ دلانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ یہ سن کر احمد نے کہا کہ ابو جان آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں۔ مجھے تو میکا نیکل انجینئرنگ میں دلچسپی ہے اور میں میکا نیکل انجینئر ہی بننا چاہتا ہوں۔ اس کے والد نے کہا کہ میاں تم ابھی بچوں ہوں تم نہیں جانتے کہ مستقبل میں کمپیوٹر انجینئرنگ کرو کیونکہ بہترین ملازمتیں مل سکتی ہیں۔ میں جیسا کہہ رہا ہوں تم ویسے ہی سنو اور عمل کروں یہ سن کر احمد کا چہرہ فق ہو گیا۔

واقعہ-5

شاہدہ کی آنکھوں کے سامنے ہی یہ واقعہ رونما ہوا ہے۔ شاہدہ کی سہیلی سلطانہ کے لئے سلطانہ کے والد نے ایک شادی کیلئے رشتہ تلاش کیا۔ سلطانہ ایک بھولی سی لڑکی ہے۔ وہ اپنے بڑے اور بزرگوں سے کافی ڈرتی ہے۔ سلطانہ کو یہ رشتہ پسند نہیں تھا لیکن وہ اپنے والد سے انکار کرنے کے موقف میں نہیں تھی۔ وہ اپنی سہیلی کے سامنے روتی ہوئی بیٹھی تھی۔ شاہدہ کو سلطانہ کے والد پر بہت غصہ آیا۔ سلطانہ سے اس کی خواہش معلوم کیئے بغیر اس کا رشتہ طے کرنا کہاں تک درست ہے؟ اور اس طرح شادی کرنا اس کے ساتھ بہت بڑی نا انصافی ہے۔ ان باتوں کو وہ سلطانہ کے والد سے پوچھنا چاہتی ہے۔

VI (الف) غور کیجئے۔ ردعمل ظاہر کیجئے۔

- 1- زاہد کو کھیلنے کی کم از کم آزادی بھی میسر نہیں ہے۔ اس پر آپ کس طرح کا ردعمل ظاہر کریں گے؟ اگر معاملہ ایسا ہی ہو تو زاہد کس طرح کا رجحان ظاہر کرے گا۔ بحث کیجئے یا گفتگو کیجئے۔
- 2- ضعیف اشخاص کی بھی خواہش ہوتی ہے کہ چند امور میں انہیں آزادی حاصل ہونا چاہئے۔ کون کونسے مواقعوں پر انہیں آزادی چاہئے بتائیے۔ کیا ہم یہ آزادی انہیں فراہم کر رہے ہیں؟ غور کیجئے۔
- 3- تمام لڑکے اور لڑکیوں کو تعلیم حاصل کرنے کی آزادی ہے۔ انہیں تعلیم حاصل کرنے سے روکتے ہوئے گر میں قید رکھنا، کام پر مامور کرنا جرم ہے۔ اگر اس طرح کے واقعات رونما ہوتے ہوں تو آپ کیا کریں گے؟
- 4- کیا احمد کا اپنے پسندیدہ کورس میں داخلہ حاصل کرنے کا خیال غلط ہے؟ کیا احمد کو اتنی آزادی بھی نہیں ہے؟ اس طرح بچوں کو ان کے پسندیدہ اعمال کے لئے کہاں تک کتنے لوگوں کو آزادی ہے؟ آپ کے مشاہدات کیا ہیں۔
- 5- سلطانہ نے اپنے ذہن کی بات کا اظہار نہیں کر پائی۔ اگر کیفیت ایسی ہو تو کیا نقصانات ہیں۔ سلطانہ کی زندگی کیسی ہوگی۔ اس بارے میں آپ کے تصورات کیا ہیں؟
- 6- ہماری آنکھوں کے سامنے کئی ایسے واقعات ہوں جہاں آزادی چھین لی جائے تو کیا ہم اس بارے میں سوال کر سکتے ہیں؟ سوالات کرنے سے کیا واقعہ ہوگا۔ اس کی ذمہ داری کو کون قبول کرے؟
- 7- کسی کام میں غیر دلچسپی ہو تو اسے زبردستی کروانے سے کیا ہوگا۔

(ب) عمل کرنا۔ تجربات کا تبادلہ خیال

- 1- آپ کے اطراف و اکناف کہاں کہاں پر آزادی کو قلب کر لیا جا رہا ہے اس پر غور کیجئے۔ اس پر کسی قسم کے سوالات کریں گے سوالات تیار کیجئے۔ آپ کے فرائض و ذمہ داریاں کیا ہیں اس پر بحث یا گفتگو کیجئے۔

VII جانیے

تقریباً تین ہزار برس کی تاریخ رکھنے والے ہمارے ملک پر دنیا کے ہر علاقے سے آنے والے غیر ملکیوں نے ہم پر حملے کرتے ہوئے ہمارے ملک پر قابض ہو گئے۔ آخر کار ہماری ذہنوں کو بھی ماؤف کر دیا۔ الیگزینڈر سے لے کر یونان، ترکی، مغل، پرتگالی، فرانسیسی، انگریز، ڈچ وغیرہ۔ اس طرح یہ لوگ ہمارے ملک میں آکر بس گئے۔ لیکن ہم ہندوستانی کسی ملک میں بھی اس طرح کی حرکت نہیں کیئے ہیں۔ کسی ملک پر بھی ہم نے قبضہ نہیں کیا۔ کسی کو نقصان نہیں پہنچایا۔ ہمارے زندگی کے اصول دوسروں پر مسلط نہیں کیئے۔ اس لئے کے ہم دوسروں کی آزادی کا احترام کرتے ہیں۔

ڈاکٹر اے پی جے عبدالکلام سابق صدر جمہوریہ

بچو! آپ نے عبدالکلام کی بات سنی ہے۔ اس کا خلاصہ کیا آپ نے سمجھا؟ حقوق کی پامالی نہ کرتے ہوئے دوسروں کی آزادی کا احترام کرنا ہی ذمہ داریوں سے لیس آزادی ہے۔ ذمہ داریاں کو بھول کر انجام دیئے جانے والے کام اور اظہار خیال کا مطلب آزادی ہرگز نہیں ہے۔ اس بات کو ذہن نشین کر لیں۔

آزادی کا مطلب کسی کی دی ہوئی کوئی شے نہیں ہے۔ یا کسی کے ہاں سے حاصل کی ہوئی نہیں ہے۔ آزادی کا مطلب ہم پر ہمارا کنٹرول اور ذمہ داریاں ہے۔ آزادانہ ماحول اور سماج میں ہر شخص کو منصفانہ اظہار آزادی پر قابو رہنا یا کنٹرول رہنا ہے۔

ہندوستانی دستور کے آرٹیکل 19 میں کچھ حقوق کے اظہار کی آزادی ہے۔

(الف) تقریر کرنے کی یا اظہار خیال کی آزادی

(ب) بغیر اسلحہ یا ہتھیار کے امن کے ساتھ جلسے و جلوس منعقدہ کرنا

(ج) اسوسی ایشن یا انجمنوں کا قیام

(د) سرزمین ہند پر کسی بھی مقام پر جانا۔

(ه) ہندوستان کے کسی بھی علاقہ میں رہائش اختیار کرنا، مستقل سکونت اختیار کرنا۔

(و) کسی بھی ملازمت یا پیشہ کو اپنانا، صنعتی کاروبار وغیرہ انجام دینا۔

کیا ہندوستانی دستور کی جانب سے عطا کردہ آزادی کا تحفظ ہو سکتا ہے؟ آزادی کے تحفظ کیلئے شہریوں کی کیا ذمہ داریاں ہیں؟ وہ کہاں تک ہیں۔ آزادی سلب کر لی جانے پر اس سے متعلق آیا سوال پوچھا جائے؟ یا نہیں؟ آئیے ہم پہلے حق کے بارے میں معلومات حاصل کریں گے۔

(الف) تقریر یا اظہار خیال کی آزادی!

ہر شخص کو ہر نکتہ پر اپنے خیال کے اظہار کی آزادی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ جو کچھ سمجھ میں آیا بولے یا لکھے۔ اس کے کچھ حدود ہوتے ہیں۔ دیگر اشخاص کے جذبات و احساسات کو ٹھیس نہ پہنچے۔ اس طرح اگر کوئی ٹھیس دوسروں کو پہنچاتا ہو تو ہمیں سوال کرنا چاہئے۔ اگر ضرورت محسوس ہو تو عدالت، تنظیم انسانی حقوق و شہری حقوق سے مدد لی جاسکتی ہے۔ درحقیقت اس طرح کی آزادی کو بہت سارے لوگ غلط استعمال کرتے ہوئے نقصان پہنچا رہے ہیں۔

اظہار خیال کی آزادی کے نام پر دوسروں کی آزادی کو چھین لیا جا رہا ہے۔ اظہار خیال کے نام پر اپنے ذاتی خیال کو عام و خاص تمام لوگوں کے خیال کے طور پر اظہار کر رہے ہیں۔ ذات، پات، مذہب، فرقہ، علاقہ واریت جیسے تفرقات کے نام پر دوسروں کی آزادی میں خلل اندازی کر رہے ہیں۔ آزادی کا مطلب صرف ہماری خواہش یا پسند ہی نہیں ہے۔ اس بات کا خیال رکھیں۔ ہم چاہے کوئی بھی بات کریں۔ وہ مد مقابل شخص جن بات کو ٹھیس نہ پہنچائے۔

(ب) پُر امن، بغیر کسی اسلحہ کے جلسے و جلوس منعقد کرنے کی آزادی ہر ایک کو حاصل ہے۔ دوسروں کے جذبات کو مجروح کرتے ہوئے جذباتی تقاریر و جلسوں سے گریز کیا جائے۔ زیادہ تر جلسے امن و امان کے ساتھ ہی منعقد کیئے جاتے ہیں۔ چند لوگ اپنے ذاتی مفادات کے لئے اسلحہ سے لیس ہو کر جلسے منعقد کرتے ہیں۔ اس طرح کے عمل سے نہ صرف جمہوریت کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے بلکہ غیر سماجی عناصر کو بھی پروان چڑھنے کا موقع ملتا ہے۔ اس طرح لوگ پولیس سے مدد مانگتے ہیں۔ اس لئے تمام طبقات سے تعلق رکھنے والے لوگ مل کر ایک امن کمیٹی بناتے ہوئے اس طرح کے واقعات کی روک تھام کر سکتے ہیں۔ اسے ہم سب کی ذمہ داری سمجھنا چاہئے۔ حقیقت میں وہی ذمہ داری سے لیس آزادی ہے۔

(ج) مختلف پیشوں و طبقات سے وابستہ افراد ملازمین وغیرہ کو اپنی اپنی انجمنیں تشکیل دینے کی آزادی اس طرح انجمنوں کی تشکیل سے وہ لوگ اپنی ترقی کیلئے مختلف امور پر تبادلہ خیال کرتے ہوئے مختلف اقدامات کر سکتے ہیں۔ لیکن انجمنوں کا قیام عمل میں لا کر مانی کرنے کی ہرگز اجازت نہیں ہے۔ اس طرح کرنے پر ان سے کوئی بھی سوال کر سکتا ہے۔ انجمن کے ذریعہ اس پیشہ یا طبقہ کو کوئی فائدہ نہ پہنچتا ہو اور انجمنیں ان کے قوانین کے مطابق کام کرتی ہوں تو ان کا بائیکاٹ کرنے کا حق ہر ایک کو حاصل ہے۔ ایک اور انجمن قائم کی جاسکتی ہے۔ اگر صرف عہدوں اور سیاسی قائدین و جماعتوں کی خوشنودی کیلئے ایسی انجمنیں قائم کی جاتی ہوں تو انجمن کے عہدیدار دوسروں کی آزادی سلب کرنے کے مترادف ہے۔ سب کی رائے اگر ایک ہو تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن اگر ایک شخص کی رائے کو انجمن کی رائے مان لیا جائے تو یہ سراسر غلط ہے۔ انجمنوں کے قیام کے لئے کچھ حدود ہیں۔ اصول و ضوابط کے اندر رہ کر ہی کام کیا جائے۔

(د) ہندوستان کے کسی بھی علاقے میں ہم جاسکتے ہیں اور کسی بھی علاقہ میں سکونت اختیار کر سکتے ہیں۔ اس کی آزادی ہم سب کو ہے۔ اس ملک کے تمام افراد کشمیر سے لے کر کنیا کماری ہر جگہ آزادی سے گھوم سکتے ہیں جاسکتے ہیں اسی طرح کسی بھی علاقہ میں سکونت اختیار کر سکتے ہیں۔ لیکن آج کل یہ دیکھا جا رہا ہے کہ اگر ایک مقام کے لوگ کسی دوسرے مقام پر رہائش پذیر ہوں تو انہیں برا بھلا کہا جاتا ہے ان پر حملے کیئے جا رہے ہیں۔ یہ دراصل انسانی حقوق کی پامالی ہے۔ اس طرح کی حالت میں ان لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنے کی ضرورت ہے۔ اس مقام کی ترقی کیلئے وہاں رہائش پذیر عوام کی خدمات حاصل کی جائیں۔ ان لوگوں کا احترام کریں۔ اور یہ دیکھیں کہ ان کے حقوق کی پامالی نہ ہو۔ امن و امان کے پیش نظر حساس علاقوں میں صرف شہریوں کو ہی آزادی سے گھومنے دینا نہیں بلکہ سیاحتی آزادی کو فروغ دیا جائے۔

(ھ) ہم تمام کو اپنے پسندیدہ پیشے کو اپنانے کی آزادی ہے۔ اسی لئے ہمارے ملک میں جس شخص کو جو پیشہ پسند ہے وہ اسے اپناتا ہے۔ ایک طبقہ کے مخصوص پیشے کو دوسرے لوگ بھی اپناتے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔ اسی طرح اپنا پسندیدہ بیوپار یا بزنس بھی کر سکتے ہیں۔ لیکن حکومت کے اصول و قوانین کے دائرے میں رہ کر ہی ہمیں کرنا چاہئے۔ اسی لیے منصفانہ اور قانونی دائرے میں رہ کر ہی ان کا انعقاد عمل میں لایا جائے۔ دھوکے دہی، چوربازاری (غیر قانونی شراب کی فروختگی، حکومت کے ممنوع اشیاء کی فروختگی وغیرہ) ملاوٹ، نقلی بیج، کھاد وغیرہ فروخت کرنا وغیرہ ہو تو ان سے سوال کرنا چاہئے۔ صارفین کے فورم سے مدد حاصل کرتے ہوئے انصاف و حق حاصل کر سکتے ہیں۔ پولیس کی مدد حاصل کر کے غیر قانونی کاروبار کرنے والوں کو حراست میں لیا جاسکتا ہے۔ ان پر روک لگائی جاسکتی ہے۔

اس طرح آزادی میں خلل پڑھنے پر سوال کرتے ہوئے آزادی حاصل کی جاسکتی ہے۔ اسی طرح آزادی کا تحفظ کرنے میں ہماری کیا ذمہ داریاں ہیں ان کی شناخت کی جائے تب جا کر ہی آزادی محفوظ رہ سکتے ہیں۔

قول

آزادی کا مطلب صرف حقوق کا حاصل ہونا ہی نہیں ہے۔ بلکہ ذمہ داریوں کا جامع طور پر پورا کرنا ہے۔

2۔ خواہشات ہی رنج و غم کی وجہ ہے

II۔ ذیلی قدر
خواہشات ہی رنج و غم
کی وجہ ہے۔

1۔ اہم قدر
مطمئن زندگی گزارنا

- خواہشات رنج و غم دیتے ہیں۔ اس کے بارے میں معلومات حاصل کریں گے
- غیر ضروری خواہشات کی کوشش کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔

III۔ مطلوبہ نتائج، مقاصد

IV۔ تمہید

خواہشات کسی آدمی کی شخصیت کو نقصان پہنچاتی ہیں۔ ایک خواہش کی تکمیل ہوتے ہی ایک اور خواہش ہمارے سامنے آ جاتی ہے۔ خواہشات کی تکمیل کیلئے ہمیں کئی مشکلات سے ہو کر گزرنا پڑتا ہے۔ اس لئے بزرگوں کا کہنا ہے کہ رنج و غم کی اصل وجہ خواہشات ہیں۔ جو شخص اپنی خواہشات کو لگام دیتا ہے اور اپنے حدود میں کر لیتا ہے وہ عظیم بن جاتا ہے۔ آئیے اب ہم خواہشات کی وجہ سے رنج و غم میں مبتلا ہونے کے واقعات سے آگہی حاصل کریں گے۔

V۔ موضوع

حامد انجمن امداد باہمی کے ادارہ میں کلرک کا کام کر رہا ہے۔ حامد کو بیوی اور دو بچے ہیں۔ اس گاؤں میں حامد کو نہ جاننے والا یا اس سے ناواقف کوئی بھی نہیں ہے۔ اپنے کام کے علاوہ وہ تمام لوگوں سے ملاقات کرتا اور انہیں حسب ضرورت مدد کرتا ہے۔ اسی لئے اس گاؤں کے لوگوں کو جب کوئی کام یا وقت پیش آتی تو وہ یہ کہتے کہ ہمارے حامد بھائی ہیں نا ہماری مدد کیلئے۔ گاؤں والے حامد کی بہت عزت کرتے تھے۔

کوئی بھی تقریب یا تہوار ہو حامد اپنے پڑوسیوں کے ساتھ مل کر مناتے۔ گاؤں والوں کے ساتھ ان کے اچھے تعلقات تھے۔ حامد کے افراد خاندان کسی بھی چیز کی کمی محسوس نہ کرتے ہوئے اپنی زندگی خوش و خرم بسر کر رہے تھے۔ اس گاؤں کے لوگ حامد کی باتوں کی قدر کرتے تھے۔

اسی اثناء میں حامد کو ترقی ملی۔ ترقی پر اس کا تبادلہ حیدرآباد کیا گیا۔ ترقی پر شہر کو جانے پر تمام گاؤں والے حامد کو مبارکباد دینے لگے۔ حامد کا خاندان حیدرآباد منتقل ہو گیا۔ یہاں سے ہی ان کی دشواریاں بڑھنے لگیں۔ حامد کرایہ کا مکان تلاش کرتے کرتے اسے ایک بیڈروم والا مکان ماہانہ -/5000 روپے کرایہ پر مل گیا۔ وہ مکان حامد کے آفس سے چار کلومیٹر کے فاصلہ پر تھا۔ بچوں کو کالونٹ اسکول میں داخلہ دلوانے کیلئے گیا تو اسے ہزاروں روپے فیس جمع کرنے کے لئے کہا گیا۔ ایک ساتھ اتنی رقم کی عدم موجودگی سے حامد بوکھلا سا گیا۔ ہر صورت وہ کسی طرح اس بھاری رقم کا انتظام کر چکا۔ اب وہ روزانہ آفس جا کر آتا تھا۔ اس طرح 6 ماہ کا عرصہ بیگ گیا۔

اس دوران وہ آہستہ آہستہ شہر کے ماحول میں ڈھلتا گیا۔ حامد کی بیوی بہت خوش تھی۔ حیدرآباد میں موجود کئی دوکانیں، فیشن وغیرہ حامد کی بیوی کو بہت اچھے لگنے لگے۔ حیدرآباد آنے کے بعد حامد کی بیوی کے خدو خال ہی بدل گئے تھے۔ بیوی کلینک جانا، بچوں کیلئے فیشن والے کپڑے خریدنا وغیرہ اس کی عادت بن چکی تھی۔ افسوس حامد پیسوں کو فراہم کرنے کیلئے بہت مشکل میں پڑ گیا تھا۔

حامد سے آفس کے تمام لوگ متعارف ہو گئے تھے۔ شہر کی آفس کے عملہ اور گاؤں کی آفس میں موجود عملہ میں اسے کافی تضاد نظر آیا۔ یہاں شہر میں ہر آدمی اس کا کام انجام دیتا ہے۔ وہ دوسروں کے کام میں مدد نہیں کرتا۔ حامد کا عہدہ زیادہ پیسے کمانے والا عہدہ ہے۔ یہ اس کے ساتھی کہا کرتے تھے۔ ابتداء میں یہ باتیں حامد کی سمجھ میں نہ آسکیں۔ ایک سال گزر جانے کے بعد کون کون سے کام کیلئے کتنی رشوت ملتی ہے تمام چیزیں جان چکا تھا۔ ابتداء میں حامد رشوت لینے سے گھبرار ہا تھا۔ لیکن ساتھیوں کے یہ کہنے یہ کہنے سے سر یہاں پر یہ تمام باتیں عام ہیں تو وہ بغیر ہچکچاہٹ رشوت لینا شروع کر دیا۔

دو سال گزر چکے تھے۔ حامد کے خاندان کی شکل و صورت ہی بدل گئے تھے۔ وہ ایک بڑے گھر میں منتقل ہو گئے۔ موٹر سائیکل بھی اس نے خرید لی۔ اخراجات بڑھنے لگے۔

خواہشات بڑھنے لگیں۔ ہر اتوار بڑی بڑی ہوٹلوں کو جا کر کھانا پینا شروع کیا۔ بچوں کو فضول خرچی کی عادت پڑ گئی۔ حامد کی بیوی کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ ہی نہ تھا۔ بہت سارے زیورات، ساڑھیاں وغیرہ اس نے خرید ڈالی۔

5 سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔ حامد کی زندگی ہی یکسر بدل چکی تھی۔ ذاتی گھر، کار وغیرہ خرید چکا تھا۔ حامد کی آمدنی میں کافی اضافہ ہو چکا تھا۔ گھر کے تمام افراد تعیش بھری زندگی کے عادی بن چکے تھے۔ پارٹیاں، شراب نوشی عام بات ہو چکی تھی۔ زیادہ پیسے بھی یا کافی ہو رہے تھے۔ دوسروں سے تعلقات کم ہوتے گئے۔ پیسہ ہی تمام چیزوں پر فوقیت کا حامل تھے۔

اس طرح گزر بسر ہو رہی تھی کہ اچانک ایک دن انسداد رشوت ستانی محکمہ کے عہدیدار حامد کے گھر کی تنقیح کیلئے آ گئے۔ نقد رقم زیورات اور جائیداد کے کاغذات ضبط کر لینے گئے کیونکہ وہ حامد کی آمدنی سے کہیں زیادہ تھے۔ حامد کو گرفتار کر کے جیل بھیج دیا گیا۔ یہ اطلاع حامد کے وطن رانی گاؤں میں پہنچ چکی تھی۔ اور گاؤں کے تمام لوگوں کو یہ بات معلوم ہو گئی وہ تمام لوگ حیدرآباد آئے اور حامد سے ملاقات کرنے لگے۔ انہوں نے حامد سے کہا کہ کیا تم ہمارے ہی حامد ہو جو گاؤں میں رہتے تھے؟ یہ سب کچھ کیوں واقع ہوا۔ تما ملوگ پوچھ رہے تھے۔ حامد کا شرم کے مارے برا حال تھا۔ رشوت لیتے لیتے وہ کس طرح جال میں پھنس گیا سوچ کر اسے اپنی تضحیک پر پیشیمنی کا سامنا کرنا پڑا۔ کس وقت وہ رانی گنج میں کس طرح بے فکر اور سادگی سے زندگی گزار رہا تھا وہ اس بات کو یاد کرنے لگا۔ آمدنی خلیل ہونے کے باوجود وہ دن بڑی خوشی و اطمینان سے گزر رہے تھے۔ شہر میں آمدنی میں اضافہ تو ضرور ہوا لیکن خوشی و مسرت میں کمی آچکی تھی۔ قدم قدم پر غلطی کرنے کا احساس ہوتے ہوئے بھی وہ ساتھیوں کی باتوں میں آ کر رشوت لے لے کر وہ ایک دن جال میں پھنس گیا۔ وہ کس قدر اپنی اہمیت اور عزت کو کھو دیا ہے حامد کو اس وقت پتہ چلا۔ وہ اپنے رشتہ داروں سے ملاقات کرنے پر بھی شرمندگی محسوس کر رہا تھا۔ ہمارا اپنا حامد کہنے والے گاؤں کے لوگ اب اس کو رشوت خور حامد کہنے کی نوبت آچکی تھی۔ عزت ناموس مٹی میں مل چکے تھے۔ سب اس کو حقارت کی نظر سے دیکھنے لگے اور وہ اسے بہت ہی رنجیدہ و ملول ہو گیا۔

آپ نے کہانی سنی! غیر قانونی اور رشوت کے ذریعہ کمائی جانے والی رقم تھوڑے دنوں تک ہمارے ساتھ ضرور رہے گی لیکن اس سے حاصل ہونے والی خوشی عارضی ہوتی ہے۔ جتنا ہم کو میسر ہے اس میں خوش و مطمئن رہنے کے بجائے اگر غیر قانونی طور پر دوسرے راستوں کو اپناتے ہوئے پیسے حاصل کرنے کی کوشش کریں گے تو زندگی اجیرن بن جائے گی اور عزت بھی جائیگی۔ تمام کی نظر میں گر جانے کا فون رہتا ہے۔ دوسروں کی کمائی کو دیکھ کر ہم بھی لالچی بن جائیں گے اور غیر قانونی طریقوں سے کمانا شروع کر دیں گے تو اور بڑا آدمی بننا چاہیں گے تو وہ کمائی و پیسہ ہی زندگی سمجھنے لگیں گے۔ تو صرف گناہ میں مبتلا ہو کر دین و دنیا دونوں میں نقصان اٹھائیں گے۔ اور خوشی و مسرت ہاتھ سے جاتی رہے گی۔

VI (الف) غور کیجئے۔ رد عمل ظاہر کیجئے۔

- 1- وہ کونسے حالات ہیں جو حامد کو خوش و خرم رکھے ہوئے تھے؟
- 2- حامد کو رشوت لینے کیلئے اکسانے والے وجوہات کیا ہو سکتے ہیں؟
- 3- خواہشات لامتناہی ہونے پر حامد کے خاندان کو کن نقصانات سے دوچار ہونا پڑا؟
- 4- آپ خواہشات کی وجہ سے اگر مشکل اٹھاتے ہیں تو ایسے واقعات بیان کیجئے۔
- 5- کیا ہم بغیر خواہشات کے زندہ رہ سکتے ہیں؟

(ب) عمل کیجئے۔ تجربات کا تبادلہ خیال کیجئے۔

کسی بھی خواہش کے بغیر ایک ہفتہ گزارئیے۔ آپ کے احساسات یا تجربات کیا ہیں بولیں۔

VII۔ جانبیے

مطمئن زندگی

انسان چاہے کتنی بھی آمدنی حاصل کرتے ہوئے ترقی کرے اور اعلیٰ ملازمتوں کو حاصل کرے لیکن عدم اطمینان ایک بہت ہی سنگین مسئلہ ہے۔ وہ افسردہ اور رنجیدہ ہے۔ کئی لوگوں سے دریافت کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی ایک بات پر ناخوش اور عدم اطمینان کا شکار ہیں۔ ہر شخص میں اطمینان و تشفی کا فقدان نظر آتا ہے۔

ہمیں میسر چیزوں سے مطمئن دماغ والے انسان کے لئے تمام چیزیں مسرت و خوشی کا باعث ہیں۔ چپل پہننے پر ہمارے پیروں کنکر، کیلے وغیرہ کی طرح نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اسی طرح مطمئن زندگی بسر کرنے والوں کو کوئی بھی دکھ یا مصیبت نہیں آتی۔

اگر کوئی شخص اپنی کمائی سے مطمئن نہ ہو کر دوسروں کی کمائی کی حرص کرتا ہو تو وہ کئی مصیبتوں میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ اور عدم اطمینان کا شکار ہو جاتا ہے۔ اسی لئے آدمی کو چاہئے کہ وہ اپنی حیثیت سے زیادہ خواہشات کو اپنے دماغ میں لینے نہ دیئے۔

زندہ رہنے اور زندگی گزارنے کے لئے ضروری چیزوں کو حاصل کرنا ہمارے لئے بہت ضروری ہے۔ اس کیلئے مناسب طریقوں سے کوشش کرنا چاہئے۔

انہیں اپنے قابو میں رکھنا ضروری ہے۔ ایسا ہرگز نہ سمجھنا چاہئے کہ خواہشات کی تکمیل کرتے رہنے سے ہی خوشی و اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ دوڑتے ہوئے دودھ پینا سے بہتر ایک جگہ ٹھہر کر پانی پینا ہے۔ ہمیں جو میسر ہے اس میں ہم مطمئن رہنے کی عادت ڈال لیں۔ آہستہ آہستہ ترقی کریں۔ بزرگوں کا کہنا ہے کہ مد مقابل شخص کو دیکھ کر حرص و لالچ میں مبتلا ہو کر غیر قانونی طریقے سے دولت کمانا خود کو ذلیل و خوار کر دیتا ہے۔ خوشی و اطمینان کی وجہ سے زندگی میں برکت، خوشی اور دماغی سکون حاصل ہوتا ہے۔

اپنے اطراف موجود تمام انسانوں کی خوشی، سکھ چین، صحت اور عافیت کی تمنا رکھنے سے ایسی خوشی و اطمینان سکون حاصل ہوتا ہے جس کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ ان سب کی وجہ سے ہماری زندگی میں امن و امان چین و سکون رہیگا۔

خواہش

چند لوگوں کا کہنا ہے کہ خواہشات غیر ضروری ہیں اور انسان کی مصیبتوں کی اصل جڑ ہیں اگر خواہش نہ ہو تو انسانوں کے جیننے کا مقصد کیا ہوتا ہے۔ لہذا ہی خواہشات ایسے جن کی تکمیل مشکل یا ناممکن ہو تو یہ نقصان دہ ہوں گی۔ لیکن اگر خواہشات ہی نہ ہوتے تو کیا انسان تمام شعبوں میں ترقی کر سکتا تھا؟ دور قدیم میں انسان اپنے دماغ کیلئے ہتھیار تیار کر لیا۔ جنگلی جانوروں سے تحفظ کا خیال اس کے دل میں آیا۔ اس دور سے لے کر آج تک خواہشات کی بنا پر ہی ہم ترقی کرتے آ رہے ہیں۔ پتھر کے دور سے لے کر آج کے ایٹمی دور تک انسان کے دماغ کو صرف خواہشات ہی کارکردگی ہوئی ہیں۔

ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ وہ دماغ کو سوچنے پر مجبور کرتی ہیں۔ اور عملی کاموں کے ابتداء و آغاز کا ذریعہ بنتی ہے۔ اور کامیابی کی راہ میں قدم ڈالنے پر مجبور کرتی ہے۔

دلجمعی کے ساتھ یکسوئی کے ساتھ مقاصد کے حصول کے لئے لمحہ بہ لمحہ کوشش کرنے کیلئے وہ ہمیں آگے بڑھاتی ہے۔ چند کامیابیوں سے ترقی رک نہیں جاتی۔ مسلسل مقاصد کے حصول کے ساتھ انسان اپنی ذاتی محنت و کوشش کے ذریعہ اپنے آپ میں تبدیلی لاتا ہے تو صحیح معنوں میں ہمیں ترقی نظر آتی ہے۔ اس کی اصل وجہ خواہش ہی ہے، صرف کسی چیز کے خواہشمند رہنا یا کسی چیز کی صرف توقع کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا بلکہ اس کے حصول کے لئے مناسب حکمت عملی رہنے پر ہی ثمر آور نتائج حاصل کر سکتے ہیں۔

نئے ملک کی کھوج کے لئے کشتی میں سوار ہو کر نکلنے والے کولمبی کو ایک نیا بحر اعظم ہی دریافت ہوا۔ اور اب وہی ملک ساری دنیا پر حکومت کر رہا ہے۔ اس کامیابی کے پیچھے وسیع النظری اور کڑی محنت کا فرما ہے۔ یہ تمام امور ایک طاقتور خواہش سے ہی جنم لی ہوئی ہیں۔ آج کے جدید دور میں ہم جدید تکنیک و سہولتوں سے استفادہ کر رہے ہیں جو کسی زمانے میں دستیاب نہیں تھیں۔ مختلف شعبوں میں ذہین لوگوں کی مرحلہ وار کوششوں کے ذریعہ ہی یہ چیزیں ہمیں میسر ہیں۔ ایک فہم و فراست والے دماغ میں ابھرنے والے خیالات ہی گہری سوچ کے ذریعہ ایک خواب و خواہش کے طور پر ابھرتی ہے۔ وہ محنت و مشقت کے ذریعہ تجربات انجام دیتا ہے۔ بار بار ناکام ہونے کے باوجود ہمت نہ ہارتے ہوئے بالآخر جیت حاصل کرتا ہے۔ انسانوں کے لئے کام آتا ہے۔ کئی محنتوں و مشقتوں کے بعد ہی مقصد حاصل ہوتا ہے۔

ایک طالب علم کو درجہ اول میں کامیاب ہونے کی خواہش رہتی ہے۔ ایک آرٹسٹ اپنے فن اور مہارت میں اعلیٰ مقام حاصل کرنے کا خواہش مند ہوتا ہے۔ ایک چھوٹی سی صنعت یا ادارے کا قیام عمل میں لانے والے کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنا کاروں کو عالمی سطح تک وسعت دے۔ ناکامیوں کو قبول کرنے کی اور مصیبتیں برداشت کرنے کی صلاحیتیں ہم میں ہونا چاہئے۔ کئی مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ترقی کیلئے مناسب راستہ تلاش کر کے اس پر چلنا چاہئے۔ چند مواقعوں پر قسمت بھی ساتھ دینا پڑتا ہے ایسے حالات میں کامیابی کا ذیہ ہار کرنا مشکل امر ہے۔

چند لوگوں کا کہنا ہے کہ خواہشات دل و دماغ کا سکون چھین لیتی ہیں۔ مصیبتوں کا دروازہ کھول دیتی ہیں۔ یہ تمام باتیں آسمان تک سیڑھی لگانے والوں کے لیے ہیں۔ اگر آدمی اپنے حدود دائرہ کار اور قابلیت سے واقف ہو کر اسی مناسبت سے کوشش کرے تو یقیناً وہ اپنے خواب کی تعبیر حاصل کر سکتا ہے۔ خواہشات ہی ترقی کے مراحل، فتح اور جیت کے لیے سیڑھی یا راستہ اور آگے بڑھنے کے لیے مشعل راہ ہوتی ہیں۔ اگر خواہشات نہ ہوں تو انسانی سفر رُک جاتا ہے۔ اور ساری دنیا میں ہر ایک کی کچھ نہ کچھ خواہش ہوتی ہے۔

راہ دانشمندی

خواہشات ہی مصیبتوں کی اصل وجہ ہے۔ اگر خواہشات نہ ہوں تو ہماری زندگی بڑے آرام سے گذر جائے۔ ہر شخص سے مل جل کر ہنسی خوشی زندگی گزارنا چاہیے۔ گوتم بدھ کا کہنا یہ ہے کہ خواہشات نہ ہوں تو زندگی سکون سے گذر سکتی ہے۔ گوتم بدھ کو حکومت کی خواہش نہیں تھی، سنسار کو تیاگ دیا، حکومت کو خیر باد کر دیا۔ اس طرح وہ خواہش نہ رکھنے والا فرد بن جائے گئے۔ دشمن کے ساتھ حسن سلوک، نفرت کرنے والوں کے ساتھ محبت سے پیش آنا جیسی صفات کے مالک بن گئے۔

کس قدر فہم و فراست ہو تو یہ ممکن ہے؟ آسمان جتنا گوتم بدھ نے کہا کہ اگر کوئی بھی عمل کرے تو وہ بھی ”بدھ“ کا مقام حاصل کر سکتا ہے۔ اس عمل کا بنیادی اصول ہے خواہشات سے مبرا ہونا۔ انہوں نے اس ہر عمل کر کے دکھایا۔ بھیک مانگ کر زندگی گذاری۔ جانور بھی ہماری طرح ہی ہیں۔ ان کے ساتھ ہمدردی سے پیش آنا چاہیے۔ وہ ان کی حفاظت کے لیے ہمیشہ بے چین رہا کرتے تھے۔ ”بکری کے بچے کی بلی (بھینٹ چڑھانا) دینے سے کیا نجات حاصل ہوگی؟ اگر ایسا ہے تو انسان کی بلی (بھینٹ چڑھانا) دینا بہتر نہیں ہوگا؟ گوتم بدھ نے کہا کہ ایسا ہے تو میری ہی بلی دی جائے؟ یہ کہتے ہوئے آپ بلی گاہ پر چڑھ گئے۔ اس عمل سے اُس عظیم انسان کو کیا فائدہ حاصل ہونے والا تھا۔

کیا گوتم بدھ اقتدار پانا چاہتے تھے۔ شہرت پانے کے لیے بلی دینا چاہتے تھے۔ حکومت کو چھوڑ دیا۔ شہرت کی خواہش نہیں تھی۔ خدا، جنت، نجات کے متعلق گوتم بدھ نے زیادہ توجہ نہیں دی۔ مفاد سے عاری محبت کا پیغام تمام دنیا کے لوگوں کو دیا۔

اس زمین پر آنے والے عظیم ہستیوں نے اپنے لیے کوئی خواہش نہیں کی۔ اپنی اولاد کے لیے کچھ بھی نہیں چھوڑا۔ میرے لیے کیا؟ کا سوال ان کے ذہنوں میں بھی نہیں آیا۔ سماج میں ایسے افراد زیادہ تعداد میں پائے جاتے ہیں جن کا سوال ہوتا ہے۔ ”میں تمہیں فلاں شے دے رہا ہوں؟ تم مجھے کیا دینا چاہتے ہو؟ لوگوں کو فائدہ دکھائی نہ دے تو بھگوان کی بھی دل سے بھکتی نہیں کریں گے۔ بھکتی کے پیچھے کوئی خواہش نہیں رہتی چاہیے۔ ایک محقق کا کہنا ہے کہ خواہشات کا لامحدود ہونا، لاعلمی کی وجہ سے ہے۔ ایک سائنس دان نے ایک مشین بنائی۔ اس کے لڑکے نے پوچھا بابا! یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ ایک حساب بتانے والی مشین ہے۔ اس لڑکے نے امید سے پوچھا ”کیا اس میں سے چاکلیٹ آتے ہیں“۔ ایسا کچھ بھی اس سے نہیں ملتا۔ سائنس دان نے جواب دیا۔ لڑکے نے کہا کہ یہ ایک بے کار مشین ہے اس سے مجھے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہے۔ لڑکا مشین کی حقیقت سے ناواقف تھا۔ اس کو صرف اپنے چاکلیٹ سے دلچسپی تھی۔ خواہشات کا لامحدود ہونا، لاعلمی کا نتیجہ ہے۔

ماں باپ کھانا کھلاتے ہیں۔ کپڑے فراہم کرتے ہیں۔ مگر وہ بچوں سے کوئی اُمید نہیں رکھتے ہیں۔ دوسروں کی مدد کر کے خوش ہونے کا سبق ہمیں اپنے والدین سے سیکھنا چاہیے۔ بچوں کے اندر بھی یہ احساس ہونا چاہیے کہ خدا نے مجھے جو قوت عطا کی ہے اس کو میں سماج کی بھلائی اور ملک کی خدمت کے لیے کس طرح استعمال کروں۔ اگر ہر شخص عظیم ہستیوں کی زندگی کی روشنی میں قدم بڑھائے تو ”میں“ جیسے الفاظ زبان پر نہیں آئیں گے۔

قول

زیادہ خواہشات کا حامل شخص غریب ہو سکتا ہے، لیکن کم دولت کا حامل شخص غریب نہیں ہو سکتا۔

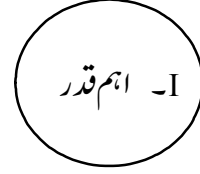
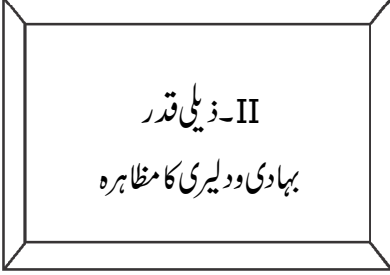
قول

خواہشات کی تکمیل سے کہیں زیادہ اگر بیجا خواہشات سے اجتناب کرنے والا شخص خوش حال رہ سکتا ہے۔

قول

اگر ہمیں زندگی میں خوشی، امن کے ساتھ رہنا ہو تو خواہشات کی عدم تکمیل سے زیادہ میسر چیزوں سے ہی مطمئن رہنا چاہیے۔

3- بہادری و دلیری کے ساتھ رہیں گے



- ہمت سے رہنا سیکھیں گے
- ہمت کا مظاہرہ کریں گے

III- مطلوبہ نتائج، مقاصد

IV- تمہید

ہمت سے آدمی اپنی حفاظت کے علاوہ سماج کی حفاظت بھی کرنے کے قابل ہو۔ تب ہی ہم کو کہہ سکتے ہیں اس کے پاس ہمت و دلیری ہے۔ مصیبت کے وقت ہمت نہ ہارے ہمت سے مصیبت کا سامنا کرنے کی کوشش کریں۔ ناکامی کے وقت بھی اپنی ہمت و دلیری سے قبول کرنے کے قابل ہوں۔

V- موضوع

کوئی کام انجام دیتے وقت رکاوٹوں کا آنا ایک عام بات ہے۔ ان رکاوٹوں سے نہ ڈرتے ہوئے ان کا مقابلہ کر کے راہ تلاش کرنا چاہئے۔ ہمت والوں کے لئے ہارنا یا ناکامی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ چند بچے ہمت و دلیری کے ساتھ وہ کام کرتے ہیں جو کبھی کبھی بڑے لوگ بھی نہیں کر پاتے اور دوسروں کی مدد کرتے ہیں۔ وہ دوسروں کے لئے مشعل راہ ثابت ہوتے ہیں اور جواں مرد کے طور پر سماج میں اپنا مقام بناتے ہیں اس طرح کے ہمت و دلیری کا کام انجام دینے والے بچوں ہر سال صدر جمہوریہ ہند کے ہاتھوں ایوارڈ بھی حاصل کرتے ہیں۔ اس طرح کے بچوں کے بارے میں آئیے ہم معلومات حاصل کریں گے۔

واقعہ: 1-

ضعیف شخص کی جان بچائی

ایک دن کرشنا پرسادا اپنی ماں کے ساتھ ریلوے گیٹ کے بازو سے گزر رہا تھا۔ ان لوگوں کے پیچھے ایک ضعیف شخص پٹریاں پار کر رہا تھا اور وہ دوسری جانب سے آنے والی ریل گاؤں کو نہیں دیکھا وہاں موجود لوگوں کی چیخ پکار کو بھی وہ ان سنی کرتے ہوئے آگے بڑھ رہا تھا۔ اس دوران ریل گاڑی اس ضعیف شخص کے بہت قریب آچکی تھی۔ ایک منٹ کی تاخیر بھی ہو جاتی تو ریل اس ضعیف شخص کو روندتے ہوئے آگے بڑھ جاتی۔ کرشنا پرسادا نے فوراً ریل کی پٹریوں پر جا کر اس شخص کو پکڑ کر ایک جھٹکے کے ساتھ پیچھے کھینچ لیا۔ اس طرح ایک برا حادثہ ٹل گیا اور اس شخص کی جان بچائی۔

کرشنا پرسادا کی اس بہادری دلیری صرف پر اس کی ماں ہی نہیں بلکہ وہاں موجود سبھی لوگوں نے تعریف کی۔ ہمارے ملک کے صدر جمہوریہ نے بھی اس کی توصیف کرتے ہوئے بہادر لڑکے کے ایوارڈ سے اسے نوازا۔

واقعہ: 2-

بڑی بہن نے چھوٹی بہن کی جان بچائی

مہیما تیواری اتر پردیش سے تعلق رکھنے والی ایک بہادر لڑکی ہے۔ اس کے ماں باپ نے اسے دوسروں کے ساتھ مل جل کر رہنا اچھی طریقے سے سکھائے ہیں۔

ایک دن ماں کے بنائے ہوئے بیٹھے کھانے پڑوسیوں کو دینے کیلئے مہیما تیواری اپنی ڈھائی سال کی بہن کے ساتھ نکلی۔ تینے میں پاس میں موجود کھیتوں سے ایک بھیڑیا نکل آیا اور مہیما تیواری پر حملہ کر دیا۔ مہیما بڑی ہمت کے ساتھ اپنے ہاتھ میں موجود برتن سے بھیڑیے کو دور سے مارنا شروع کیا۔ زبردست مار پڑنے اور چیخ و پکار کی وجہ سے بھیڑیا تیواری کو چھوڑ کر اس کی بہن پر حملہ کر دیا۔ اس کی بہن نیچے زمین پر گر جانے سے بھیڑیے نے اسے اپنے دانتوں میں دبوچا اور جنگل کی طرف چل رہا۔ یہ دیکھ کر مہیما تیواری نے بھیڑیے کے پیچھے دوڑتے ہوئے برتن سے اس کے سر پر زور زور سے مارنا شروع کیا۔ اس کی وجہ سے بھیڑیے نے مہیما کی بہن کو چھوڑ کر فرار ہو گیا۔

بھیڑیے کو دیکھ کر نہ گھبراتے ہوئے اپنی بہن کی جان بچانے پر مہیما تیواری کو صدر جمہوریہ ہند نے بہادری کا ایوارڈ دے کر اس کی ہمت افزائی کی۔

واقعہ: 3-

خاتون کی زندگی کو بچانے والا بہادر

ہماری پڑوس ریاست آندھرا پردیش کے ضلع امنت پور کے بھوگا سدرم گاؤں کا رہنے والا بہادر لڑکا سائی کوشل ہے۔ 15 اگست یوم آزادی کو ضعیفوں کے آشرم میں اپنی ماں کے ساتھ سائی کوشل مٹھائی تقسیم کرنا چاہتا تھا۔ دونوں مل کر آشرم پہنچے۔ مٹھائی تقسیم کر کے وہ گھر واپس لوٹ رہے تھے۔ انکے ساتھ آشرم کی رہنے والی تین خواتین بھی آ رہی تھیں۔ یہ تمام لوگ مل کر واپس ہو رہے تھے کہ راستہ میں گھاس کی گھڑی میں سے ایک جنگلی سوراچا نک نمودار ہوا اور ان میں سے ایک خاتون پر حملہ کر دیا۔ جب جنگلی سوراچا حملہ کرتا ہے تو اس سے بچ نکلنا بہت ہی مشکل ہوتا ہے۔ وہ خاتون بچاؤ بچاؤ کہہ کر زور سے چیخ و پکار شروع کر دی۔ جنگلی شور کو دیکھ کر باقی خواتین دور بھاگ گئیں لیکن سائی کوشل گھبرایا نہیں اور فوراً وہاں موجود پتھروں سے جنگلی سوراچا کو مارنا شروع کیا۔ مسلسل اسے پتھروں سے مارنے پر وہ جنگلی سور نے خاتون کو چھوڑ کر راہ فرار اختیار کی۔ اس کے بعد سب لوگوں نے مل کر اس خاتون کو لے آئے اور اس کا علاج کروایا۔ بی سائی کوشل کی بہادری پر نہ صرف گاؤں والے بلکہ صدر جمہوریہ ہند نے بھی سراہتے ہوئے اسے بہادری ایوارڈ سے نوازا۔

VI (الف) غور کیجئے۔ رد عمل ظاہر کیجئے۔

- 1- آپ نے مختلف واقعات کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ ان پر آپ اپنے خیالات کا اظہار کیجئے۔
 - 2- اس طرح کے واقعات آپ کے ساتھ پیش آئیں تو آپ کیا کرو گے۔
 - 3- بہادری سے مقابلہ کرنے کے فوائد کیا ہیں؟ کن موقعوں پر ہمیں بہادری سے کام لینا چاہئے۔
 - 4- آپ کے علاقے میں بہادری کے ایسے واقعات ہوں تو ان لوگوں کو سراہئے۔
- مثال:- لڑکیوں سے دست درازی کرنے پر اپنے بزرگوں کو اطلاع دینا۔ نا انصافی کے خلاف آواز بلند کرنا۔ اپنے اسکول میں غیر اطمینان بخش امور کے متعلق صدر مدرس اور اساتذہ کے ساتھ گفتگو کرنا۔
- پوسٹ باکس میں مسائل لکھ کر خطوط ڈالنا وغیرہ۔

(ب) عمل کیجئے۔ تجربات کا تبادلہ خیال

گھر میں، باہر، اسکول میں آپ نڈر ہو کر بات کیجئے۔ بہادری پانڈر طریقے سے پیش آئے آپ ایسا کرنے پر کیسا لگا آپ کے خیالات بولیں۔

VII جانیے

بہادر وِپن

سال 1991ء کے ماہ جولائی کی 18 تاریخ تھی۔ وپن اپنے ماں باپ اور دیگر افرادِ خاندان کے ساتھ مل کر سیر و تفریح کے لئے گیا۔ وہ تمام لوگ ندی کے کنارے ٹہرے تھے اور وہ لوگ وہاں گھومتے وقت وپن کی چھ سالہ بہن ترپورہ سندری تیز بہتی ہوئی ندی میں گر گئی اور پانی کی لہروں کے ساتھ دور تک چلی گئی۔ وپن کے والدین آگے آگے چل رہے تھے۔ پیچھے کیا واقعہ رونما ہوا وہ اس سے بالکل ناواقف تھے۔ اپنی بہن کو ندی میں گر کر بہتا دیکھ کر وپن ایک سکنڈ بھی وقت ضائع کیئے بغیر فوراً ندی میں کود پڑا۔ ندی کے قریب اطراف و اکناف میں رہنے والے لوگ یہ واقعہ دیکھ کر بچاؤ بچاؤ کہہ کر چیخ و پکار کرنے لگے۔ جب وپن کے والدین نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ یہ دیکھنا ہی تھا کہ وہ لوگ اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھے۔ وہ لوگ دوڑتے ہوئے پیچھے کی طرف واپس آئے۔ وپن آہستہ سے اپنی بہن ترپورہ کو پانی سے باہر نکالا وہاں موجود تمام لوگوں نے وپن کی بہادری کی ستائش کی سال 1991ء میں اس نے بہادری کا ایوارڈ حاصل کیا۔

بہادر لڑکے

یہ لڑکے اپنی جان کی پرواہ کیئے بغیر کئی لوگوں کی جان بچائے ہیں۔ اسی لئے یہ لوگ بہادر لڑکوں کے نام سے بہادری کا ایوارڈ حاصل کیئے ہیں۔ سال 2012ء میں ان کی بہادری کی وجہ سے جملہ 31 لوگوں کی جانیں بچ گئیں۔ ان بہادر بچوں میں غیر سماجی عناصر سے لڑنے والے دلیر بچے ہیں۔ ناجائز کاموں اور ناانسانی کے خلاف آواز اٹھانے والے بھی ہیں۔ سال 2012ء کے لئے قومی بہادری ایوارڈ کے لئے منتخب بچوں میں 18 لڑکے اور چار لڑکیاں شامل ہیں۔ ایک لڑکے کو بعد از مرگ ایوارڈ سے نوازا گیا۔

غیر قانونی سرگرمیوں کو روکنے والے بہادر.....

اپنی آنکھوں کے سامنے غیر قانونی سرگرمیوں کو ہوتا ہوا دیکھ کر برداشت نہ کرتے ہوئے اپنی جانب سے ممکنہ کوشش کر کے یہ بچے اسے روکنے میں کامیاب ہو گئے۔ دہلی کی رہنے والی 17 سالہ رینو نے جو بہادری کا مظاہرہ کیا ہے اس سے کئی لڑکیوں کی زندگیوں میں انقلاب آیا۔ وہ جس ہاسٹل میں رہتی تھی وہاں کے وارڈن کی غیر قانونی سرگرمیوں کو دیکھ کر اس نے چائیلڈ ہیلمپ لائن کے ذریعہ بہبودی اطفال کمیٹی کے علم تک اس بات کو پہنچایا۔ تنقیح کے لئے آنے والے اعلیٰ افسروں کے سامنے اس لڑکی نے بڑی بہادری و دلیری کے ساتھ ثبوتوں کو پیش کیا۔ ریتو کو گیتا جو پڑھ ایوارڈ کے لئے منتخب کیا گیا۔ راجستھان کی رہنے والی سوپنا کماری مینا (14) سال نے اس کی شادی زبردستی کروانے والے اس کے باپ کے خلاف ہی عدالت میں فریادی کی۔ ضلع مجسٹریٹ کو اس نے خط لکھ کر اپنی دلیری کا مظاہرہ کیا۔

غیر سماجی عناصر کا سامنا کرتے ہوئے.....

چند بچے غیر سماجی عناصر، قاتلوں کے ساتھ بہادری سے مقابلہ کرتے ہوئے دلیر و نڈر بچوں کے نام سے مشہور ہوئے۔ چھتیس گڑھ کی رہنے والی 16 سالہ آنکھٹا گاوتھے نے تین چوروں کو پولیس کو پکڑوایا۔ اور باپوگایا دمانی ایوارڈ کے لئے منتخب ہوئیں۔ وہ اپنے والد کے ساتھ گھر واپس ہو رہی تھی تو دو گاڑیوں پر آکر چند غنڈوں نے ان پر حملہ کیا۔ لیکن اس لڑکی نے کرائے کا بہترین مظاہرہ کرتے ہوئے سب کو چار خانے چت کر دیا۔ ان میں ایک نے راہ فرار اختیار کی اور باقی تینوں کو پولیس نے اپنی حراست میں لے لیا۔

میگھالیہ سے تعلق رکھنے والا (9) سالہ اسٹریٹ پلیزمن نے اپنی بہن کو ایک قاتل کے چنگل سے جھڑایا۔ اس کے والدین اور بڑی بہن کے قاتلوں سے بچ نکلنے میں کامیاب ہوا اور اپنی چھوٹی بہن کو بھی بچالیا۔ اپنے اطراف محو خواب لوگوں کو جگا کر اس قاتل کو گرفتار کروایا۔

اتر پردیش کے رہنے والے پون کمار کنوجیا (12) سال نے ہمت اور بہادری کے ساتھ چوروں کا سامنا کیا ایک تقریب میں شرکت کرنے واپس آنے کے بعد گھر میں چوروں کی موجودگی کا اس نے گھر کے باہر سے ہی اندازہ لگا لیا تھا۔ پون زور زور سے چیخیں مارنے لگا اور ایک چور کو اس نے پکڑ کر کمرہ میں ڈالا اور باہر سے زنجیر لگا دی۔ باقی چور اسے لوہے کی سلاخوں سے مارنے کے باوجود اس نے ہمت نہ ہاری۔ آخر کار چور پکڑے گئے۔

موت سے لڑنے والی بہادر لڑکی

اگر کوئی مصیبت میں گھرا ہوا پریشان ہو تو اکثر بزرگوں کو یہ کہنا ہوتا ہے کہ ہمیں اس سردرد سے کیا مطلب یا سروکار ہے کہتے ہوئے اس سے وہ لوگ بری الزمہ ہونے کی کوشش کرنا ایک عام بات ہے۔ لیکن وہ لڑکی نے اس طرح کا خیال نہ کرتے ہوئے اس نے 5 بچوں کو موت کے منہ سے آزاد کروایا۔ اس نے اپنی جان کی پروا بھی نہیں کی۔ پانی میں ڈوبنے والے 5 بچوں کو جا کر اس لڑکی نے بہادری کا ایوارڈ حاصل کیا۔ ریاست بہار کے ضلع کنیار کے ایک گاؤں مرسندا میں چند دن قبل بارہ سال کی روزی نے ندی کے کنارے اچانک چھوٹے بچوں کی چیخ و پکار سن کر ندی کنارے پہنچی۔ اور اس نے فوراً پانی میں چھلانگ لگا دی۔ اس سے کم عمر بچے چھوٹے بچے پانی میں ڈوب رہے تھے۔

سب سے پہلے اس نے محمد فرحان (7) سال کو کنارے پہنچایا۔ مہک آر (6) ڈالی خاتون (8) محمد ریحان (9) محمد سمیر (8) کو بچایا۔ ایک ہاتھ سے ڈوبنے والے بچوں کو پکڑ کر دوسرے ہاتھ سے تیرتے ہوئے ان بچوں کو اس نے ندی کنارے پہنچایا۔ جب تک روزی میں تو انائی ختم ہو چکی تھی۔ پھر بھی اس نے 18 چھٹویں بچے فرحان (7) کو بچانے کے لئے ندی میں کود پڑی لیکن اس وقت تک وہاں ایک کثیر ہجوم جمع ہو گیا۔ ان لوگوں نے روزی کے بشمول تمام بچوں کو قریبی دو خانہ منتقل کیا۔ تب تک فرحان فوت ہو چکا تھا۔ ہفتم جماعت میں زیر تعلیم روزی نے پانچ بچوں کی جان بچائی۔ بہادری کا مظاہرہ کرنے پر گاؤں والوں نے اس کی خواب تعریف و توصیف کی۔ غریب خاندان سے تعلق رکھنے والی اس لڑکی کی انسانیت اور رحم کے جذبہ سے ان بچوں کے والدین بہت متاثر ہوئے انہوں نے کہا کہ دنیا کا بڑے سے بڑا انعام بھی اس بچی کیلئے اس کی ہمت کے آگے حقیر ثابت ہوگا۔ بچوں کے والدین نے مزید کہا کہ وہ اس لڑکی کے زندگی بھر ممنون و مشکور رہیں گے۔

آج بھی اس گاؤں میں روزی کے متعلق لوگ گفتگو کرتے ہیں اس کی تعریف کرتے ہیں۔ تیرا کی کے مقابلے میں حصہ لینے کا تجربہ ہونے کے ساتھ ساتھ اس لڑکی نے اپنی جان کی پروا نہ کرتے ہوئے معصوم بچوں کی جان بچانا واقعی ایک بہادری اور دلیری کا کام ہے۔ روزانہ کی مزدوری پر کام کرنے والے روزی کے والد نے کہا کہ وہ اس کو اچھا پڑھائیں گے اور فوج میں بھرتی کروائیں گے۔ روزی کو بہادری کا ایوارڈ کے لئے ضلعی عہدیداروں نے سفارش کی ہے۔

زندہ جاوید کارنامہ

ریاست چھتیس گڑھ کے ضلع سکوما سے ڈرگماریم میں پناہ لیئے ہوئے نکل سلائیٹ کو مار بھاگا کر جیت کے سرور سے سرشار اپنی ٹیم کے ساتھ ہو کر واپس ہونے والے ڈپٹی آسائلڈ کمانڈر کو اچانک اسلحہ سے لیس 70 دہشت گردوں نے گھیرے میں لے لیا۔ ایک منٹ کے اندر ہی کمانڈر نے دہشت گردوں کی طاقت اور اپنی ٹیم کی طاقت کا اندازہ لگایا۔ چپ یوں ہی لڑنے سے بشمول اس کے کوئی جوان زندہ نہ بچ پائے گا۔ یہ اس کو اندازہ ہو گیا تھا۔ اس نے سوچا کہ ساتھی جوانوں کی حفاظت ہی سپہ سالار کا فرض ہوتا ہے۔ اور تمام جوانوں سے کہا کہ وہ تمام لوگ ہیلی کاپٹر میں سوار ہو جائیں اور وہ تہا ہی نکل سلائیٹ پر ہلہ بول دیا۔ بڑی ہمت و دلیری کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا۔ نکل سلائیٹ کو فوجی جوانوں کی طرف دیکھنے کیلئے بھی اس نے مہلت نہ دی۔

نکل سلائیٹ کو صرف کمانڈر اکیلا ہی نظر آنے لگا۔ وہ تیزی سے آگے بڑھتا گیا اور جو راستہ میں آتا وہ اسے پچھاڑتا جاتا۔ وہ اپنی حفاظت خود کرتے ہوئے آگے بڑھ رہا تھا۔ جسم میں گولیاں پیوست ہوتی گئیں۔ خون بہنے لگا۔ ایک ایک عضو علیحدہ ہو رہا تھا اور غشی طاری ہونے پر بھی کمانڈر آگے بڑھتے گیا۔ آخری فوجی جوان بھی بہ حفاظت وہاں سے نکل جائے اس لئے وہ آخری سانس تک نکل سلائیٹ کے ساتھ مقابلہ اکیلا کرتا رہا۔

مقصد پورا ہوتے ہی وہ اطمینان اور مسرت کے ساتھ جئے بھارت جئے بھارت کہتے ہوئے گر گیا۔ نسلانیٹس نے اپنے ہتھیاروں سے اس پر وار کیا اور وہ ہلاک ہو گیا۔

اس دلیر کمانڈر کا جسم گولیوں سے چھلنی ہو گیا۔ فرائض کی انجام دہی اور ہمارے ملک کی حفاظت کرتے کرتے وہ جاں بحق ہو گیا۔

اس بہادر فوجی کو لوگ عقیدت و احترام کے ساتھ تعزیت پیش کی۔ اس افسوسناک خبر کو سن کر سارا ملک آتشبار ہو گیا۔ تمام لوگ بہادری کی تعریف کرنے لگے۔ وہ بہادر کمانڈر جس نے یوم جمہوریہ پر اشوک چکر ایوارڈ لیا وہ کون نہیں بلکہ تلگور یا ست کا کرنام لیا وینکٹ سرینواس سری ہری ناگا وراپرساد بابو ہے۔

سال 2013ء اپریل کی 16 تاریخ کو نصف شب گرانے کے بعد ملک کی حفاظت کیلئے دلیری سے مقابلہ کرنے کے عوض میں وراپرساد کو حکومت ہند نے اشوک چکر ایوارڈ عطا کیا۔ 2014 جنوری 26 کو اس کے والد کو یہ ایوارڈ بعد از مرگ دیا گیا۔ صدر جمہوریہ کے ہاتھوں ایوارڈ لے کر اس کے والد نے فخر محسوس کرتے ہوئے جذبات سے مغلوب ہو گیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ سارا ہندوستان ٹی وی پر یہ منظر دیکھ رہا تھا۔

یہ کیجئے

ہفتہ برائے بہادری و دلیری: طلباء میں خوف و ڈر کو مٹانے کا طریقہ کار:

- 1- ہر پیریڈ کے اختتام پر سبق سے متعلق طلباء میں پائے جانے والے شکوک و شبہات (شکوہ و شبہات کے ازالہ کے لئے وقت) سوالات کے لئے 5 منٹ وقت متعین کرتے ہوئے سوالات کرنے والے طلباء کے تشفی بخش جواب دے کر مزید سوالات کرنے کیلئے ان کی ہمت افزائی کریں۔
- 2- دعائیہ اجتماع میں روزانہ ایک طالب علم سے آج کی خبریں (اور دوسرے طالب علم سے فکر امروز (Thought of the day) اور دیگر طالب علموں سے اسمبلی مقصد کروائیں۔
- 3- گروہی مباحثہ، سمینار وغیرہ میں ہر طالب علم کو موقع فراہم کرتے ہوئے ہر کو بے باکانہ آزادانہ طور پر گفتگو کے قابل بنائیں۔

4- کسی طالب علم سے غلطی سرزد ہونے پر اس کا اعتراف اساتذہ و دیگر طلباء کے سامنے کرنے کی ہمت طلباء میں پیدا کریں۔ ان کی حوصلہ افزائی کریں۔ اس طرح کا عمل کرنے والوں کی توصیف کی جائے۔ مثال کوئی طالب علم غلط کام ہوتے ہوئے دیکھ لیتا ہے اور اپنے اساتذہ سے نڈراور بے باکانہ انداز میں اس کا ذکر کرتا ہے تو اس طالب علم کی حوصلہ افزائی و تعریف اسمبلی میں کی جائے تو دوسرے طلباء بھی اس کی تقلید کریں گے۔

5- طلباء میں یہ خصوصیت اجاگر کریں کہ وہ خود اپنی غلطی کا اعتراف دوسروں کے سامنے بلا خوف و خطر کر سکے۔

مثال:- کمرہ جماعت میں کسی کی شے گم ہو جاتی ہے تو لینے والا خود اس کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی غلطی پر نادم ہو کر اسے مالک تک پہنچادے۔

قول

مصیبت کے وقت نہ گھبرا کر اس کا مقابلہ کرنا ہی صحیح راہ ہے۔

4۔ با مقصد زندگی گزاریں گے

I۔ اہم قدر
حیاتی مہارتیں

II۔ ذیلی قدر
با مقصد زندگی اور اس
کے لیے کوشش

III۔ مطلوبہ نتائج، مقاصد

- زندگی میں مقاصد کا تعین کر لیں۔
- مقصد کے حصول کیلئے کوشش کریں۔
- مقصد کو حاصل کریں۔

تمہید

ہر انسان کے لئے اس کی زندگی میں مقصد اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ ہم کسی مقصد کا تعین کرتے وقت ہی اس کے حصول کیلئے پرعزم ہو کر اسے حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مقصد کے حصول کے ذریعہ انہیں اپنے آپ پر بھروسہ، خود اعتمادی پروان چڑھتی ہے۔ انہیں اپنی مہارتوں کا علم ہوتا ہے۔ بغیر مقصد کا آدمی بنا بادبان کی کشتی کے مترادف ہے۔ وہ کس مقام پر پہنچتی ہے۔ کدھر جائیگی لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ کوئی بھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ ہر شخص اپنی پسند اور اپنی لیاقت و قابلیت کی بنیاد پر ہی مقصد کا تعین کرتا ہے۔ مقصد کے حصول کے لئے ہمیں کوشش کرنی چاہئے۔ مقصد کے حصول میں اگر کئی رکاوٹیں بھی آتی ہوں تو نا امید نہ ہو کر مسلسل کوشش کے ذریعہ مقصد کے حصول کو یقینی بنائیں۔

۷۔ موضوع

۱۔ واقعہ

ایک نوجوان ہندوستان کی جانب سے کرکٹ کھیل رہا ہے۔ اس کو ایک مرتبہ شمالی آفریقہ میں کرکٹ کھیلنے کا موقع ملا۔ وہاں پر اس نے کسی کا لایا ہوا سوئٹر بغیر علم و اطلاع کے پہن لیا۔ اس کو پروٹوکال معلوم نہیں تھا۔ وہ سوئٹر پہننے کا اختیار صرف ہندوستانی ٹیم کے کپتان کو ہی حاصل ہے۔ ایکنا تھ سوئٹر (ٹیم میجر) نے جب اسے وہ سوئٹر پہنے دیکھا تو کہا کہ یہ سوئٹر پہننا اتنا آسان نہیں ہے کہتے ہوئے اسے واپس بھیج دیا۔ جلدی میں گھبراتے ہوئے اس نے وہ سوئٹر وہیں پر پھینک دیا لیکن اس سوئٹر کو پہننے کا حق نہ دن حاصل کرنے کی تمنا اپنے دل میں لیے اور اس کے حصول کیلئے ٹھان لیا۔ اور محنت سے کھیلنے لگا۔ اور بالآخر اس کو حاصل کر لیا۔ ممبئی ہند میں ہندوستانی کرکٹ ٹیم ٹسٹ میاچ کھیلتے وقت ایکنا تھ سوئٹر اسی کھلاڑی کے پاس گیا اور کہا کہ کیا یہ سوئٹر میں اب پہن سکتا ہوں۔ لیکن وہ سوئٹر پہننے کا حق بہ حیثیت ہندوستانی کرکٹ ٹیم کپتان صرف اسی کو حاصل تھا۔ وہ کوئی اور نہیں ہر یا نہ کا کھلاڑی کیل دیو تھا!

۲۔ واقعہ

وہ اس وقت برطانیہ کا وزیر اعظم ہے۔ وہ جنگ میں کامیاب رہا لیکن انتخابات میں اس کی شکست ہو گئی۔ لیکن وہ رنجیدہ نہیں ہوا۔ وہ کیا کیا؟ وہ ایک اور مقصد کا تعین کر لیا۔ اس نے ادبی سفر کا آغاز کیا۔ مختلف چیزیں تحریر کرنا شروع کیا۔ وہ ایک اچھا ادیب بن گیا۔ اس کی لکھی ہوئی کتاب کو نوبل انعام بھی ملا۔ وہ کوئی اور نہیں ونسٹن چرچل ہے۔ محنتی لوگ عارضی رکاوٹوں و ناکامیوں سے کبھی نہیں گھبراتے ہیں۔

۳۔ واقعہ

فلانس چاڈوک نامی ایک خاتون نے 4 جولائی 1952ء کو کاتالینا چیائل کو تیرتے ہوئے پار لیا اور پہلی خاتون کا اعزاز حاصل کیا۔ اس سے قبل بھی وہ انگلش چیائل کو تیر کر پار کر لیا۔ کاتالینا چیائل کو پار کرتے وقت خراب موسم اس کے لئے رکاوٹ بن چکا تھا۔ گہرا کڑا اور سخت شدید سردی اور مچھلیوں کو وہ رکاوٹ نہ سمجھتے ہوئے ان سے نمٹتے ہوئے وہ آگے بڑھی وہ اپنے منزل دیکھنا چاہتی تھی لیکن۔ اس کی آنکھوں پر لگی عینک سے صرف اسے گہرا کہہ ہی نظر آنے لگا۔ اس طرح وہ کوشش کرتی رہی۔ اور وہ اپنی کوشش ختم کر دی۔

جب اسے پتہ چلا کہ وہ اپنی منزل سے صرف نصف کلومیٹر دور تھی تو وہ بعد میں بہت سوچنے لگی۔ وہ اپنی کوشش سے دستبردار ہونے کی وجہ اس کو منزل نظر نہیں آتی تھی۔ لیکن اس نے ہمت نہیں ہاری تھی۔ اس کی دستبرداری کی اس کے سوا کوئی اور وجہ نہیں تھی۔ اس نے کہا کہ میں کوئی بہانہ بنا کر فرار حاصل نہیں کروں گی۔ واحد وجہ یہی ہے کہ مجھے اپنی منزل واضح طور پر دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ اگر نظر آتی تو میں ضرور کامیابی حاصل کر کے رہتی۔

دو ماہ گزرنے کے بعد وہ دوبارہ کاتالینا چیائل کو تیرتے ہوئے پار کر گئی۔ اس مرتبہ بھی موسم نے اس کا ساتھ نہیں دیا۔ کیونکہ وہ ایک عزم مصمم کے ساتھ تھی تو اس نے نہ صرف اسے ہار کیا بلکہ دو گھنٹے کم وقت میں ہی اسے پار کرتے ہوئے مرد پیراک کا ریکارڈ بھی توڑا اور ایک نیا ریکارڈ قائم کیا۔

واقعہ-4

وہ شخص جاپان میں سیک (Sake) نامی الکوحل تیار کرنے والے خاندان میں پیدا ہوا۔ جاپان میں مذہبی طور پر جمع ہو کر سب مل کر کھانا کھانے کے دوران اس الکوحل کو استعمال کیا جاتا ہے۔ جب اس کی عمر گیارہ سال تھی تو تب سے ہی اس الکوحل کی تیاری کی ذمہ داری اسے سونپی گئی تھی۔ وائٹ چونکہ اس گھر میں سب سے بڑی اولاد ہوا سلسلے تمہیں آج سے ہی یہ کام انجام دینا ہوگا۔ اس کے والدین نے کہا۔ اس وقت اس شخص نے یہ ٹھان لیا کہ وہ الکوحل بنانے کے بجائے کوئی ایسا کام کرے گا جو آگے چل کر ساری دنیا میں اس کا نام روشن کرے گا۔ وہ اور کوئی نہیں سونی کمپنی کا مالک آکسی یوموریا ہے۔

واقعہ-5

ایورسٹ چوٹی کو سر کرنے والے۔۔۔

ہماری ریاست سے تعلق رکھنے والی 13 سال کی لڑکی ملاوٹ پورنا نے اکیلے ایورسٹ چوٹی کو سر کرنے والی کم عمر لڑکی کا ریکارڈ قائم کیا۔ ضلع نظام آباد کے ایک غریب مزدور کی بیٹی پورنا جماعت نہم کی طالبہ ہے۔ ملاوٹ پورنا کے علاوہ سادھنا پل آئندہ بھی ایورسٹ کی چوٹی سر کرنے کے ہماری ریاست کا سر فخر سے اونچا کر دیا۔ پورنا۔ کم عمری میں اس چوٹی کو سر کرنے کے عالمی ریکارڈ قائم کیا۔

مواقع اگر میسر ہوں تو صرف آسمان ہی ان کی کامیابی کی حد ہوگی۔ اس مقولے کو ریاستی حکومت کے محکمہ سماجی بھلائی کے تحت اقامتی مدرسہ کے طلباء نے سچ کر دکھایا۔ دو دروازے لمباڑہ ٹانڈہ سے تعلق رکھنے والی طالبہ مالاوٹ پورنا اور ایجنسی علاقہ کا درج فہرست طبقہ سے تعلق رکھنے والا طالب علم سادھنا پللی آندکار دنیا کی سب سے بلند پہاڑی چوٹی ہمالیہ کو سر کر کے ایک نیا عالمی ریکارڈ قائم کیا۔ ہمالیہ کی بلندی پر ہندوستانی پرچم لہرا کر انہوں نے ہندوستان کی قابلیت کا اظہار سارے عالم کے سامنے کر دیا۔ 13 سال 11 ماہ کی مالاوٹ پورنا ایوارسٹ چوٹی کو سر کرنے والی دنیا کی کم عمر لڑکی کا عالمی ریکارڈ قائم کر دیا۔ سرکاری تعلیمی اداروں کی جانب سے پہلی مرتبہ اس طرح کی کامیابی کا سیرابھی آندکار (18 سال) اور پورنا کے سر ہی جاتا ہے۔

بھونگیر کے پہاڑ سے ابتدا: طلباء کو پڑھنے لکھنے کے ساتھ ساتھ تمام شعبوں میں انہیں قابل بنانے کی غرض سے اقامتی مدارس کا ادارہ ٹین سنگ ناروے ایوارڈ یافتہ بی شکھر بابو کے ذریعہ ان طلباء کو پہاڑ چڑھنے کی تربیت دلوائی۔ سب سے پہلے ضلع نلگنڈہ کے بھونگیر پہاڑ پر ایک تربیتی کیمپ منعقد کیا گیا۔ ان تمام بچوں میں قابل بچوں کو منتخب کرتے ہوئے انہیں دارجلنگ اور لدراخ میں تربیت دلوائی گئی۔ سال گذشتہ دو ٹیموں کو ہمالیہ پہاڑ چڑھنے کیلئے بھجوانے پر ان میں 13 طلباء و طالبات ماؤنٹ ریناک اور 9 طلباء بان کانگ کی پہاڑیوں کو سر کیا۔ اقامتی اسکول کے بچوں کی صلاحیت کا اندازہ لگانے والے اس ادارے کے سکریٹری آر۔ ایس پروین کمار نے دنیا کی سب سے بلند پہاڑی چوٹی ایوارسٹ کو سر کرنے کا عزم کیا۔ اس کیلئے پورنا اور آندکار نے اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ شیکھر بابو کی نگرانی میں ان دونوں طلباء کو سخت تربیت دی گئی۔ ایوارسٹ کی چڑھائی کیلئے درکار 68 لاکھ کی رقم ایس سی ایس ٹی ذیلی پلان کے تحت حکومت نے منظور کیئے۔

سال 2014ء اپریل 10 کو پورنا اور آندکار کے سفر آغاز ہوا۔ بریلی پہاڑیوں پر شدید سردی کو برداشت کرنے کیلئے 20 کلوگرام وزنی کپڑے اور دیگر ضروری ساز و سامان کی تھیلی کے ساتھ پُر عزم ہو کر وہ آگے بڑھتے گئے۔ نصف فاصلہ طے کرنے کے بعد ان کے قریب نیپال کی طرف واقع بریلی چوٹی کھسکنے سے 16 اشخاص ہلاک ہو گئے۔ اس کے باوجود ان طلباء کے حوصلے میں کوئی کمی نہیں آئی۔ 7100 میٹر بلندی پر جانے کے بعد پورنا کو بند ڈوبہ کی غذا متاثر کر گئی۔ اسے شیکھر بابو اور ٹیم کے دیگر ارکان وہاں سے نیچے لانے کی کوشش کرنے پر پورنا آگے بڑھنے کا ارادہ ظاہر کیا اور اسکے لئے ہمت جٹائی۔ آخری 148 میٹر کا فاصلہ پورنا نے صرف دو گھنٹوں میں تکمیل کرتے ہوئے تمام لوگوں کو کوشش کر دیا جملہ 29035 بلند پہاڑی چوٹی کو ان لوگوں نے مئی 25، 2014ء کو سر کر لیا۔ گذشتہ میں نیپال کی 14 سال لڑکی کا کم عمری میں سہارا پر چڑھنے کا ریکارڈ پورنا نے اپنا نام کر لیا۔ اور ایوارسٹ پر چڑھائی کر کے وادی دنیا کی سب سے کم عمر لڑکی بن گئی۔ ایوارسٹ پر پہنچنے کے فوراً بعد طلباء نے قومی جھنڈا لہرایا۔ بی. آر. امبیڈکر، آنجہانی آئی اے ایس آفیسر ایس آر شکرمن کے پورٹریٹ بھی وہاں لگائے۔

13 سالہ پورنا نے کہا کہ Base کمپ سے ایورسٹ چوٹی پر چڑھائی کرتے وقت چھ نعشیں دکھائی دیں۔ مجھے کافی ڈر لگا۔ اس نے کہا کہ۔ دسویں جماعت کا امتحان اچھے نمبروں سے کامیاب کرنا اور بعد میں آئی پی ایس آفیسر بننا ہی میرا عین مقصد ہے۔ سادھنا پللی آنند: ایورسٹ چوٹی پر چڑھائی کرنے والے درج فہرست قبائل 18 سالہ آنند کمار نے بات کرتے ہوئے کہا کہ ”غریبوں کو اگر موقع میسر ہوں تو وہ کسی بھی بلندی تک پہنچ سکتے ہیں۔ ایورسٹ پر جو مناظر دیکھنے میں آتے ہیں وہ نہ تو ٹی وی پر اور نہ ہی کمپیوٹر پر دکھائی دیتے ہیں۔ میرے والد کو نڈل راؤ سائیکل میکا نک اور میری والدہ ایک زرعی مزدور ہیں۔ ایورسٹ کی چڑھائی کرتے وقت نعشیں دکھائی دیں۔ اس طرح اگر میرے ساتھ ہوا تو؟ یہ خیال آتے ہی میرا دل دہل گیا۔ اترتے وقت رسی پیر میں آنے سے نیچے گرا۔ میری قسمت اچھی ہے۔ میں زندہ بچ گیا۔ انٹرمیڈیٹ کے امتحان پر ہی میری توجہ مرکوز ہے۔ اس نے کہا۔ ان دو طلباء کو مدد کرتے ہوئے انہیں حوصلہ دینے والے آئی پی ایس پروین کمار اور سماجی بھلائی کے اقامتی مدرسہ کے ساتھی طلباء کو یہ کامیابی انہیں کے نام کرنے کا آند اور پورنا نے اعلان کیا۔

VI (الف) غور کرنا۔ رد عمل ظاہر کرنا

- 1- پہلے واقعہ میں اگر کیپل دیو کا کوئی متعینہ مقصد نہ ہوتا تو کیا ہوتا؟ اس واقعہ کو اپنی بے عزتی تصور کرتے ہوئے ایک ناکام شخص کو اگر وہ گالیاں بکتے تو کیا ہوتا تھا؟
- 2- دوسرے اور تیسرے واقعہ میں اپنے مقصد کے حصول کے لئے انہوں نے کیا کیا؟ اگر وہ لوگ ایسا نہ کرتے تو کیا ہوتا؟
- 3- پورنا اور آنند ایورسٹ چوٹی پر کامیابی کے ساتھ چڑھائی کرنے کی وجوہات کیا ہیں؟
- 4- مذکورہ بالا واقعات سے آپ نے کیا سمجھا؟ بولیں۔
- 5- کیا ہر شخص کا کچھ نہ کچھ نصب العین ہونا چاہئے؟ کیوں؟
- 6- تعین کردہ مقصد کے بھول کیلئے کیا کرنا چاہئے؟

(ب) تجربات کا اظہار کرنا۔

آپ کی زندگی کا مقصد کیا ہے؟ اس مقصد کے تعین کی وجوہات کیا ہیں؟ آپ اسے کس طرح حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ اسکے حصول کے لئے آپ کے کیا اقدامات ہیں۔

میں اپنے اندر یہ تبدیلیاں لاؤں گا

- 1- روز آنہ سونے سے قبل میں اپنی ترقی کیلئے جو اچھے کام کیا ہوں اور میری ترقی میں حائل خراب کاموں کا محاسبہ کر لوں گا اور میری خامیوں کو دور کرتے ہوئے ایک اچھے فرد کی طرح آگے بڑھوں گا۔
- 2- روز آنہ میرے کاموں کا محاسبہ کروں گا۔ ڈائری لکھوں گا۔
- 3- دورانہ لیشی سے تخلیقی طور پر غور و فکر کروں گا۔
- 4- ہمیشہ مثبت سوچ رکھوں گا۔
- 5- میری خواہشات ہمیشہ مقصد کے حصول میں معاون رہیں گی۔
- 6- دیانت داری، خوش اخلاقی و واضح طور پر گفتگو کروں گا۔
- 7- میرے مقصد کے حصول کیلئے معاون کام انجام دوں گا۔
- 8- جس دن کا کام اسی دن انجام دوں گا۔
- 9- اچھے اخلاق، دیانت داری، محنت و امن جیسے امور اپنے اندر پیدا کروں گا۔
- 10- میرے ذہن میں صحیح و غلط کی تمیز کرتے ہوئے میں اچھے عادتوں کو فروغ دوں گا۔
- 11- کیا؟ کیوں؟ کب؟ کہاں؟ کون؟ کس طرح جیسے سوالات کرنے کی مہارت کو فروغ دوں گا؟
- 12- میں ایک عظیم شخصیت کے طور پر ابھروں گا۔ اس طرح کی خود اعتمادی اور ہمت کو فروغ دوں گا۔

VII جانیے

فہم و فراست آپ کو اپنے مقصد کے حصول کیلئے معاون ہوتی ہے۔ مقصد کا واضح تعین ہونے کے بعد ہی اس کا حصول آسان ہوتا ہے۔

آپ کریم نگر بس اسٹانڈ گئے۔ پلیٹ فارم نمبر 1 پر پہنچے۔ بسیں آرہی ہیں اور جا رہی ہیں۔ بس میں جگہ نہیں ہے۔ تمام بسیں کھچا کھچ بھری ہیں۔ اس کے بازو ہی پلیٹ فارم نمبر 3 ہے۔ جس پر عادل آباد جانے کے لئے بس تیار ہے اور وہ بھی خالی ہے۔ بہت ساری نشستیں خالی ہیں۔ آپ کیا اس بس میں بیٹھ جائیں گے۔ مشکل ہی سنبھی، حیدر آباد جانے والی بس میں ہی بیٹھیں گے۔ آپ کا مقصد اگر حیدر آباد جاننا ہے تو آپ کتنی مشکل کیوں نہ ہو حیدر آباد جانے والی بس میں ہی بیٹھیں گے۔

بس کے سفر کیلئے بھی آپ ایک مقصد رکھ کر سفر کرتے ہیں۔ یہ ایک مثال ہی نہیں بلکہ ہمارے ہر کام کیلئے مقصد کا ہونا ضروری ہے۔ آئیے دیکھتے ہیں۔

آپ نے ٹفن میں کھانا کیوں رکھا۔ (کام)

کھانا کیوں کھا رہے ہیں (کام)

مانگنے والے شخص کو ایک روپیہ کیوں دیا (کام)

کھانے کیلئے (مقصد)

بھوک مٹانے کیلئے (مقصد)

ثواب کیلئے (مقصد)

ہماری عادتیں بھی با مقصد ہوتی ہیں ’ایک مقصد وہاں ہے‘ اس کی شناخت کرنا۔ مقصد کے عدم حصول پر مقصد حاصل نہ ہونے کے مترادف ہے۔

دانت صاف کرتے وقت یا کپڑے پہنتے وقت بھی کچھ نہ کچھ مقصد ہوتا ہے۔

اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں کا مقصد اگر ہو تو کیا ہماری زندگی کا بھی کچھ مقصد ہونا چاہئے یا نہیں؟

میرا کوئی مقصد نہیں ہے۔ اس طرح کچھ لوگوں کا کہنا ہے۔

ایک ہی دن میں کئی مقاصد کے ساتھ آگے بڑھنے والے آدمی کیلئے اپنی زندگی میں کوئی مقصد نہیں ہے کہنا ٹھیک بات

نہیں ہے۔ زندگی میں کن مقاصد کا تعین کرنا ہے اس کا انحصار خواہشات، حالات، دلچسپی، فہم فراست پر ہوتا ہے۔

ہر شخص کی زندگی میں ایک اہم مقصد ہونا چاہئے۔ واضح مقصد ایک بہترین ترغیب اور اچھی خواہشات پر منحصر ہونا

چاہئے۔

کامیابی کے حصول کیلئے درکار صلاحیتیں اپنے پاس موجود ہونے کے لئے باوجود اگر واضح مقصد نہ ہو تو وقت، طاقت، پیسہ

یہ تمام رائیگاں جائیں گے۔ اس لئے مقصد کے حصول کے لئے واضح منصوبہ تیار کر لینا چاہئے۔ مقصد کے حصول کے لئے درکار

موافقوں کا اندازہ لگانا چاہئے۔

صرف مقصد کا تعین کر لینا ہی کافی نہیں ہے۔ اس تک پہنچنے کے لئے صحیح راستہ کا انتخاب بھی ضروری ہے۔ مقصد تک

پہنچنے کے لئے واضح راستہ اگر نہ ہو تو اس کا تعین نہ ہو تو ہم کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتے ہیں۔

مقصد کے حصول کیلئے مفید امور:

1- خواہش: مقصد کے حصول کے لئے انجام دیئے جانے والے کام میں دلچسپی اور خواہش کا ہونا ضروری ہے۔ اس کا

آغاز بہتر طور پر ہونا چاہئے۔

2- عزم مصمم: ہماری توجہ صرف اس کام پر مرکوز ہونی چاہئے۔

3- حوصلہ جوش و ولولہ: عزم و جوش و ولولہ کے ساتھ کام کرنے والے محنت سے ڈرتے نہیں۔ خواہ کتنی مصیبتیں اور رکاوٹ ہوں تو بھی

وہ گھبراتے نہیں۔ اسلئے حوصلہ چاہئے۔

4- امید: کتنی مصیبتیں کیوں نہ ہوں مقصد کیلئے پر امید ہونا چاہئے۔

5- جہد مسلسل: تعین کردہ مقصد کے حصول کیلئے مسلسل جدوجہد کی ضرورت ہے۔ بزرگوں کا کہنا ہے کہ مصیبت کے بعد راحت

ہے۔ مصیبت اٹھانے کے بعد کامیابی ضرور مل جائیگی۔ مقصد کے حصول کے لئے آپ میں موجود ہتھیار

- 1- آپ کی عقل
- 2- آپ کی محنت کی صلاحیت
- 3- مثبت رجحان
- 4- آپ میں موجود اچھی خصوصیات، خوش خلفی
- 5- آپ میں موجود کوئی بھی تخلیقی صلاحیت۔

آپ کیا بننا چاہیں گے وہی بن جائیں گے۔ کسی گیند کو جتنی طاقت سے آپ دیوار پر ماریں گے واتی ہی طاقت سے وہ واپس لوٹے گا۔ آپ زندگی میں کیا بننا چاہتے ہیں اتنا ہی پر عزم ہوں تو آپ زندگی میں آگے بڑھ سکتے ہیں۔ اتنی ہی کامیابی آپ کو مل جائیگی۔ یہ سب کچھ آپ کے عزم و استقلال میں ہی مضمر ہے۔ آپ کے تعین کردہ مقصد میں ہی مضمر ہے۔ عبدالکلام نے اس طرح کہا۔ نوجوانوں کا کچھ نہ کچھ خواب ہونا چاہئے۔ اپنے خواب کو سوچ کر دکھانا چاہئے۔ کوئی بھی ایک پیشہ اختیار کر کے زندگی گزارنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ عزت میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ انسان ہونے کے ناطے زندگی میں کچھ نہ کچھ اعلیٰ مقام حاصل کرنا ضروری ہے نہ کہ دیمک کی طرح پیدا ہو کر مر جانا۔ عام لوگوں کی طرح نہ ہوتے ہوئے خصوصی طور پر زندگی گزارنا چاہئے۔ اسلئے آپ ایک مرتبہ اپنے ذہن میں اس طرح سوچ بسالیں۔

- میرا مقصد کیا ہے؟
- میں کیا کر رہا ہوں
- کیا میرے پاس کوئی اہم مقصد ہے۔
- اگر ہے تو وہ کیا ہے؟

ہماری ترقی اور ترویج ہمارے تعین کردہ مقصد (منزل) میں ہی مضمر ہے۔ اس کے حصول کے لئے درکار راستہ میں ہی مضمر ہے۔ اس مقصد کے حصول کیلئے درکار حوصلے میں مضمر ہے۔ اس لئے اگر وہ راستہ کا واضح تعین کرنا ہو تو اس مقصد کے لئے حصول کیلئے ہمیں اچھی معلومات اور فہم کا حاصل ہونا ضروری ہے۔ اور مواقع کا بروقت استعمال کرنا چاہئے۔

قول: زندگی میں ایک مقصد ہو تو وہ ایک عظیم ورثہ ہے۔ کارلیل

قول: زندگی کا کوئی مقصد ضرور ہونا چاہئے اس کے حصول کے لئے دلجمعی سے کوشش کیجئے۔ دوویکانند

5۔ عوامی ملکیت کا تحفظ کریں گے

II۔ ذیلی قدر
عوامی ملکیت کے تحفظ میں
ہماری ذمہ داریوں کا تعین کرنا

I۔ اہم قدر
ذمہ داریاں تفویض کرنا
فرائض کی ادائیگی

- عوامی ملکیت کے تحفظ کا تصور کرنے کا احساس پیدا ہونا۔
- عوامی ملکیت کے تحفظ میں اپنی ذمہ داریاں نبھانے کے قابل ہونا۔

III۔ مطلوبہ نتائج، مقاصد

تمہید

ہماری سماج میں کوئی ایک ادارے انسانی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے معاون ہوتے ہیں۔ عوام کے لئے مفید اداروں کا تحفظ ہمارا فرض ہے۔ لیکن آج کل ان اداروں اشیاء کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ ان کی حفاظت کی ذمہ داری ہم تمام پر عائد ہوتی ہے۔ اس لئے اس طرح کے نقصانات کو روکنا ضروری ہے۔ آئیے ہم اس کی ضرورت، ہماری ذمہ داری اور فرائض سے متعلق معلومات حاصل کریں گے۔

۷۔ موضوع

واقعہ: 1

گاؤں کا نام رنگاپورم ہے۔ اس گاؤں میں ایک سرکاری مدرسہ ہے۔ اس مدرسہ میں جملہ 7 جماعتیں ہیں۔ گاؤں کے تمام لڑکے لڑکیاں اسی مدرسہ میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ مدرسہ کا وقت ختم ہوتے ہی تمام طلباء اور اساتذہ اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں۔ وہ لوگ چلے جانے کے بعد مدرسہ تاش کھیلنے والوں کے اڈے میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ رات میں مویشیوں کو بھی مدرسہ کے احاطے میں باندھا جاتا ہے۔ چند لوگ حواج ضروریہ سے فراغت کیلئے مدرسہ کے احاطے کو استعمال کرتے ہیں۔ صبح میں مدرسہ کا پورا علاقہ گندگی سے بھرپڑا رہتا ہے۔ اس طرف توجہ دینے والا اس گاؤں میں کوئی بھی فرد نہیں ہے۔

واقعہ: 2

حال ہی میں ایک سیاسی جماعت نے بند کا اعلان کیا۔ اُس سیاسی جماعت کے لوگوں نے اپنی پارٹی کے ارکان کو نقصان پہنچا کہہ کر آرٹی سی بسوں پر سنگ باری کر دی آرٹی سی بسوں کے شیشے توڑنا اور بسوں کو آگ لگانا جیسے اقدامات کئے۔ اس طرح کے عمل سے ساری ریاست میں بسیں جوں کی توں روک دی گئیں۔

واقعہ: 3

کیا آپ نے کبھی اس طرح توجہ دی؟

چند لوگ بسوں، ریل گاڑیوں میں سفر کرتے وقت بازو کی کھڑکیوں کے شیشوں پر نازیباً الفاظ لکھنا، تصویریں اتارنا، سیٹوں کے پیچھے لکھنا، سیٹ پھاڑ ڈالنا جیسی گھناؤنی حرکتیں کرتے ہیں۔ سیٹوں کے بازو لکھے ہوئے جملے، نعرے (تمباکو نوشی ممنوع ہے، خواتین کی عزت کریں وغیرہ) کو بلڈ سے مٹا دینے کی حرکتیں بھی کرتے ہیں۔

یہی نہیں بلکہ بسوں، ریلوں میں پھل وغیرہ خرید کر کھاتے ہیں اور ان کے پھلکے وغیرہ سیٹوں کے نیچے ڈال دیتے ہیں۔ پینے کے پانی کی پیالکس، چائے کے خالی گلاس (پلاسٹک) بے کار کاغذ، بس کے ٹکٹس بھی وہیں پر ڈال دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ سگریٹ نوشی کرتے ہوئے بازو بیٹھے ساتھی مسافروں کو بھی تکلیف میں ڈالنے ہیں تمباکو، کھٹکے وغیرہ چبا کر وہیں پر تھوک دیتے ہیں۔ بس ریل گاڑی کس کی ملکیت ہے؟ کسے کون خراب کر رہا ہے؟ ذرا غور کیجئے۔

کسی ایک شے، عمارت یا موٹر گاڑی کو تباہ کرتے وقت ذرا سوچئے کہ وہ شے، ملکیت کتنے لوگوں کی محنت سے تیار ہوتی ہے۔ کتنی دلچسپی اور کتنے وسائل استعمال کر کے وہ چیز میں تیار کی گئی ہیں۔ ہم اسے تباہ تو کرتے ہیں لیکن کیا ہم انہیں بنا سکتے ہیں۔ اس بات پر غور و فکر کرنا چاہئے۔

VI (الف) غور کرنا۔ رد عمل کا اظہار

- 1- عوامی ملکیت سے کیا مراد ہے؟ یہ کس کی ملکیت ہوتی ہے؟
- 2- آپ نے مذکورہ بالا واقعات کو سنا۔ اس طرح کے واقعات پر آپ کا رد عمل کیا ہے؟
- 3- بند کا اعلان کرنے پر کن کن لوگوں کو نقصان پہنچتا ہے؟ ہمیں کیا مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے؟
- 4- سماج میں عوام سے منسلک کون کونسی املاک ہوتی ہے؟ ہمیں ان کا تحفظ کیوں کرنا چاہئے۔
- 5- عوامی املاک کو تباہ کرنے کا مطلب ہماری املاک کو تباہ کرنے کے مترادف ہے، مباحثہ کیجئے۔
- 6- ایک ذمہ دار شہری کے فرائض کیا ہے؟

(ب) عمل کرنا، تجربات کا تبادلہ خیال

- آپ کے اطراف و اکناف میں عوامی املاک کون کونسی ہے۔ نشاندہی کیجئے۔ وہ کیسی ہیں بتائیے؟
- عوامی املاک کے تحفظ کیلئے ایک ریالی کا انعقاد کیجئے۔ ریالی میں حصہ لینے کے لئے عوامی املاک کے تحفظ پر نعرے (Slogans) تحریر کیجئے۔

جانے

سرکاری املاک کا تحفظ ہم تمام کی ذمہ داری ہے

ہم روز آنتی وی اور اخبارات میں یہ دیکھتے ہیں کہ سرکاری املاک کو نقصان پہنچایا گیا ہے اور سرکاری املاک پر قبضہ کیا گیا ہے وغیرہ۔ عوام کے فائدہ کیلئے مختص کردہ سرکاری زمینات پر لینڈ گرا برس ناجائز قبضے کر رہے ہیں۔ انہیں غیر قانونی طور پر اپنے قبضے میں رکھتے ہوئے اپنے ذاتی مفادات کے لئے اس کا استعمال کر رہے ہیں۔ اسی طرح عوام کی ضروریات کی تکمیل کے لئے بنائے گئے تالاب، عمارتوں پر بھی ناجائز قبضے ہو رہے ہیں۔ ان کی مرمت و دیکھ بھال بھی صحیح ڈھنگ سے نہیں ہو پارہی ہے۔ یہ تمام سرکاری املاک کے زمرے میں ہی آتے ہیں۔ ان سے عوام کو فائدہ پہنچنا چاہئے۔

ہمارا ملک جمہوری ہے۔ عوام ہی اس کے حکمران ہیں۔ اس لئے تمام املاک عوامی املاک ہے۔ عوام کی کوشش اور عوام کی دولت سے ہی سرکاری املاک وجود میں آتی ہے۔

سرکاری املاک تمہاری ہے
حفاظت کرنا ہمارا فرض ہے
غصہ اور ناراضگی کے وقت
املاک کو نقصان نہ پہنچائیے
سرکاری املاک کو نقصان نہ پہنچائیے

ہمارا مدرسہ ہمارا کتب خانہ ریل گاڑیاں، بسیں وغیرہ سرکاری املاک ہے۔ چند لوگ اپنے مفادات کی خاطر دھرنا منظم کرتے وقت ہڑتال کرتے وقت سرکاری املاک کو شدید نقصان پہنچ رہا ہے۔ ایسا ہوتے وقت انسانی جانوں کا نقصان ہوتا ہے۔ عوام کو کئی ایک مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بعد میں سماج کو بھی ایک عظیم نقصان سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ تباہ شدہ املاک کو دوبارہ ٹھیک کرنے کیلئے کافی محنت و مشقت اٹھانی پڑتی ہے۔ اس کیلئے عوام کو زیادہ ٹیکس ادا کرنا پڑتا ہے۔

تمام سرکاری املاک عوامی املاک ہوتی ہے۔ یعنی ہمارا املاک۔ یہ ہماری جانب سے تیار کردہ ہے۔ ہم تمام کو اس کی حفاظت کرنا چاہئے۔ ملک کی ترقی میں معاون ہونا چاہئے۔ سرکاری املاک کا تحفظ ایک قومی جذبہ ہے۔ اس لئے اگر ہم ان کا تحفظ کرتے ہیں تو ہم ہماری قوم کی مدد کرنے کے مترادف ہے۔ اس لئے ان کا تحفظ ہماری ذمہ داری سمجھنا چاہئے۔

تاریخی عمارتیں، سیاحتی مراکز وغیرہ کو صاف ستھرا رکھنا چاہئے۔ ان کی دیواروں پر نام وغیرہ یا دوسری تحریریں کندہ کرنا نہیں چاہئے۔

عبادت گاہوں، کتب خانوں اور اسپتالوں میں خاموش رہیں۔ عوامی جگہوں پر سگریٹ نوشی نہیں کرنا چاہئے۔ شراب نوشی کرتے ہوئے دوسروں سے نازیبا یا ناشائستہ برتاؤ نہیں کرنا چاہئے۔

عوامی پارکوں میں پودوں کی ٹہنیاں توڑنا، پھول توڑنا، پودے اکھاڑ کر لے جانا وغیرہ بہترین شہری کے اوصاف نہیں ہیں۔ چڑیا گھروں میں جانوروں پر ظلم کرنا نہیں چاہئے۔ کتب خانے کی کتابوں میں سے اوراق پھاڑ دینا، کٹنگ کر کے چھپالینا وغیرہ نہیں کرنا چاہئے۔ نصف شب کے بعد آفتبازی وغیرہ سے احتراز کرنا چاہئے۔

وسائل کو برباد نہ کرتے ہوئے ان کی بحث کریں اور ان کا حسب ضرورت استعمال کریں۔ ماحول کا تحفظ کریں۔ صاف صفائی کا خیال رکھیں۔ عوامی مقامات پر کوڑا کرکٹ نہ ڈالیں بلکہ اس کیلئے مختص کوڑہ دان کا استعمال کریں۔ دوسروں کو بھی اس بات کی تلقین کریں۔ حوائج ضروریہ سے عوامی مقامات پر فارغ نہ ہوں بلکہ سلا بھ کا مپلکس کا اس مقصد کیلئے استعمال کریں۔ سڑکوں پر تھوکنے سے احتراز کریں۔

پانی کے نل اور برقی آلات کا بے مقصد استعمال نہ کریں۔ ایندھن کی بچت کریں کو کر کے استعمال سے صاف ستھرا پکوان کم وقت میں کیا جاسکتا ہے۔ چلنے اور سائیکل سواری سے صحت بھی ٹھیک رہے گی اور ایندھن کی بچت بھی ہوگی۔

مذکورہ بالا امور سے عوام کو سہولت ہونا چاہئے۔ عوامی املاک کو نقصان سے بچانے کے لئے حکومت ہند نے چند فراغ کو آئین میں رکھا ہے۔ سرکاری املاک کا تحفظ تشدد کے تدارک کیلئے باب 9 میں تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس لئے ہم سرکاری املاک کو نقصان نہ پہنچائیں۔ اس طرح کے عمل سے عوام کو مناسب مدد نہیں کی جاسکتی۔ اس لئے ان کا تحفظ ہماری ذمہ داری ہے۔

کیا آپ جانتے ہیں

ہمارا ملک ہندوستان ہے۔ دنیا کے بڑے ملکوں میں ہمارے ملک کا شمار ہوتا ہے۔ جمہوری ممالک میں سب سے بڑا ملک ہمارا ہندوستان ہے۔ ہمارے ملک میں تمام لوگوں کو فائدہ پہنچانے کیلئے اور بہترین نظم و نسق کے لئے دستور کی تدوین کی گئی۔ دنیا کے بڑے دستوروں میں ہمارا دستور بھی بہت اہمیت کا حامل ہے۔ ہمارا دستور ہمیں کچھ بنیادی حقوق فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ کچھ ذمہ داریوں کو بھی ہمیں تفویض کرتا ہے۔ وہ یہ ہیں۔

1- مساوات کا حق

2- آزادی کا حق

3- ظلم کے خلاف احتجاج کا حق

4- مذہبی آزادی کا حق

5- تہذیبی و تعلیمی حق

6- جائیداد کا حق

7- دستوری پابجائی کا حق

ان کے ساتھ ساتھ ہمارے ملک کے تمام لوگوں کیلئے چند بنیادی ذمہ داریاں بھی دستور نے تفویض کی ہیں۔ یہ جملہ 11 ہیں۔

1- دستور ہند کے مطابق اس کے بناتے ہوئے اصولوں، اداروں، قومی ترانے، قومی گیت کے تین عزت و احترام کرنا۔

2- آزادی کے لئے کی جانے والی جدوجہد میں موجود امیدوں کا پالن کرنا۔

3- ہندوستان کی قومی سالمیت، اتحاد اور یکجہتی کی تائید کرتے ہوئے اس کا تحفظ کرنا

4- ملک کی حفاظت کرنا، ضرورت پڑنے پر قومی امداد میں حصہ لینا۔

5- مذہب، زبان، علاقہ، قبضہ سے متعلق موجود تنوع سے مبرا ہو کر ملک کے تمام شہریوں میں یکجہتی اور مل جل کر رہنے کو فروغ

دینا۔ خواتین پر مظالم سے گریز کرنا۔

- 6- متنوع تہذیبی و ثقافتی ورثہ اور کا تحفظ کرنا
- 7- جنگل، ندیاں، تالابوں اور جنگلی جانوروں سے لیس قدرتی ماحول کی حفاظت کرتے ہوئے ان کے فروغ کیلئے نمایاں کردار ادا کرنا۔
- 8- سائنسی رجحان، انسانیت، غور فکر و تحقیقی امور کا اپنے اندر پایا جانا
- 9- سرکاری املاک کی حفاظت کرنا، تشدد کو روکنا۔
- 10- قوم کے معیار کو بلند کرنے کیلئے ان پروگراموں میں حصہ لینا۔
- 11- 6 تا 14 سال کے لڑکے لڑکیاں اور ان کے والدین کو مناسب تعلیم فراہم کرنا۔
- مذکورہ بالا ذمہ داریوں میں سے ہم کون کونسی ذمہ داریاں قبول کرتے ہیں۔ غور کیجئے۔

قول

آج ہم کوشش کر کے کچھ حاصل کریں گے اور کل کے لیے اس کو محفوظ رکھیں گے

6- اشیاء کی بچت

I- اہم قدر
بچت کی ضرورت

II- ذیلی قدر
ناکارہ اشیاء کو نہ پھینکتے ہوئے
اُن کا بار بار استعمال کرنا

III- مطلوبہ نتائج، مقاصد

- طلباء اس بات سے واقف ہونگے کہ ان کے ہاں موجود اشیاء کو کس طرح احتیاط کے ساتھ استعمال کر سکتے ہیں۔
- اس بات سے واقف ہونگے کہ اشیاء کو بے وجہ استعمال نہیں کیا جانا چاہئے۔

تمہید

ہماری ہندوستانی تہذیب میں زمانہ قدیم سے ہی اشیاء کا بہت احتیاط سے استعمال ہوتا رہا ہے۔ اس زمانہ میں چاندی، کانس، تانبہ اور پیتل جیسے دھاتوں سے اشیاء تیار کی جاتی تھیں اور وہ ایک مرتبہ تیار کی گئی اشیاء کو نسل در نسل استعمال کیا کرتے تھے۔ آج بھی اگر ہم اپنے آباد و اجداد کے گھروں میں اس زمانہ کی اشیاء کو ڈھونڈیں تو ضرور مل جاتی ہیں۔ یعنی وہ لوگ بہت احتیاط کے ساتھ ان اشیاء کا استعمال کرتے تھے اور وہ ان کے لئے یہ اشیاء باعث شان و شوکت تھے۔ مگر موجودہ زمانہ میں ہم مغربی تہذیب کے کلچر 'استعمال' کیجئے اور پھینکتے (Use and Through) کے عادی ہو چکے ہیں۔ شادی برات کے موقعوں پر تقریبات میں پلاسٹک یا کاغذی برتن و گلاس (Paper plates and glasses) استعمال کر کے پھینک دیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے اشیاء کا استعمال بھی زیادہ ہو چکا ہے۔ ہم پرانی گندی اور متحیر اشیاء کے عادی ہو چکے ہیں۔ بدلتی ہوئی نئی ٹکنالوجی کی وجہ سے تیز رفتاری سے تیار ہونے والے نئے ماڈلس کی خواہش میں پرانی اشیاء کی پھینک کر ماحول کو بہت زیادہ آلودہ کر رہے ہیں۔ اس طرح کاروبار ہمارے لئے ہی نقصان دہ اور مصیبت کا باعث ہوگا۔ لہذا ہمارے پاس موجود اشیاء کو کفایت شعاری کے ساتھ استعمال کرنے کی صلاحیت میں اضافہ کر کے آلودگی اور غیر ضروری خرچ کو کم کرنے کی کوشش کرنا چاہئے۔

۷۔ موضوع

واقعہ

وہاں ایک شادی کی تقریب ہو رہی ہے آنے والے سبھی مہمانوں کے لئے طعام کا انتظام تھا جہاں استعمال کر کے پھینکے جانے والے کاغذی پلیٹ میں کھانا دیا جا رہا تھا مٹھائی کے لئے ایک پلاسٹک کا کٹورہ چمچہ اور دہی کے لئے بھی پلاسٹک کے کٹوروں کا استعمال کیا جا رہا تھا۔ پانی پینے کے لئے بھی پلاسٹک کے ہی گلاس موجود تھے۔ وہاں پر ایک دفعہ پانی پینے کیلئے استعمال شدہ گلاس کو دوبارہ استعمال نہیں کیا جا رہا تھا۔ تقریب کے اختتام پر کھانے کی برتن، کٹورے، گلاس وغیرہ ڈھیروں کی شکل میں ادھر ادھر موجود تھے اور وہ ہوا کے ایک جھونکے کے ساتھ ہی ہر طرف بکھرے پڑے نظر آ رہے تھے۔

VI۔ (الف) سوچئے۔ رد عمل ظاہر کیجئے۔

- 1- ہر دفعہ ان چیزوں کو استعمال کر کے پھینک دینے پر کیا ہوگا؟
- 2- ان چیزوں کو کفایت شعاری کے ساتھ کیوں استعمال کرنا چاہئے؟
- 3- ہمارے گھر میں کن کن اشیاء کو کفایت شعاری کے ساتھ استعمال کرنا چاہئے۔ انہیں کیسے کفایت شعاری کے ساتھ استعمال کرنا چاہئے۔
- 4- ”ہم اشیاء کو کفایت شعاری کے ساتھ استعمال کرنے سے ہم ہمارے ملک کی مدد کرنے والے بنیں گے۔“ کیسے؟ وضاحت کیجئے۔
- 5- ہم پلاسٹک گلاس اور برتن کے بجائے اسٹیل کے گلاس اور Fibre plates کو بار بار استعمال کر سکتے ہیں! مباحثہ کیجئے۔

(ب) عمل کیجئے۔ تجربات بتلائیے۔

کیا آپ اپنے گھر اور اسکول کی اشیاء کو کفایت شعاری کے ساتھ استعمال کیا ہے؟ کوئی اشیاء کو کس طرح کفایت شعاری کے ساتھ استعمال کیا ہے بتلائیے۔

VII - جانیے

ہم ہماری ضرورت کے مطابق ہی اشیاء خریدیں۔ خریدیں گئی اشیاء زیادہ عرصہ تک کفایت شعاری کے ساتھ استعمال کرنا چاہئے۔ ایک مرتبہ استعمال کر کے پھینکی ہوئی اشیاء اور احتیاط سے استعمال نہ کرنے سے خراب ہونے والی اشیاء کی وجہ سے کئی وسائل بیکار ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ ماحولیاتی آلودگی کا سبب بھی بنتے ہیں کیونکہ اشیاء کی تیاری میں کئی وسائل (توانائی بجلی، انسانی وسائل) وغیرہ کی ضرورت پیش آتی ہے اور ان اشیاء کی تیاری کے عمل کے دوران بھی تھوڑی بہت ماحولیاتی آلودگی واقع ہوتی ہے۔ لہذا ہم کسی شے کو کفایت شعاری کے ساتھ استعمال کر کے اس کے عرصہ حیات و پائیداری میں اضافہ ہوگا۔ یعنی ہم بیسوں کے ساتھ ساتھ اس کے بنانے میں استعمال ہونے والے وسائل کی بچت کر رہے ہیں۔ اور آلودگی کی بھی روک تھام کر رہے ہیں۔

اشیاء کو خریدتے وقت احتیاط ملحوظ رکھنی چاہئے۔ پہلی دفعہ جب شے کو خریدتے ہیں تو اسکے معیار کو ملحوظ رکھنے پر اس کی دوبارہ خریدنے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ اگر کوئی شے سستے دام میں دستیاب ہو تو اس بات کو ذہن میں رکھا جانا چاہئے کہ وہ شے کم معیاری ہونے سے زیادہ عرصہ تک استعمال نہیں کر سکتے۔

اسی طرح اگر کوئی شے خریدتے ہیں تو ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ کیا وہ ہمارے لئے ضروری ہے؟ ہم اس بات کو بھی پیش نظر رکھنا چاہئے کہ کیا اس شے کی عدم موجودگی کی وجہ سے ہمارے روزمرہ زندگی میں کوئی خلل تو پیدا نہیں ہو رہا ہے؟ اس کے علاوہ ہمیں یہ بھی خیال رکھنا ضروری ہے کہ اس شے کو استعمال کر کے پھینکنے کے بعد کیا وہ ماحول کے لئے نقصان کا باعث تو نہیں ہے؟ ایسی اشیاء کو خرید جائے جو کافی عرصہ تک استعمال کر سکتے ہیں۔ ایک دفعہ ہی استعمال کر کے پھینکے جانے والی اشیاء کا استعمال کم کیا جائے۔

چند اشیاء کو بہت ہی کفایت شعاری کے ساتھ استعمال کیا جائے۔ حد سے زیادہ شوق میں غیر ضروری زیادہ اشیاء خرید کر نہ رکھیں۔

ہمارے گھر میں موجود اشیاء کو کفایت شعاری کے ساتھ استعمال کرنے کے طریقے:-

- ہمارے گھر میں موجود الیکٹریکل اور الیکٹرانکس کی اشیاء کو ہمیشہ صاف ستھرا رکھنے پر اس پر گرنے والی دھول اور دھبے وغیرہ سے حفاظت ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس کے کام کرنے کی صلاحیت بہتر ہونے کے ساتھ ساتھ اس کو کسی قسم کی درستگی کی بھی ضرورت پیش نہیں آتی۔

- آج کل ہم میں سے کئی افراد صبح اٹھتے ہی کمپیوٹر کو آن (On) کرتے ہیں اور یہ رات میں سونے تک اسی طرح آن رہتا ہے۔ اگر آپ بھی یہی طریقہ اپنا رہے ہوں تو اس طریقہ کو آپ فوراً ترک کیجئے۔ آپ کو جب بھی ضرورت ہو کمپیوٹر آن کر کے استعمال کرنے سے بجلی کی بل میں کمی کے ساتھ ساتھ کمپیوٹر کی زندگی میں اضافہ کا باعث ہوگا۔
- ہمارے گھر میں کوئی بھی ہم کام کر رہے ہوں تو ٹی وی آن رہتا ہے اور پروگرام چلتے رہتے ہیں۔ جہاں تک ممکن ہو سکے اگر ہم ٹی وی پروگرام نہ دیکھ رہے ہوں تو اس کو بند کرنا بہتر رہے گا۔
- واشنگ مشین میں ڈرائیو (Drye) کو کم سے کم استعمال کریئے۔ مشین کی زندگی میں اضافہ کے ساتھ ساتھ بجلی کا خرچ بھی نصف ہو جائیگا۔
- فریج کا دروازہ غیر ضروری اوقات میں زیادہ دیر تک کھلا رکھنے کی وجہ سے اس کے درجہ حرارت میں تبدیلی واقعہ ہوتی ہیں۔ اس تبدیلی کے مطابق مناسب درجہ حرارت کیلئے زائد بجلی کے بوجھ میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ فریج میں خرابی پیدا ہوگی۔ اس لئے آپ فریج کے دروازہ کو غیر ضروری اوقات میں کھولنے سے پرہیز کریں۔
- ہم جن موٹر گاڑیوں کا استعمال کرتے ہیں ان کو دھول اور مٹی کے ذرات سے صاف کر کے رکھنا چاہئے اور بلاناغہ سروسنگ (Servicing) کروائیں۔ جس کی وجہ سے اس کی زندگی میں اضافہ کے علاوہ آلودگی کی بھی روک تھام ہوگی۔

قول:

کفایت شعاری ایک قومی دولت ہے

7۔ طرز زندگی، صحت کے مسائل

I۔ اہم قدر
صحت کے اقدار

II۔ ذیلی قدر
طرز زندگی کی وجہ سے لاحق
ہونے والی بیماریاں

III۔ مطلوبہ نتائج، مقاصد

- مخصوص طرز زندگی سے پیش آنے والی بیماریوں سے واقف ہونگے۔
- طرز زندگی میں بدلاؤ سے بیماریوں میں مبتلا نہ ہونے کے اقدامات کریں گے۔
- دباؤ اور الجھن کو دور کرنے کیلئے مختلف مشاغل انجام دیں گے۔

تمہید

اس دور جدید میں جہاں مسابقت میں اضافہ ہو رہا ہے تو انسان کے زندگی میں بھی کئی تبدیلیاں واقع ہو رہی ہیں۔ صبح بیدار ہونے کے ساتھ ہی ڈوڑتی بھاگتی میکاکی زندگی جس میں دباؤ، الجھن اور زیادہ محنت کی وجہ سے بچے اور بڑے تمام بیماریوں کا شکار ہو رہے ہیں۔ جس سے ذہنی اور جسمانی بیماریوں کے مسائل سر اٹھا رہے ہیں اور بعض اوقات حد سے زیادہ دباؤ کو برداشت نہ کر پانے کی وجہ سے ایسے حالات بھی پیش آرہے ہیں جس کی وجہ سے لوگوں کی جانیں بھی ضائع ہو رہی ہیں۔ اس لئے آئیے ہم اس طرز زندگی میں تھوڑی سی تبدیلی لاکر اور چند تغذئی اصول اپنا کر اس بات سے واقفیت حاصل کریں گے کہ دباؤ اور الجھن جیسی صورتحال پر کیسے قابو پایا جاسکتا ہے۔

۷۔ موضوع

بدلتے ہوئے زمانے کے ساتھ ساتھ ہم بھی بدلنا چاہئے مگر یہ بدلاؤ صحت میں بگاڑ کی وجہ نہیں بننا چاہئے۔ اسلئے وقت کا بہتر طور پر استعمال کرنا چاہئے۔ تب ہی تمام کام کسی بھی دباؤ کے بغیر منصوبہ بند طریقے سے انجام دے سکتے ہیں۔ بہت سے لوگ گھنٹوں کرسیوں سے چپک کر اوقات کی پرواہ کیئے بغیر کام کرتے رہتے ہیں خاص طور پر سافٹ ویئر انجینئرز پر کام کا زیادہ بوجھ ہوتا ہے۔ اس کے لئے انہیں ایک وقفہ کے بعد تھوڑا سا آرام کر لیں تو بہتر ہوگا اس کے لئے اگر وہ دس منٹ کے لئے اپنی آنکھیں موند کر اطمینان کے ساتھ گذاریں تو ان کے کام کرنے میں گنی حوصلہ ملے گا۔ اسی طرح اسکول میں بھی بچے دباؤ اور الجھن سے عاری کھیلتے کودتے اکتساب حاصل کرنا چاہئے۔ بچوں کو رینکس (Ranks) کے نام پر دباؤ کا شکار کرنے پر ان میں ذیابطیس اور موٹاپے جیسی بیماریاں رونما ہونگی۔ کھیل کود اور ورزش کرنے سے ذہنی دباؤ میں کمی واقع ہوتی ہے۔ چند لوگ گھر پہنچتے ہی ٹی وی آن کر کے گھنٹوں پروگرامس دیکھتے ہوئے وقفہ وقفہ سے کھاتے بھی رہتے ہیں۔ اس قسم کی عادت تو بزرگوں میں بھی موجود ہوتی ہے۔ اس کی وجہ سے ان کے جسم میں کسی قسم کی مناسب حرکات کے نہ ہونے سے جسم میں چربی کے جمع ہونے کا خطرہ پیدا ہوتا ہے۔ نوجوانوں میں خون کا دباؤ Blood Pressure اور السرس (Ulcers) جیسی بیماریاں نمودار ہو رہی ہیں اور چند لوگ دباؤ کو برداشت نہ کر پا کر غلط عادتوں کا شکار ہوتے ہیں۔

اسکول میں طلباء بھی Study Hour کے نام پر کئی گھنٹے مسلسل بچوں پر بیٹھے ہوئے رہتے ہیں۔ اس طریقہ پر اگر بچے کم از کم دس گھنٹوں تک بیٹھے رہیں تو ان میں کمر درد اور عضلاتی کمزوریاں واقع ہوتی ہیں۔ یہ تمام ان کی طرز زندگی کی وجہ سے پیش آنے والے مسائل میں اگر وہ اپنی طرز زندگی میں تھوڑی سی تبدیلی لائیں تو بیماریوں سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔

۷۔ موضوع

واقعہ

رحیم اور فاطمہ کے دو بچے ہیں۔ رحیم اور فاطمہ دونوں نوکری کرتے ہیں وہ صبح اٹھتے ہی برتن صاف کرنا، پکوان کرنا اسی طرح بچوں کے ہوم ورک میں مدد کرنا اور بچوں کو تیار کر کے اسکول پر چھوڑ کر آفس کیلئے جاتے ہیں اور یہ دونوں کے روز بروز کی کشمکش ہوتی ہے اور جب وہ رات کے کسی بھی پہر گھر کو پہنچتے ہیں تب تک گھر پر بچے ماں باپ کی راہ تکتے رہتے ہیں۔ والدین کے آنے تک انہیں بھوک ستاتے رہتی ہے۔ والدین گھر آنے کے بعد وہ تیزی سے پھر سے گھر کے کام میں مشغول ہو جاتے ہیں یعنی پکوان کرنا، طعام کرنا، بچوں کی پڑھائی اور والد کارات دیر گئے تک ٹی وی دیکھنا روزمرہ کی عادت بن چکی ہوتی ہے بڑوں کی طرح بچے بھی کسی قسم کے کھیل کود کا مشغول نہ ہونے کی وجہ سے وہ ہوم ورک پراجکٹ کے کام اور انٹرنیٹ کی دنیا میں گم ہو جاتے ہیں۔

جب اسکول میں ایک دن میڈیکل چیک اپ (Check Up) کے تحت ان کا معائنہ کیا گیا تو بچوں کو ذیابیطیس گردوں میں کنکر کی موجودگی کا پتہ لگا اس کے علاوہ ڈاکٹروں نے یہ بھی بتلایا کہ یہ بچے موٹاپے (Obesity) کا شکار بھی ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ ان کا جسم تیزی سے موٹا ہوتا جا رہا ہے۔

VI۔ (الف) سوچئے۔ رد عمل ظاہر کیجئے۔

- 1- مندرجہ بالا واقعہ میں بچے بیماری کا شکار ہونے کی وجوہات کیا ہیں؟
- 2- بچے دباؤ اور الجھن کا شکار کیوں ہو رہے ہیں؟
- 3- ہمارے زندگی گزارنے کے طریقوں میں کسی قسم کی تبدیلی آئی ہے؟ ان کی وجہ سے کسی قسم کے مسائل درپیش ہو رہے ہیں۔
- 4- اس میکانیکل طرز زندگی میں اگر ہم صحت مندر ہنا چاہیں تو کیا کرنا چاہئے۔
- 5- دباؤ کو دور کرنے کیلئے ہم کیا اقدامات کرنے چاہئے۔
- 6- طرز زندگی میں بدلاؤ لانے کیلئے کیا کرنا چاہئے؟
- 7- صرف آندھرا پردیش کو سارے ملک میں ذیابیطیس میں پہلا مقام کیوں حاصل ہے؟
- 8- گذشتہ ہفتہ آپ نے کتنے گھنٹے کھیل کود چلنے (Walking) اور ورزش کرنے کیلئے مختص کیے تھے؟ اور کتنے گھنٹے آپ بیٹھے رہے بتلایئے۔

(ب) عمل کیجئے۔ تجربات بتلایئے

- روز آئندہ بلاناغہ ورزش کیجئے۔
- مراقبہ کیجئے۔
- آپ کے روزمرہ کاموں کو منصوبہ بند انداز میں مکمل کیجئے۔
- مندرجہ بالا امور انجام دینے کے بعد اپنے تجربات کہیئے۔

VII - جانیے

گذرتے زمانے کے ساتھ ساتھ عوامی زندگی میں بھی کئی تبدیلیاں واقع ہو رہی ہیں۔ بچوں کی تعلیم، روزگار، مسافت، شادیاں، عیدین اور مختلف تقریبات کی رفتار میں اضافہ ہوا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ دباؤ و تناؤ میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ اگر ہم باریک بینی سے جائزہ لیں تو پتہ چلے گا کہ ہر شخص کوئی نہ کوئی بیماری کا شکار ہے۔ روز بروز دل کی بیماریوں میں اضافہ خون کا دباؤ، ذیابیطیس، السرس (Ulcers) جلدی بیماریاں، وزن میں اضافہ، کمر درد، ذہنی الجھن، رپورٹ نارمل ہونے کے باوجود تھکن دور نہ ہونا اور کم عمر میں ہی بیماریوں کا شکار ہونا، مسلسل ڈاکٹرس سے رجوع ہونے کے باوجود بیماریوں سے نجات نہیں مل رہی ہے۔

تمام لوگ اپنی ضروریات سے زائد دولت کمانے کے لئے غلط عادتوں کے عادی ہو چکے ہیں۔ بچوں اور نوجوانوں میں تعلیم میں مسابقت بڑوں میں دولت کمانے کی مسابقت۔۔۔ مسابقت۔۔۔ مسابقت اس طرح تمام دنیا میں ہر سو مسابقت ہے۔ اس کی وجہ سے وقت مقررہ پر غذا کا نہ لینا، مناسب نیند کا نہ ہونا مناسب غذا کا نہ لینا وغیرہ کی وجہ سے انسان میں بے صبری، چڑچڑاہٹ اور غصے جیسی بیماریوں کا شکار ہو رہے ہیں۔

- زیادہ وقت تک ایک ہی انداز نشست (Posture) میں نہ بیٹھیں بلکہ وقفہ وقفہ سے اٹھ کر ادھر ادھر ٹہلنا چاہئے۔
- تغذیہ بخش غذائیں اور پانی کا زیادہ استعمال کریں۔
- مزاحیہ قصے سماعت کریں اور وقفہ وقفہ سے تھوڑا آرام کریں۔
- اسکول میں تصاویر اتارنا، اچھل کود کرنا اور لڑکیاں رسی اور rings وغیرہ کھیلیں اسکے علاوہ مختلف کھیل کود میں حصہ لیں
- تعلیم کے علاوہ دوسرے امور پر بھی مباحثہ کریں۔
- زراعت سے متعلق کام انجام دیں۔
- بچے گھر آنے کے بعد فوراً ہی ہوم ورک کرنے کے بجائے کم از کم ایک گھنٹہ اپنے دوستوں کے ساتھ کھیلنے کا وقت نکالیں اور انہیں گھر کے بزرگوں کے ساتھ گفتگو کرنے کا بھی موقع دیں۔
- آلودگی سے دور رہیں۔
- صبح و شام کے اوقات میں پارک اور اس کے علاوہ ایسی جگہ جہاں زیادہ گھنے درخت موجود ہوں ٹہلنا چاہئے۔
- ان تمام امور کے علاوہ تھوڑے سے وقفہ کیلئے آنکھیں بند کر کے مراقبہ کرنا بہت افضل ہوگا۔

طرز زندگی سے درپیش صحت کے مسائل

بہترین صفائی، ٹیکہ اندازی، ضد جراثیم اور طبی اعتبار سے چونکا اپنے سے کئی بیماریاں جان لیوا ثابت نہیں ہو سکتیں کیونکہ جدید معلومات اس کا قلع قمع کر سکتے ہیں۔ دل کی بیماریاں اور کینسر جیسی بیماریاں جو انسان کے طرز زندگی کی وجہ سے اب یہ ان کی موت کی ابتدائی وجوہات کا سبب بن رہی ہیں۔ جو کچھ بھی موت کی وجہ ہو مگر ہر ایک کی موت برحق ہے۔ لہذا طرز زندگی کی وجہ سے پیش آنے والی بیماریاں بے وقت موت کا موجب بن رہی ہیں۔ حالیہ دنوں میں دل کی بیماری اور کینسر جیسی بیماریوں سے جو طرز زندگی کے سبب حق ہوتی ہیں کئی لوگ کم عمری ہی میں موت کا شکار ہو رہے ہیں۔

بھارت جیسے ملک میں دیکھا جائے تو یہاں کے حالات بہت ہی تشویشناک نظر آ رہے ہیں۔ اس قسم کی بیماریوں کی صورتحال ہمیشہ بدلتی جا رہی ہے اور عالمی ادارے صحت (WHO) نے نشانہ ہی کی ہے کہ مستقبل قریب میں سب سے زیادہ ہندوستان طرز زندگی کی وجہ سے لاحق ہونے والی بیماریوں کا شکار ہوگا۔ حالیہ عرصہ میں طرز زندگی سے متعلق بیماریاں عام ہو چکی ہیں اور لوگ کم عمری ہی میں اس کا شکار ہو رہے ہیں۔

ہمارے ملک کی جملہ آبادی میں طرز زندگی میں ہونے والی بیماری +40 عمر سے گھٹ کر +30 عمر یا اس سے کم تر عمر کے لوگ اس بیماری کی وجہ سے اس خطرے کے دائرے میں آئینگے۔ عالمی ذیابیطیس کی راجدھانی کے نام سے ابھی ہمارا ملک ہندوستان بدنام ہے مگر اب یہ طرز زندگی سے متعلقہ بیماریوں کی راجدھانی کی بدنامی کا سہرا بھی ہمارا ملک بن سکتا ہے۔

آل انڈیا انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل سائنس (AIIMS) اور MAX ہسپتال مشترکہ طور پر منعقدہ کردہ تحقیقات کے مطابق ہندوستان میں High B.P موٹا پادل کی بیماریاں وغیرہ خاص طور پر شہری نوجوانوں میں تشویشناک حد تک اضافہ ہو رہا ہے۔ ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ ہاتھ پیر کو جنبش دینے بغیر انجام دی جانے والی نوکریاں (بیٹھ کر) چربوں سے بھرپور غذا اور شراب نوشی ہی اہم وجہ ہے جس کی وجہ سے ذیابیطیس، موٹاپا اور High BP جیسی بیماریوں کا لوگ شکار ہو رہے ہیں۔ کئی لوگ صرف ہی 25-30 سال کی عمر میں ہی High BP اور ذیابیطیس میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ ان بیماریوں کو نظر انداز کرنے پر ایک عرصہ کے بعد گردوں کے ناکامی کی راہ ہموار ہوتی ہے اور یہ تمام طرز زندگی میں تبدیلی اور دباؤ کی وجہ سے ہی اس قسم کے مسائل کا باعث ہو رہے ہیں۔

شہر میں آلودگی کی وجہ سے انسانی گردے متاثر ہو رہے ہیں۔ اور اسی کی وجہ سے سانس لی ہوئی ہوا بھی آلودہ ہو چکی ہے اور پینے کا پانی بھی آلودہ ہو رہا ہے جس میں پارہ، سیسہ اور آرسنک کے فیصد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ گردہ کی نالیوں میں یہ آلودگی جمع ہو کر ان کو تباہ کرتی ہے۔

دباؤ کی وجہ سے بچوں میں بیماریاں

اس بات پر کوئی دورائے نہیں کہ دباؤ کی وجہ سے صحت پر اثر ہوتا ہے۔ یہ بزرگوں میں ہی نہیں بلکہ بچوں پر بھی قابل لحاظ اثر پڑتا ہے۔ تحقیقات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بچپن میں دباؤ کا شکار بچے بڑے ہونے پر ان میں موٹاپا اور دوسرے قسم کے مسائل پیدا ہونے کا زیادہ اندیشہ ہے۔ حالیہ عرصہ میں تحقیقات سے پتہ چلا ہے کہ اس کا اثر تخمینہ سے بہت زیادہ ہے۔ تحقیق کاروں سے ثابت ہے کہ مصیبتوں میں مبتلا اور شدید ذہنی اذیت کا شکار ہوئے۔ علحدہ ہوئے ماں باپ۔۔ معاشی مسائل سے دوچار بچوں میں سمعی معذوری، ذہنی و جسمانی مسائل جیسے کسی نہ کسی مسئلہ سے دوچار ہو رہے ہیں۔

جب کہ چند لوگوں میں یہ تمام تینوں مسائل موجود ہوتے ہیں جو بہت ہی تشویشناک ہے۔ فلورائیڈ یونیورسٹی کے تحقیق کاروں کا کہنا ہے کہ یہ تمام مسائل دباؤ کے اثر سے واقع ہوتے ہیں۔ عرصہ دراز سے صرف دباؤ کا شکار لوگوں کے ذہن اور جسم کو نقصان پہنچا ہے۔ یہ اعصاب سے متعلقہ ہارمون کے نظام اور بیماریوں سے مزاحمت کے نظام میں تبدیلیوں کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ جس کی وجہ سے بیماریوں میں مبتلا ہونے کے آثار بہت بڑھ جاتے ہیں۔ حقیقت میں دباؤ دراصل زندگی کا ایک حصہ ہوتا ہے۔ ہر کسی کو اس کا سامنا کرنا ہی پڑتا ہے۔ یہ بچوں میں نئے امور کو سیکھنے، مصیبتوں کا سامنا کرنے کیلئے معاون ہوتا ہے۔ مگر دباؤ شدید ہو اور اس کا سامنا کرنے کی صلاحیت میں کمی ہو تو اس کے مضر اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ بچپن میں اگر زیادہ عرصہ تک دباؤ کا شکار ہوتی اس کی وجہ سے دماغ کی نشوونما میں بگاڑ واقع ہوتا ہے۔ اعصاب اور بیماریوں سے مزاحمت کرنے والا نظام کمزور پڑ جاتا ہے۔ تحقیق کاروں کے مطابق اتنا ہی نہیں بلکہ بڑے ہونے پر شراب نوشی کی عادت، برے عادات، غذا کے مسائل، دل کی بیماری، کینسر جیسے مسائل درپیش ہوتے ہیں۔ اس لئے اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ جب کبھی ہمیں یہ محسوس ہو کہ بچے دباؤ کا شکار ہو رہے ہیں تو فوراً چوکنا ہو جانا چاہئے۔

ورزش ہی علاج ہے

ورزش جسمانی صلاحیت میں اضافہ کرتا ہے اور جسامت میں نکھار پیدا کرتا ہے اور یہ وزن کو کم کرنے میں بھی معاون ہوتا ہے اس کے علاوہ یہ دل کو تازگی و تقویت بخشنے کیلئے۔۔ عرصہ حیات میں اضافہ کرنے میں بھی یہ معاون ہوتی ہے اور انسان میں خود اعتمادی پیدا کرنے کا بھی ذریعہ بنتی ہے۔

اگر ہم اس طرح تذکرہ کرتے جائیں تو ورزش کے کئی فوائد ہیں۔۔۔ ہر روز کم از کم تیس منٹ تک ورزش کریں تو بھی کافی ہے۔ جس کی وجہ سے ہم بیماریوں سے بچا جاسکتا ہے۔ حقیقت میں اگر جسم کی صلاحیت میں کمی واقع ہو تو چھوٹے چھوٹے مسائل بھی بڑے نظر آتے ہیں اور ورزش کے ذریعہ ہم ان پر قابو پاسکتے ہیں۔ اس لئے فی الحال ورزش کو بھی علاج کے حصہ کے طور پر جانا جا رہا ہے۔ آئیے دیکھیں کہ چند بیماریوں کے علاج میں کس طرح ورزش معاون ہوتی ہے۔

الجھن :-

طویل عرصہ تک الجھن کا شکار لوگوں کو ہی بہت زیادہ ذہنی مسائل کا خطرہ ہوتا ہے۔ ورزش کے ذریعہ ان بیماریوں سے نجات حاصل کر سکتے ہیں کیونکہ بلاناغہ ورزش کرنے والوں سے متعلق طبی ریسرچ بتلاتے ہیں کہ ان میں 25% تناؤ کی کمی واقع ہوتی ہے چونکہ ورزش کی وجہ سے ذہن کو خوشگوار بنانے والے کیمیائی مادے انڈارق جسم میں افزا ہوتے ہیں۔ خاص طور پر سانس سے متعلق ورزش بہت ہی مفید ثابت ہوتی ہے۔ اور دوسرے ورزشیں بھی بہت کارآمد ہوتی ہیں اور یہ ورزشیں زیادہ کرنے پر نتائج بہتر ہوتے ہیں۔

یادداشت کی کمی :-

ورزش کی وجہ سے دماغ کے دوران خون میں اضافہ ہوتا ہے اسی طرح یادداشت کی قوت کو کنٹرول کرنے والے حصے نشوونما پاتے ہیں۔ کئی ریسرچ سے ثابت ہوتا ہے کہ ورزش کرنے والوں کی قوت یادداشت، یکسوئی، فیصلے لینا، وقت واحد میں مختلف مقاصد کو انجام دینا اور منصوبہ بندی جیسے امور میں بہت ہی مستعدی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ایک ہی طرح کی ورزش کے بجائے مختلف قسم کے ورزشیں کرنے پر نئی مہارتیں سیکھنے میں بھی دماغ کو مدد ملتی ہے۔ لہذا، رقص، کھیل کود، صحن میں پودوں کو لگانا، سیکل پر سوار ہو کر مختلف نئے راستوں کی جانب نکل پڑنا۔۔۔ جیسے نئے نئے طریقوں کے ذریعہ تجربات کرنا بہتر ہوگا۔

نیند کے مسائل :-

ورزش کی وجہ سے دماغ کو دوران خون کی فراہمی میں تیزی آتی ہے۔ دماغ کو خون کے ساتھ ساتھ لوہا بھی دستیاب ہوتا ہے جو گہری نیند کے لئے معاون ہوتا ہے۔ تحقیقات سے پتہ چلا ہے کہ وہ لوگ جو ورزش کرتے ہیں دوسروں کے مقابلے میں گہری اور بغیر خلل کے آرام سے نیند کی آغوش میں رہتے ہیں۔

بھرپور نیند نہ ہونے کی وجہ سے وزن میں اضافہ، کمزوری، تھکن، دل کی بیماریاں اور دباؤ کو برداشت نہ کر پانا جیسے مسائل حملہ آوار ہوتے ہیں۔ اس قسم کے مسائل سے بھی ورزش حفاظت کرتی ہے۔ نیند کے دوران غرائے لگانے کے مسئلہ سے دوچار لوگوں کو زیادہ ورزش کرنا مفید ثابت ہوگا۔

دمہ (Asthma): -

تحقیقات سے پتہ چلا ہے کہ جس شخص کا دل اور خون کی نالیاں صحت مند ہوں ان میں دمہ کی شدت میں کمی واقع ہوتی ہے۔ وزن بڑھنے سے چربی کے خلیے جسم میں سوجن کیلئے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ جو دمہ کی شدت میں اضافہ کرنے میں معاون ہوتے ہیں۔ لہذا ورزش کے ذریعہ خاص طور پر دل کو تقویت بخشنے Aerobic ورزش کے ذریعہ دمہ کی علامتوں کی شدت میں کمی کے امکانات موجود ہوتے ہیں۔ لہذا صحن میں ورزش کرنے والے آلودگی، کہر اور ٹھنڈی ہوا جو دمہ کی بیماری کو متحرک کرتی ہیں اس سے بچیں۔

ریڑھ کی ہڈی، کمر، گھٹنوں اور گردن کا درد:-

عضلاتی کمزوری کمزوری کی وجہ سے درد ہوتا ہے۔ مثلاً ران سے نکلنے والی Illiotibial عضلات کا تعلق کمزور ہونے پر گھٹنوں کا درد ہو سکتا ہے۔ زیادہ وقت تک کمپیوٹر کے آگے جھک کر بیٹھنے پر کندھوں اور گردن کا درد ہو سکتا ہے۔ ان متعلقہ عضلات کو تقویت پہنچانے والے اور ان عضلات میں کھینچاؤ والے ورزش کے ذریعہ اس قسم کے درد کو دور کیا جاسکتا ہے۔

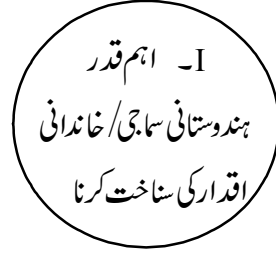
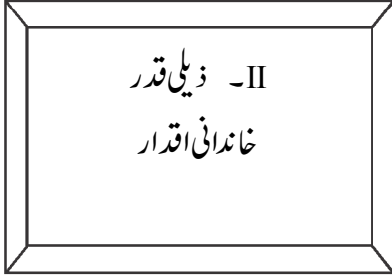
طرز زندگی میں بدلاؤ ضروری ہے

صحت مند طرز زندگی سے مراد اچھی غذا استعمال کرنا، ہر روز مناسب مقدار میں پانی پینا اور گہری نیند سونا، جسمانی ورزش، چلنا، کھیل کود وغیرہ میں حصہ لینا اور جسم سے پسینہ خارج ہونے پر ہی آپ ہشاش بشاش رہتے ہیں۔ پانی کم پینا، سگریٹ نوشی، شراب نوشی، چٹ پٹی اشیاء، میٹھی اشیاء، چربی اور تیل کی اشیاء جسم کے وزن میں اضافہ کرتے ہیں۔ وزن میں اضافہ کی وجہ سے جسم میں چربی، ذیابیطیس اور خون کا دباؤ وغیرہ مختلف بیماریاں لاحق ہوتی ہیں۔ پانی کا زیادہ استعمال کرنے سے جسم میں موجود غلاظت دور ہو کر جسم نکھرتا ہے۔ یوگا اور مراقبہ جیسے ورزشوں کی وجہ سے سش کی کارکردگی میں مزید اضافہ کرتے ہیں۔ دباؤ کی وجہ سے جسم میں کولسٹرال کی پیداوار میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور یہ چہرے کی جلد پر اثر انداز ہوتی ہے۔ چہرے پر موجود خون کی شعریات کمزور ہونے سے اکثر لوگ زیادہ عمر کے دیکھائی دیتے ہیں۔ غصہ کی وجہ سے چہرے کے عضلات پر اثر پڑتا ہے۔ اور جلد پر بہت جلد جھریاں نمودار ہوتی ہیں۔ مناسب نیند نہ ہونے کی وجہ سے آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقے تیار ہوتے ہیں۔ آنکھوں کے نیچے جلد ڈھیلی ہو کر گڑھے نمودار ہوتے ہیں۔ حد سے زیادہ گھٹنوں بیٹھ کر کام کرنے سے جسمانی محنت نہ ہونے سے زیادہ مقدار میں غذا کھانے سے ورزش، چلنا، کھیل کود نہ کرنے سے گھر سے باہر نکل کر دوستوں سے گپ شپ نہ کرنے سے غلط عادتیں جیسے سگریٹ نوشی، شراب نوشی، پھل اور ترکاریوں کا زیادہ استعمال نہ کرنا یہ تمام عمل اپنے ہی ہاتھوں اپنی صحت کو بیماریاں کے حوالہ کرنے کے مترادف ہے۔ طرز زندگی کا انحصار اپنے ہاتھوں میں ہی ہے۔ آپ اپنے طرز زندگی میں بدلاؤ لاکر ہی صحت مند رہ سکتے ہیں۔

قول:

جسم کے لیے ورزش اور ذہن کے لیے سرور دونوں ہی ضروری ہیں۔

8۔ خاندانی اقدار



- ہندوستان کے خاندانی نظام کے تئیں آگہی حاصل کریں گے۔
- مشترکہ خاندان کے نظام کو تقویت دینے سے حاصل ہونے والے فوائد سے واقفیت حاصل کر کے اس پر عمل پیرا ہوں گے۔

III۔ مطلوبہ نتائج، مقاصد

تمہید

ہندوستانی تہذیب کی بنیاد دراصل خاندانی نظام ہے جو اس خاندان کے اقدار خاندان کے افراد اور ان کی شخصیت پر منحصر ہوتی ہے۔ مگر موجودہ دور میں خاندانی نظام درہم برہم ہو رہا ہے۔ اور مشترکہ خاندان بکھر رہے ہیں۔ لوگوں میں خود غرضی نے جگہ بنالی ہے۔ لوگوں میں 'ہم' کے تصور کے بجائے 'میں'، 'میرا' اور میرا خاندان جیسے نعرے کے ذریعے اپنے ماں باپ کو تک چھوڑ کر علحدہ طور پر زندگی گزارنے کے عادی ہو رہے ہیں۔ رشتہ دار اور متعلقین کو بھول کر پیسوں کو زیادہ اہمیت دے کر خاندانی نظام کو تباہ کر رہے ہیں۔ ہمیں جنم دینے والے والدین اور خاندان کے اہم اشخاص کو یاد کرنا ہی انسانیت ہے۔ ہماری پیدائش اور نشوونما کے اہم رول نبھانے والے دادا، پردادا اور تمام متعلقین کو ان کے ناموں سے یاد کرنا زندگی بھر کی خوشی دینے کے مترادف ہے۔ زندگی کا تہذیبی ورثہ ہمیشہ ہر کسی کو باعث فخر ہوتا ہے۔ اپنے اپنے گاؤں میں بڑے بھائی، بڑی بہن، چھوٹے بھائی، چھوٹی بہن، چاچا، ماموں، دادا اور دادی جیسے رشتوں سے ایک دوسرے کو خطاب کرنا زندگی میں قسمت والوں کو ہی نصیب ہوتا ہے۔ آئیے اتنے اعلیٰ خصوصیات والے اس خاندانی نظام سے متعلق واقفیت حاصل کریں گے۔

۷۔ موضوع

درختوں پر شاخیں پتے پھول پھل اور بیج موجود ہوتے ہیں۔ اور وہ اپنے نسل کو بڑھاتے چلے جاتے ہیں۔ اسی طرح ہمارے آباد و اجداد کے تمام خاندان ایک ہی جگہ رہ کر اپنی نسل کو پیار و محبت کے ساتھ دیکھ بھال کیا کرتے تھے اور مضبوط رشتہ داری میں بندھے ہوئے ہوتے تھے۔ ان کے خاندانی شجرہ کی کہاں سے شروعات ہوئی اور ان کے خاندانی شجرہ کے مکمل تفصیلات اور تاریخ ان کے پاس موجود ہوتی تھی۔ اور ہمارے آباد و اجداد خاندانی شجرہ کو آج تک کی نسل کے بارے میں تفصیلات کو کتابی شکل میں محفوظ کیا کرتے تھے۔

ہمارے آباد و اجداد کے خاندانی نظام جو بہت ہی پائیدار رہتا تھا اور تمام لوگ طاقتور، صحت و عافیت اور سکھ و چین کے ساتھ زندگی گزارتے تھے۔ اور غذائی عادتوں کے معاملے میں بہت ہی ڈسپلن کا مظاہرہ کرتے تھے۔ لوگ نہایت ہی دیانتداری اور سچائی کے ساتھ زندگی گزارتے تھے اور وہ بہت ہی نیک خوف خدا رکھنے والے خدا کے بتلائے ہوئے راستے پر چلنے والے ہوتے تھے۔ اس لئے اس زمانہ میں درختوں کی دولت اور فصلیں بہت ہی کثرت میں موجود ہوتے تھے۔ بغیر قحط سالی کے مناسب وقت میں موسم کے مطابق بارش ہوتی تھی اور فصلیں بہتر انداز میں تیار ہوتی تھیں۔ اور تمام لوگ خوشی خوشی زندگی گزارتے تھے۔ موجودہ دور کی طرح بے موسمی بارش یا فصلوں کا نقصان نہیں ہوتا تھا۔

ہندوستانی تہذیب کی بنیاد دراصل خاندانی نظام ہے اور یہ اس خاندان کے اقدار خاندان کے افراد اور ان کی شخصیت پر منحصر ہوتی ہے۔ مگر حالیہ عرصہ میں خاندان اور ان کی شخصیت سے زیادہ اہمیت پیسوں کی ہو گئی ہے۔

گاؤں میں موجود لوگوں کو شہروں میں عمارتیں اور امیر لوگ نظر آ رہے ہیں۔ گاؤں کے لوگ شہروں کی طرف نقل مکان کر رہے ہیں۔ زرعی زمین، غیر زرعی یا بنجر زمین کی شکل اختیار کرنے سے یہ کاروباری ذرائع کے طور پر تبدیل ہو گئی ہیں۔ درخت ٹوٹ کر، تالاب سوکھ کر، بلا پتلا کسان دراصل کاروباری، تعلیم اور طبی کارپوریٹ لوگوں کے چنگل میں آ کر فریب کھا رہے ہیں۔ تمام درخت جنا ہو رہے ہیں اور تمام پرندے اپنی جگہ چھوڑ کر بھاگ رہے ہیں اور ہر کوئی دریا کے دو کناروں کی طرح زندگی گزار رہے ہیں اور ان کے درمیان پیار و محبت کا فقدان ہے۔ اور ماں باپ اور بھائی بہن کا احساس تک ختم ہو چکا ہے اور وہ رشتہ دہول کر قتل کر کے پیسوں کو ہی زندگی کا اہم ذریعہ مان کر زندگی گزار رہے ہیں۔ تب ان خاندانوں کا وجود کہاں رہے گا۔

ایک عام آدمی کے روزمرہ کا یہ معمول ہے کہ وہ ادھر ادھر توجہ دینے بغیر ٹی وی میں اپنے منہمک ہو کر سیرلس (Serials) یا پروگرامس دیکھ رہے ہیں کہ گھر میں آنے والا ہمارا آدمی ہے؟ یا پر ایسا آدمی ہے؟ کسی قسم کی توجہ نہ دیکر بے اعتنائی کے ساتھ چہرہ بنائیں آنے والے شخص کو ہی سوالات گھڑ دیتے ہیں کہ آپ نے ہمارے گھر کیسے تشریف لائے وغیرہ۔ بڑی بڑی تقاریر کرنے والوں اور اخبارات میں اشتہارات دینے والوں کو فخر کے ساتھ ان کا تعارف رہنے گاؤں والوں کی طرح کر داتے ہیں۔ اور جب ملاقات ہوتی ہے تو صرف رسمی طور پر ملاقات کرتے ہیں اور چلتے بننے میں اور کبھی گھر آنے کی دعوت نہیں دیتے۔

ایک زمانہ میں مشترکہ خاندان میں گھنے درختوں کی طرح اضافہ ہوتا تھا۔ وہ دن دور ہو گئے جہاں لوگ یہ کہتے تھے کہ مل جل کر رہنے پر ہی خوشی حاصل ہوتی ہے مگر آج مل کر رہنے پر جھگڑنے والے گھروں میں تبدیل ہو چکے ہیں اور جھگڑوں کی جدید ہے کہ لوگ عدالت تک یا قبر تک پہنچ رہے ہیں۔

خاندان میں موجود بچے اپنے نانا، نانی، دادا، دادی کی محنت و مشقتوں سے محروم ہو رہے ہیں۔ تین سال کی نوخیز عمر میں ہی بچوں کو مدرسہ میں شریک کروادیا جاتا ہے ان بچوں کیلئے یہ اسکولس جیل خانہ میں تبدیل ہو چکے ہیں اور پڑھائی ہی ان کا شیوہ ہو کر رہ گیا ہے۔

خاندان بکھر جانے سے خاندانی پیشے میں فقدان آیا ہے۔ ملاوٹی کارخانے (Adulterated) بن رہے ہیں جسکے مالکان امیر سے امیر ترین ہو رہے ہیں۔ خاندانی شجرہ کا نظام معدوم ہوتے جا رہا ہے۔ امیروں کے خاندانوں کی داغ بیل پڑ رہی ہے۔ دین داری کی جگہ دنیا داری نے لی ہے اور لوگوں کا خاندانی شجرے بھی اسی بنیاد پر آگے بڑھ رہے ہیں۔ اس بکھرتے خاندانی نظام کو تقویت پہنچانے کیلئے اپنی خود غرضی کو بالائے طاقت رکھنا چاہئے۔ خاندانی نظام کو تقویت دینے سے جو فوائد حاصل ہو سکتے ہیں ان کو پیش نظر رکھ کر اس پر عمل کیا جائے۔

چند اچھی مثالیں:

- والدین زندہ رہتے تک خاندان میں ان کی ہی بڑائی رہے اور ان کی بتلائی ہوئی رہنمائی میں زندگی گزاریں۔
- ان کی کہی ہوئی بات ہی کو آخری سمجھا جائے۔ اور ان ہی کی نگرانی میں خاندان کی باگ دوڑ ہونی چاہئے۔
- جو لوگ تعلیم حاصل کر کے ملازمت اختیار کیئے ہوں وہ اپنی زرعی زمینات اور جائیداد کو زراعت پیشہ افراد کو ہی دیں اس کے علاوہ ان کی اولاد کو شہروں میں تعلیم اور اس کے اخراجات خود برداشت کریں۔

VI (الف) سوچئے، رد عمل ظاہر کیجئے۔

- 1- ”ہندوستانی تہذیب کی بنیاد خاندانی نظام ہی ہے!“ کیا اس طرح کہنا مناسب ہے؟ کیوں؟
- 2- فی الحال ہمارے خاندانی نظام میں کسی قسم کی تبدیلیاں واقع ہو رہی ہیں۔
- 3- خاندانی نظام میں آنے والی تبدیلیوں کی وجہ سے رونما ہونے والے اثرات بتلائیے؟
- 4- خاندانی نظام بکھرنے یا خاندانی اقدار پامال ہونے کی وجوہات کیا ہیں۔
- 5- خاندانی نظام میں اقدار کو تقویت پہنچانا؟ تو آپ کن ہدایات اور مشورے دیں گے۔

(ب) عمل کیجئے۔ تجربات بتلائیے

- ہندوستانی تہذیب میں خاندانی اقدار کے فروغ کے لئے ہماری ذمہ داری بتلائیے؟
- آپ کے گاؤں میں کتنے مشترکہ خاندان ہیں شناخت کیجئے کسی دو خاندان کے افراد سے مل کر مشترکہ خاندان کے فوائد اور نقصانات پر مباحثہ کیجئے اور ان کی رائے بتلائیے؟

جانئے

تمام بچوں کو بے انتہاد یوانہ وار اور بے لوث محبت بانٹنے والا دل کس کا ہو سکتا ہے۔ تو اس بات پر دورائے نہیں ہو سکتی کہ یہ دل صرف اور صرف ماں اور باپ ہی کا ہوتا ہے۔ اپنے معصوم بچے کے چہرے پر ہنسی کے گل کھلانے کیلئے ماں اپنی پوری جانفشانی سے کوشش کرتی ہے۔ اور وہ اس کو اپنے گود میں لئے ماں کی ممتا اس کے رخسار کو چوم کر اپنی چھاتی سے دودھ پلا کر، جھولا جھلا کر، لوریاں سنا سنا کر سلاتی ہے اور باپ اپنے معصوم نو نہال ننھے منے بچے کی میٹھی میٹھی باتوں پر ناز کرتا ہے اس کے نازک چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا اٹھا کر آگے بڑھنے پر خوشی سے وہ مخمور ہوتا ہے۔ ننھے بچے کی زبان سے امی۔ بابا، بڑے بھائی بڑی بہن چھوٹے بھائی اور چھوٹی بہن جیسے مختلف رشتوں سے جب گھر گونجتا ہے تو ایسی محسوس ہوتا ہے کہ یہ رشتے اور ذمہ داریوں کے بندھے ہوئے گلستاں میں زندگی گزار رہے ہیں۔ یہاں پر میاں اور بیوی نام کی دو ڈوریوں کو ایک بندھن میں باندھ کر رکھنے والا رشتہ ہی اولاد ہے۔ خاندان اس رشتہ کو آرام و سکون، خوشی اور ذمہ داری سونپتا ہے۔

گھریلو معاملات میں ہر شخص کی ترقی کا دار و مدار کسی اپنے قریبی شخص سے ضرور ہوتا ہے۔ بچے اور بڑے تمام ایک دوسرے کی عزت کرتے ہوئے پیار و محبت سے زندگی گزارتے ہیں تو وہ گھر کسی جنت کا ہر تو نظر آئے گا۔

وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا اور وقت کے ساتھ ساتھ والدین بوڑھے ہونے سے ان کے شہرہ پر بھی جھریاں آنے لگتی ہیں۔ نظر کمزور ہونے لگتی ہے، ہاتھ کی پکڑ کمزور پڑ جاتی ہے اور پیروں میں تھر تھراہٹ شروع ہو جاتی ہے۔ اس کی اس حالت کو دیکھ کر ہمیں ہوا کے جھونکوں کی وجہ سے تڑتڑانے والے سوکھے پتوں کی یاد آتی ہے جو کبھی بھی اور کسی بھی وقت جھڑکتے ہیں۔ جس ماں باپ نے ہمیں جنم دیا ہے ان کا قرض ہے کبھی ادا نہیں کر سکتے۔ ہمارے مذہب اسلام نے ماں اور باپ کے درجہ کو اس قدر بلند کیا ہے کہ ماں کے قدموں تلے جنت ہے اور باپ اس جنت کا دروازہ ہے۔ یعنی ان کی خدمت کی وجہ سے ہی اللہ تعالیٰ ہمیں جنت بخشتا ہے۔ ان کی ہم جتنی بھی خدمت کریں کم ہے اور ان کی خدمت اور دعاؤں کے ہم ہمیشہ طلبگار رہیں۔ قرآن کریم ہمیں حکم دیتا ہے کہ جب ماں باپ بوڑھے ہو جائیں تو انہیں اف تک نہ کہو۔ کیونکہ ان کا احسان ہم اپنی پوری زندگی ان کی خدمت کر کے بھی ادا نہیں کر سکتے۔ کیونکہ وہ بدلہ میں ہم سے کبھی بھی کسی چیز کی امید نہیں کرتے اور اگر اس روئے زمین پر ایسی کوئی ذی روح ہے تو وہ صرف اور صرف والدین میں جو ان کی باتوں میں ان کی نظروں میں ان کی تحریروں میں ان کے ہاتھوں میں اور ان کی تمام دعاؤں میں ایک ہی خواہش ہوتی ہے کہ ان کی اولاد اور نسل بہتر رہے، خوش و خرم ہو اور ان کی مستقبل کی زندگی ہمیشہ خوشیوں سے بھری رہے۔

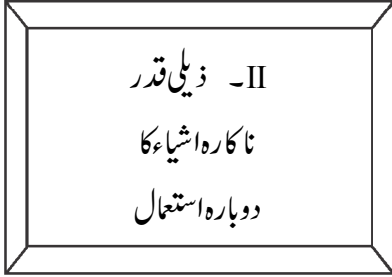
مگر آج کے اس دور میں انسان دنیاوی محبت اور پیسوں کو ہی اپنا ساتھی بنائے رکھنا چاہتا ہے۔ اس کی اپنی بیوی اور بچوں کے ماسوا اکثر کوئی دیکھائی نہیں دیتا۔ وہ اپنے ماں باپ کو بڑھاپے کو پہنچنے پر ان کو تانہ زنی کرنا برا بھلا کہنا اور ان کی زندگی کے ہر ایک پل کو دنیا میں ہی دوزخ سے بدتر بنا دیا جاتا ہے۔ اور وہ اس حد تک مجبور ہو چکے ہوتے ہیں کہ بس ان کی زبان سے یہی الفاظ نکلتے ہیں کہ اب بس ہو چکا ہے، اب ہمیں زندہ نہیں رہنا ہے۔

والدین اپنی اولاد کو بڑا کر کے انکی شادی کے بعد ان کے نواسے اور پوتے پیدا ہونے کے باوجود ان کو اپنے بچوں کی طرح ہی محبت و شفقت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اگر گھر کا کوئی فرد العین نظر نہ آیا تو اس کی مکمل بازیافت صرف اور صرف بوڑھے ماں باپ، دادا، دادی ہی کرتے ہیں۔ وہ ہمیشہ اپنی اولاد کیلئے بے چین اور منتظر رہتے ہیں یہ ان کی محبت کی انتہا اور بے پناہ محبت کا مظہر ہے اس لئے ہم ہمارے رسول عربی ﷺ کے بتلائے ہوئے رستہ اور خدا کی بتلائی ہوئی راہ پر چل کر ہی ہم ہمارے والدین کی خدمت کر سکتے ہیں اور خاندان کے اقدار کی بھی حفاظت بخوبی کر سکتے ہیں۔

قول:

اگر ہم ”میرا ہے“ کہنا چھوڑ کر ”ہم سب کا ہے“ کہیں تو ساری دنیا ایک خاندان کے مماثل ہے۔

9۔ ناکارہ اشیا کا دوبارہ استعمال



- کوڑا کرکٹ کی وجہ سے پیدا ہونے والی آلودگی کے بارے میں آگہی حاصل کریں گے۔
- استعمال کیجئے۔ پھینک دیجئے کے طریقہ کو کم سے کم کر دیں گے۔

III۔ مطلوبہ نتائج، مقاصد

تمہید

ہم اشیا کو استعمال کر کے ضرورت کی تکمیل کے بعد پھینک دیتے ہیں۔ وہ تمام کوڑا کرکٹ آلودگی پیدا کرتا ہے۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ نئی شے تیار کرنے کیلئے اہم خام اشیا یا شے بھی کم ہو جاتی ہے۔ بڑھتی ہوئی آبادی اور مستقبل کی ضروریات کے لئے خام اشیا جیسا دولت کس طرح کافی ہوتی ہے۔ اس لئے ناکارہ اشیا کا دوبارہ استعمال کرنے سے آلودگی کی روک تھام کی جاسکتی ہے۔ خام اشیا کی دھاتوں جیسے دولت کو باقی رکھا جاسکتا ہے۔ ناکارہ اشیا کے دوبارہ کے بارے میں آئیے اب ہم معلومات حاصل کریں گے۔

۷۔ موضوع

ماحولیاتی مطالعہ کرنے والے امریکہ کے ایک ادارے نے کہا کہ موجودہ پُرکشش طرز زندگی کی اصل وجہ 20 ویں صدی میں ہونے والا صنعتی انقلاب ہے۔

کسی شے کی تیاری کے بعد اگر اس میں کوئی نقص نکلتا ہو تو اسے درست کرنے کے بجائے ہم دوبارہ نئی شے تیار کر لینا مناسب سمجھتے ہیں اور یہ رجحان روز افزوں ترقی پر ہے۔ خصوصاً روزمرہ زندگی میں استعمال ہونے والی اشیاء کم خرچ پر تیار کرنے کیلئے کئی صنعتیں مسابقتی دوڑ میں ایک دوسرے سے آگے جانے کی کوشش کر رہے ہیں اور کم سے کم قیمت پر اسے فروخت کر رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے استعمال کرو اور پھینک دو کی صورتحال ترقی پذیر ممالک میں زیادہ دیکھی جا رہی ہے۔

تخلیقی طریقوں کو نظر انداز کرنے سے ہی بیماریاں وغیرہ کے مسائل اٹھ رہے ہیں۔

چھ سال قبل ریاست گجرات کے ساحلی شہر میں کوڑا کرکٹ کے بے تحاشہ بڑھ جانے سے طاعون جیسی مہلک بیماری کی لپیٹ میں آ گیا تھا۔ اس طرح کے شہر کو دوبارہ ٹھیک کرنے کیلئے تلگور ریاست سے تعلق رکھنے والے ایک آفیسر ایس آر راؤ نے بہت کوشش کی اور کامیاب ہوئے۔ جس کو سارا ملک سراہتا رہا۔

ہمارے ملک کے بڑے شہروں جیسے دہلی، ممبئی، کلکتہ اور چینیائی وغیرہ میں استعمال کرو اور پھینک دو کی تہذیب پروان چڑھنے سے کوڑا کرکٹ بڑھنے کے مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ ناگپور کے نیشنل انور ایمنٹل انجینئرنگ انسٹیٹیوٹ نے اپنے سروے رپورٹ میں یہ بات کہی۔ بڑے شہروں میں میونسپل کارپوریشن اپنے بجٹ کا 5 تا 30 فیصد کوڑا کرکٹ کی صفائی پر مختص کرنے کے باوجود وہ صرف چند علاقوں کے لئے ہی کافی ہوتا ہے۔

ہمارے ملک کے مختلف شہروں میں کچرے کی نکاسی اور اسکی منتقلی و تلف کرنے کیلئے تکنیکی طور پر مباحثہ منعقد کیئے جا رہے ہیں۔ چینیائی میں منعقدہ اجلاس میں امریکہ کے ماسا ماسٹ انسٹی ٹیوٹ آف ٹکنالوجی میں کام کرنے والے راجیو چھاتر بائیو کیمیکل انجینئر نے گھر کے کچرے کو باہر پھینکنے کے بجائے گھر میں ہی ایک گڑھا کھود کر اس میں ڈالنے کو ترجیح دی ہے۔ اس طرح کرنے سے غذائی اشیاء کو خوردنی اجسام اپنی غذا بنا لیتے ہیں۔ اور ناکارہ اشیاء اس طرح ختم ہو سکتی ہیں۔

ہماری ریاست کے صدر مقام پر یادگیر شہروں میں کچرے کے مسائل سے متعلق کسی دن اخبار میں حقیر نہ چھپی ہو تو یہ بڑی تعجب کی بات ہوگی۔ گھروں کے اطراف کچرے کی نکاتی کرنے والے میونسپل ادارے پر کئی لوگ فریاد کرتے رہتے ہیں۔ ریاست تلنگانہ کے ضلع رنگارڈی جہاں میونسپلٹی کی تعداد ریاست میں سب سے زیادہ ہے۔ وہاں تقریباً 200 مسلم بستی موجود ہیں۔

روزانہ تقریباً 731 میٹرک ٹن کچر اوہاں نکلتا ہے۔ لاکھوں روپے خرچ کرتے ہوئے گارج ہاؤز بنانے کے باوجود اس کا استعمال نہیں ہو رہا ہے۔ حال ہی میں کچرے سے برقی پیداوار کے پلانٹس بنانے سے کچھ حد تک فائدہ ہو رہا ہے۔

تمام ناکارہ اشیاء کو پھینک دینا ضروری نہیں۔ ری سائیکلنگ کے ذریعہ اس کا استعمال دوبارہ کیا جاسکتا ہے یہ ماہرین کا خیال ہے کچرے میں کمی کے لئے امریکہ کے ماہرین ماحولیات نے '3-R' اصول کو اپنانے کا مشورہ دے رہے ہیں۔ Reduse, Reuse اور Recycling جیسے تینوں الفاظ کے پہلے حرف R کو اس اصول کا نام رکھنے کے لئے استعمال کیا گیا۔ کچرے میں اضافہ کرنے والے ضروری استعمال کی اشیاء کا کم استعمال کرنا پھینکنے کے عمل کو خیر باد کہنا اور بے کار و ناکارہ اشیاء سے دوبارہ قابل استعمال اشیاء بنانا اس 3R کا اہم مقصد ہے، امریکہ میں رضا کارانہ ادارے اسکولی بچے کچرے میں موجود قابل Re Cycling اشیاء کو اکٹھا کرتے ہیں۔ ان اشیاء کو کالج، پلاسٹک اور ان کے رنگوں کے اعتبار سے علیحدہ کیا جاتا ہے۔ اس طرح کرتے وقت صحت کی حفاظت کیلئے وہ لوگ ماسک کا استعمال کرتے ہیں۔

کسی نے کہا کہ حقارت کی نظر سے نہ دیکھو اس کا اطلاق صرف دیگر اشیاء پر ہی نہیں بلکہ کچرے اور کوڑا کرکٹ پر بھی ہوتا ہے۔ مغربی بنگال کے بیارک پور میں واقع سنٹرل انلانیٹڈ فشریز ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے ڈائریکٹر منی رجن شرمان نے کہا کہ ہمارے ملک میں مغربی بنگال کے رہاگاؤں میں جاری اسکیم سے لوگوں کو متعارف کروایا۔ امریکہ کی اسپیکو ڈائمنٹ سسٹم ادارہ نے کہا کہ کچرے کو جنگوں میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔ کونکہ سے برقی پیدا کرنے کے بعد بچ رہنے والی راکھ کو جنگ کے دوران فضاء میں ڈال کر دشمنوں کی آنکھوں کو بند کیا جاسکتا ہے۔

قدرت میں ہر شے کا استعمال ہے۔ لیکن انسان اپنی ضروریات کو غیر ضروری بڑھا کر ان کا غلط استعمال کرتے ہوئے ناکارہ اشیاء پیدا کرنے کا ذمہ دار ہے۔ کچرے سے متعلق سننے کے لئے، مباحثہ کرنے کیلئے بظاہر کوئی موضوع تو سمجھ میں نہیں آتا لیکن اس کے پیچھے بہت بڑی کہانی ہے۔ مسئلہ کا حل سنجیدہ طور پر اگر ہم نہ نکالیں تو آئندہ چند برسوں میں ہمارے لئے یہ ایک سنگین مسئلہ بن جائے گا۔

VI (الف) غور کرنا۔ ردعمل ظاہر کرنا

- 1- ناکارہ اشیاء کے دوبارہ استعمال سے کیا مراد ہے؟
- 2- استعمال کرو پھینک دو طریقہ کو خیر باد کہا ہو تو کیا کرنا چاہئے؟

(ب) عمل کرنا، تجربات کا تبادلہ خیال

- آپ اور آپ کے اہل خاندان پلاسٹک تھیلوں اور پلاسٹک اشیاء کا استعمال ترک کر دیں آپ کے تجربات بیان کیجئے۔

جانے

ترقی میں حائل آلودگی

روز آئے ہم اپنی زندگی میں کئی چیزیں استعمال کرتے ہیں۔ جیسے کرم کش ادویات، اور دیگر دوائیں جو پودوں وغیرہ کی افزائش کے لئے استعمال کی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ ہم مچھروں کو مارنے کے لئے مچھر کش اسپرے یا دوائیں استعمال کرتے ہیں۔ جو ہماری زندگی اور صحت پر مضر اثرات مرتب کرتے ہیں۔

عالمی تنظیم برائے تحفظ جنگلی جانور کے سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ دہلی جیسے مقام پر آلودگی کی تاب نہ لاتے ہوئے پرندے محفوظ مقامات پر منتقل ہو رہے ہیں ان پرندوں کی وجہ سے طیاروں کو بھی نقصان پہنچتا ہے اس لئے محکمہ ہوا بازی کی جانب سے ان کی روک تھام کے اقدامات کی وجہ سے بھارات کی تعداد میں نمایاں کمی آرہی ہے۔ اور یہ عنقا ہو رہے ہیں۔ اس کی روک تھام مکمل کی جانی چاہئے۔ چاہے وجوہات کوئی بھی ہوں لیکن۔۔ میں کمی واقع ہونے کی بات تو حقیقت پر مبنی ہے۔ اس کی اصل وجہ آلودگی ہے۔ آپ نے دیکھا کہ ہم کتنے اطمینان سے تباہی کے دہانے پر کھڑے ہوئے ہیں۔ اپنے ہاتھ سے آفت مول لینا کے لئے یہ ایک بہترین مثال ہے۔ ایسی اور بہت چیزیں ہم کرتے آرہے ہیں۔ کیا ہم ان وجوہات کا تجزیہ نہ کریں؟

ہم اب تک ترقی کا مطلب بہترین سڑکیں، صنعتیں اور بجلی کی پیداوار سمجھتے رہے۔ اس ترقی یافتہ دنیا کے تیار کردہ روزگار ہی کام آنے والے نہیں ہیں بلکہ بدلتے ہوئے ماحولیاتی نظام نے بیماری پھیلانے والے اجسام کے لئے ایک بہترین مسکن کا کام کیا ہے۔ زراعت شہر بسانا جیسے افعال سے ماحولیاتی توازن میں بگاڑ پیدا ہو کر مچھر جیسے حشرات میں اضافہ ہوا جو مختلف بیماریوں کے ذمہ دار ہیں۔ ہائی وے، زراعتی مقاصد کے لئے نہریں، کنال وغیرہ اور صنعتی علاقوں میں ملیریا بیماری تشویشناک حد تک بڑھ چکی ہے۔

اس کا مطلب کیا ہے؟ جسے ہم ترقی سمجھتے ہیں وہی ہماری صحت کے لئے نقصان دہ ثابت ہو رہی ہے۔ جیسے ہم خوشحالی سمجھتے ہیں وہی ہماری تباہی کی ذمہ دار ہے۔ ایک چوتھائی بیماریاں محض ماحولیاتی آلودگی سے ہی لاحق ہو رہی ہیں۔ تحقیق سے یہ بات صد فیصد ثابت ہوتی ہے۔

ہم لوگ نا سمجھ بن کر اور بے خوف و خطر جو قدرتی ماحول میں بگاڑ پیدا کر رہے ہیں اس کی قیمت ہمیں کتنی چکانی پڑے گی۔ کیا ہم نے کبھی اس طرح سوچا ہے؟ 1992ء میں عالمی بینک کے اعداد و شمار کے مطابق تقریباً 3,3950 کروڑ روپے ہے۔ یعنی اتنی بھاری رقم ادا کرنے کے بعد بھی ماحولیاتی نقصان کی پابجائی نہ ہو پائیگی۔ یہ ہر سال بڑھتی ہی جائیگی لیکن اس میں کوئی کمی واقع نہیں ہوگی۔ دیکھا آپ نے؟ قدرت کے عطا کردہ ماحول میں آلودگی پیدا کرتے ہوئے مداخلت کرنا کا انجام کیا ہوگا؟ کیا ماحول کا تحفظ ضروری نہیں ہے؟ آلودہ ماحول اور غربتی دونوں مل کر بیماریوں اور بیماریوں کی تعداد کو بڑھا رہے ہیں۔

سماجی صحت اور ماحول صاف ستھرا ہو تو بیماریاں کم ہونے کا خدشہ رہے گا۔ یہ سائنسدانوں کا نظریہ ہے۔ مناسب ہوا روشنی، صفائی نہ رہنے کی وجہ سے کئی بیماریاں لاحق ہو رہی ہیں۔ صرف ہوا پانی اور صفائی نہ ہونے سے 80-60 فیصد بیماریاں لاحق ہوتی ہے۔ یہ ایک تعجب خیز امر ہے کہ سارے ملک کے 4000 شہروں میں صرف 200 شہر ایسے ہیں جہاں صفائی کا بہتر نظم ہے۔ اسی طرح کوڑا کرکٹ بھی ایک سنگین مسئلہ ہے۔ دواخانوں سے نکلنے والے کچرے کی نکاسی کے لیے باقاعدہ کوئی نظام نہیں ہے کچرا کئی ایک بیماریوں کا باعث ہوتا ہے۔ اس کے لیے حکومت نے بہت صفائی کا نظام کرنے کی تلقین کی ہے۔

معلومات فراہم کرنا ہی اصل مقصد ہے

قدرت کی صنایع اور خوبصورتی کو ہم بیان کرتے ہیں لیکن آلودگی ہمارے لیے پریشان کن امر کے طور پر ابھر کر ہمارے سامنے آتی ہے، پلٹھین تھیلیاں ہوں یا پلاسٹک کی بوتلیں اور کاسٹیکس ہمارے لیے کتنے نقصان دہ ہیں؟ ہمیں ان تمام باتوں سے آگہی حاصل کر لینا چاہئے۔ کئی مرتبہ تشریح کرنے کے بعد بھی کئی لوگوں کو اس میں شکوک و شبہات پائے جاتے ہیں۔ اس بات کی بہت گنجائش ہے۔ آئیے اس موضوع پر تھوڑی گفتگو کریں گے اس صدی میں کئی ایک طرح کی تحقیق ہو رہی ہے۔ اس بات سے ہم سب لوگ واقف ہیں۔ ضرورت کے مطابق اور تحقیقی صلاحیت کے مطابق تحقیق ہوتی جا رہی ہے۔ نئے کوٹونائی میں تبدیل کر سکتے ہیں۔ اس کی تجویز پیش کرتے وقت ان سائنسدانوں کو تباہی سے متعلق آگہی نہیں تھی۔ اس طرح ستاروں کی ساخت و ہیئت بیان کرنے والی سائنس جنگ کے لئے ہتھیار بنانے کا باعث بنے گی۔ یہ کسی نے نہیں سوچا۔ لیکن حقائق خواب سے زیادہ چوکنا کرنے والے تھے۔ بڑی حد تک اس صدی میں کئی انکشافات، ایجادات اور دریافتیں ہوئی ہیں۔ اس سے اطلاقی ٹکنالوجی کافی حد تک برہ گئی ہے۔ اس کے ساتھ بیماریوں کے خلاف دوائیں بھی ایجاد ہوئیں اور آبادی میں بتدریج اضافہ ہونے لگا۔ کرم کش ادویات، اور کیمیکلس بہت زیادہ مقدار میں استعمال کرنے سے ناریل پانی میں بھی آلودگی شامل ہو گئی۔ اس سلسلہ میں ہماری توجہ مرکوز کرنے کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔ مثال کے طور پر پالی تھین بیگ کا استعمال نہ کرنے کیلئے ہمیں کاغذ سے بنی تھیلیاں استعمال کرنا پڑتا ہے۔ کاغذ بھی ہمیں قدرتی اشیاء سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ یہ ہمیں نہیں بھولنا چاہئے۔ اس کے بھی حدود ہوتے ہیں۔ اس بات کو ذہن نشین کر لیں۔ اس لئے ہمیں بڑی احتیاط سے زندگی گزارنا ہے۔

مثال کے طور پر پلاسٹک ہی لیجئے۔ کیا تمام اقسام کے پلاسٹک نقصان دہ ہیں؟

دراصل پلاسٹک کے بغیر تیار کی جانے والی جدید شے کوئی بھی ہے؟ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ تقریباً 60 فیصد پلاسٹک نقصان دہ نہیں ہوتی۔ اس کو تھرموسٹ پلاسٹک کہتے ہیں۔ اسے ری سائیکل کرنے کی گنجائش نہیں ہوتی۔ ریڈیوٹی وی سیٹ، کارپائپ، فرنیچر، صندوق، بکٹ، پانی کی ٹانکی، سوٹ کیس، دروازے، کھڑکیاں وغیرہ اس زمرے میں آتی ہیں۔ ان کا استعمال فائدہ مند ہے یعنی ہم ان چیزوں کے بنانے کیلئے لکڑی کا استعمال نہیں ہوتا۔ پلاسٹک سے تیار کر لیے جاسکتے ہیں۔

پالی تھین۔ پالی پروہیلین، پالی اسٹرائن، پالی وینائل کلورائیڈ جیسے پلاسٹک ری سائیکل عام طور پر کیئے جاسکتے ہیں۔ چند پلاسٹک کیمیائی طور پر مضبوط نہ ہونے کی وجہ سے تھوڑے سے دباؤ یا تپش پر وہ کیمیائی اشیاء کا اخراج کرتے ہیں۔ یہ اشیاء کاربن مونو آکسائیڈ کا اخراج کرتے ہیں۔ اسی طرح پالی اسٹرائن، پالی وینائل کلورائیڈ پلاسٹک کو گرم کرنے پر کلورین گیس خارج ہوتی ہے۔ یہی نہیں بلکہ ایسی پلاسٹک ری سائیکل کرتے وقت کرم کش ادویات بھی خارج ہوتی ہیں۔ اس طرح ہر چیز سے کوئی نہ کوئی مہلک کیمیکل خارج ہونے کا خدشہ لگا رہتا ہے۔ بالوں میں شیمپو مت لگائیے۔ چہرے پر کریم مت لگائیے۔ ہونٹوں پر لپ اسٹک مت لگائیے۔ کولڈرنکس کا استعمال مت کیجئے۔ اس طرح کی باتیں ہمیں کتنی عجیب لگتی ہیں۔ ہم ان تمام چیزوں کے اتنے عادی بن چکے ہیں کہ اب ان کو نہ استعمال کرنا بہت مشکل لگتا ہے۔ مسئلہ پر گفتگو کرنے کے دوران اس کا حل نہ بتاتے ہوئے صرف ڈرانا ہی کہاں تک درست ہے۔

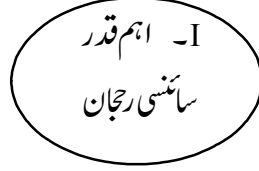
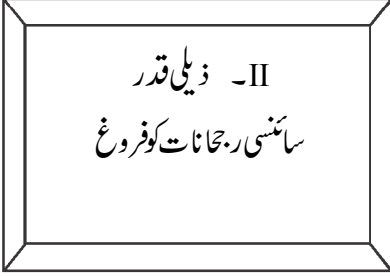
طبیعیات میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کر کے ماحولیاتی شعبہ میں تحقیق کرنے والی سائنسداں وندنا شوہتی ہیں کہ آلودگی کی وجہ سے صرف ٹکنالوجی ہی ہے۔ ڈاکٹر۔ پی وی اندریشن جیسے سائنسداں انہیں (Terminator of Techrateges) کہتے ہیں۔ وندنا شوہتی جیسے سائنسداں اگر ٹکنالوجی سے بیزار ہوں تو آپ کو ناگوار گزارنا ایک فطری عمل ہے۔ کیا اس کا حل اتنا جلدی نظر آئیگا۔ ہم جادوگر پی سی سرکار یا کوئی سیاسی رہنما کی طرح جادوئی باتیں تو نہیں کر سکتے۔ اس لئے مسائل کا حل اتنا جلدی نظر نہیں آتا۔ مسئلہ ہمیں بہ آسانی محسوس ہوتا ہے اسلئے بہ آسانی ہم اس کو پہچان سکتے ہیں۔ لیکن اسی طریقہ سے اس کا حل آسان نہیں ہوتا۔ اگر مسئلہ پیچیدہ ہو اور اس کا حل بہ آسانی نہ نکلتا ہو تو ہمیں دشواریوں کا سامنا ضرور کرنا پڑتا ہے۔ لیکن ٹکنالوجی کو برا بھلا کہنا کہاں تک درست ہے؟ ٹکنالوجی کا اس طریقہ سے ہم ہی تو استعمال کر رہے ہیں۔ ٹکنالوجی کا استعمال غلط کرتے ہوں تو ہمیں نقصان بھی اٹھانا پڑے گا۔

ہمیں ان تمام باتوں سے آگہی حاصل کرنا ہی مقصد ہے۔ کیونکہ ماحولیاتی مسائل سے متعلق جو صورتحال ہے وہ جوں کی توں ہے۔ حال ہی میں اس مسئلہ کی طرف توجہ دی جا رہی ہے اور ہم تمام باتوں سے آگاہ ہو رہے ہیں۔ مثال کے طور پر آج کل بہت سارے لوگوں نے یہ سمجھا کہ پالی تھین تھیلیوں کا استعمال ماحول کے لئے بہت خراب ہے اس لئے یہ لوگ ان کا استعمال ترک کرتے ہوئے کاغذ کی تھیلیاں استعمال کر رہے ہیں۔ ماحولیاتی مسائل کو فوراً ختم کر دینے کے لئے کوئی موثر حل ہمارے پاس اس وقت تو تیار موجود نہیں ہے لیکن ہم آہستہ آہستہ اس مسئلہ پر قابو پالیتے ہیں۔ اور کئی ایسے طریقے استعمال کر سکتے ہیں جس کے ذریعہ ماحولیاتی آلودگی کو کم کیا جاسکتا ہے۔

قول:

اگر آپ ماحول کا تحفظ کریں گے تو ماحول آپ کا تحفظ کرے گا۔

10۔ اندھا یقین مت کیجئے



• کسی پر بھی اندھا یقین نہ کرتے ہوئے ہر امر کی وجہ ہوتی ہے۔ اس بات سے آگہی حاصل کریں گے۔ مسئلہ کو سمجھتے ہوئے اس کے حل کیلئے مختلف زاویوں سے غور و خوض کرتے ہیں۔

III۔ مطلوبہ نتائج، مقاصد

IV۔ تمہید

سائنسی رجحان ہر شخص میں ہونا چاہئے۔ بچپن سے ہی ہر چیز کا باریک بینی سے مشاہدہ کرتے ہوئے مکمل واقفیت حاصل کرنا چاہئے۔ سائنسی غور و فکر، سوالات کرتے ہوئے سائنسی طریقوں کے ذریعہ مختلف امور کو سمجھنا۔ معلوم امور سے متعلق نتیجہ اخذ کرنا۔ ہر امر کے پیچھے موجود وجہ۔ نتیجہ۔ سے آگہی حاصل کرنا کیلئے کوشش کرنا وغیرہ سائنسی رجحان کہلاتا ہے۔

V۔ موضوع

گاؤں کے اپر پرائمری اسکول میں سائنس پڑھانے والے استاد نے اس گاؤں میں سائنس سے آگہی نام کا ایک پروگرام کا انعقاد کیا۔ وہ اوہام کے بارے میں وہاں موجود لوگوں کو سمجھا رہا تھا۔ اتنے میں ایک شخص نے استاد سے کہا کہ آپ جھوٹ بھول رہے ہیں کہہ کر ان سے کچھ سوالات کیا۔ ان دونوں کے درمیان ہونی گفتگو کو ایک مرتبہ تجزیہ کیجئے۔

وہ شخص نے جیسا ہی کہا کہ کیا آپ کو ہوا نظر آرہی ہے تو استاد نے کہا نہیں۔ دوبارہ اس شخص نے کہا کہ تمہیں جس طرح ہوا نظر نہیں آرہی ہے ٹھیک اسی طرح خدا، جنات، شیاطین اور ارواح بھی نظر نہیں آتیں۔ تب وہ استاد نے کہا کہ تم جب دونوں کا تقابل کر رہے ہوں تو ہماری سہولت کی خاطر تقابل کیوں کریں؟ سائنس کے معلم نے اس شخص سے سوال کیا کہ کیا تمہیں بازو کھڑی بکری

نظر آرہی ہے۔ اس نے کہا ہاں نظر آرہی ہے۔ تو پھر تمہیں شیاطین و ارواح کیوں نظر نہیں آرہی ہیں۔ استاد نے سوال کیا۔ تب جا کر اس شخص کو یہ معلوم ہوا ہے کہ چند مخلوق ایسی ہیں جو انسان کی بصارتی قوت سے باہر ہیں۔

لیکن ہمارا ایقان ان چیزوں پر ہونا چاہئے۔ استاد نے یہ بھی کہا کہ بسا اوقات ہم بدشگونیاں و اوہام میں بھی گرفتار ہو جاتے ہیں۔ تو ہمت سے ہم آزاد رہیں۔ بعض مرتبہ کوئے کا منڈیر پر کانیں کانیں کرنا، بلی کا راستہ کا ثنا، کام کے شروع کرتے وقت چھینکنا، توئے کا چمکنا، سورج گہن و چاند گہن وغیرہ کو نیک شگون و بدشگون کے طور پر متصور کیا جاتا ہے۔ ان تمام کو تو ہم پرستی کہتے ہیں۔ اس طرح کا ایقان ایمان کی کمزوری کے مترادف ہے۔ یعنی ہر چیز اللہ کے حکم سے ہی چلتی ہے۔ کائنات میں ہر کام اللہ کے حکم سے ہوتا ہے۔

VI (الف) غور کرنا۔ رد عمل ظاہر کرنا

- درج ذیل بتائے گئے تسلسل میں پتے کا مشاہدہ کیجئے۔ آپ نے کیا مشاہدہ کیا۔

پتے کی شکل، وضع، رنگ کا مشاہدہ کیجئے۔ اس کی شکل اتار کر اس میں رنگ بھریئے



پتے کے کناروں کا مشاہدہ کیجئے۔ پتلے میں یا موٹے؟ ناہموار ہیں یا ہموار نسل میں ہیں؟ لکھیے



پتے کی بومزہ معلوم کیجئے۔ کیسا ہے لکھیے۔



پتے کی اوپری سطح کا مشاہدہ کیجئے کیا اس پر لکریں ہیں۔ دیکھی ہوئی چیزوں کا مشاہدہ کر کے لکھیے۔



پتے کو تکبیری عدسے، خوردبین سے مشاہدہ کیجئے آپ نے جو چیزیں سادہ آنکھ سے نہیں دیکھ پائے کیا اسے اب دیکھ پارہے ہیں؟ انہیں تصویری شکل میں لکھیئے۔

جانے

سائنسی رجحان کا مطلب ہر موضوع کو منطقی طور پر مباحثہ کے بعد دلائل کے ساتھ معلوم کر لینا ہے۔ تجربات انجام دیتے ہوئے معلومات حاصل کرنا ہے۔ کسی بھی چیز پر اندھا یقین نہ کرنا ہے۔ ہمارے اندر سوالات کے ذریعہ ہی سائنسی رجحان پیدا ہوگا۔ ہمارا دماغ کو تھوڑا متحرک کرنے پر وہ خود بخود سوچنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ نامعلوم باتوں کو معلوم کر لینے کا رجحان کسی بھی شخص کو ترقی کی راہ پر گامزن کرتا ہے۔ ہمارے اطراف موجود چیزوں سے بے خبر رہتے ہوئے اندھا یقین کرنے سے زندگی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ ایک محدود طریقے سے عمل نہ کرتے ہوئے منطقی و استدلالی طور پر غور و فکر کرتے ہوئے جوابات حاصل کرنے کا طریقہ ہماری زندگی میں بہت زیادہ معاون ہوتا ہے۔

تو ہم پرستی سے آزادی دلوانے والا ہتھیار صرف اور صرف سوالات کرنا ہے، ہم صرف ہر بات پر یقین کرتے رہیں تو ہم راستہ بھٹک جائیں گے۔ لیکن سائنسی نقطہ نظر سے اور علم کی روشنی میں غور و فکر کریں گے تو ہم راہ راست پر اپنی زندگی گزار سکتے ہیں۔ اور ہمیں غور و فکر کرنے کے علاوہ مشاہدہ کرنے کا موقع بھی فراہم ہوگا۔

ہم صرف اپنی قسمت پر تکیہ کر کے زندگی نہیں گزار سکتے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنی حکمت علم و دانائی کا استعمال کرنا بھی ضروری ہوتا ہے۔

ہم دنیا میں بہت ساری چیزیں دیکھتے ہیں لیکن ہم ان پر غور نہیں کرتے۔ اگر ہم باریک بینی سے مشاہدہ کریں تو کوئی چیز پر ہم یقین کر سکتے ہیں اور کس چیز پر یقین نہیں کر سکتے۔ آسانی معلوم ہو جاتا ہے۔

قول:

منطقی طور پر سوچئے اور حقائق کو پہچانئے

11۔ انصاف کے لئے جدوجہد

II۔ ذیلی قدر
انصاف کے لئے جدوجہد اور
اس میں کامیابی

I۔ اہم قدر
انصاف

● کسی کے ساتھ نا انصافی ہو تو مناسب انصاف کے لئے قانونی مشاورت کرنے کے تعلق سے آگہی حاصل کریں گے۔

III۔ مطلوبہ نتائج، مقاصد

تمہید

ہمارے حقوق جب قانونی طور پر مسلمہ ہیں تو ان کے حصول کیلئے قانونی لڑائی لڑنی چاہئے۔ اور انہیں حاصل کرنا چاہئے۔ کتنی رکاوٹیں یا مصیبتوں کا سامنا کرنا کیوں نہ پڑے۔ ہمت سے قانون کے اعتبار سے آگے بڑھنے پر ہی ہمیں مطلوبہ کامیابی ملے گی۔ نا انصافی ہونے پر لڑنے کے لئے قانونی لڑائی سے بڑھ کر کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ نا انصافی ہونے پر لڑنے کیلئے عمر کی کوئی قید نہیں ہے۔ اور اس کا عمر سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ہمت اور عزم ہو تو کافی ہے۔ ان تمام خصوصیات کی حامل ایک لڑکی نے جو قانونی لڑائی لڑی ہے اس کے بارے میں آئیے ہم معلومات حاصل کریں گے۔

۷۔ موضوع

رہنما ملالہ

ملالہ ایک پندرہ سال کی لڑکی ہے۔ انگلینڈ کی ٹیپری امن تنظیم نے دنیا میں امن وامان کے لئے بہت ہی ہمت و عزم کے ساتھ آگے بڑھنے والوں کے لئے ہر سال دیئے جانے والے خصوصی انعام سال 2012 کے لئے بین الاقوامی امن انعام ملالہ کو دیئے جانے کا اعلان کیا ہے۔ اسکے علاوہ مشترکہ طور پر ملالہ کو نوبل انعام سے بھی نوازا گیا ہے۔ آخر یہ ملالہ کون ہے؟ بہت ہی کم عمری میں اس کی ہمت اور عزم کا اظہار اس نے کیسے کیا۔ اگر آپ کو ان باتوں سے واقفیت حاصل کرنے میں دلچسپی ہو تو آئیے ذیل کا اقتباس پڑھیے۔

ملالہ کا پاکستان کی سوات وادی کا ملاگورا شہر سے تعلق ہے۔ اس کے والد ضیاء الدین یوسف ذی ایک شاعر ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ ماہر تعلیم ہیں اور کئی ایک تعلیمی اداروں کے بانی بھی ہیں۔ ان کی ہمیشہ یہ خواہش رہی ہے کہ لڑکوں کے ساتھ ساتھ لڑکیاں بھی تعلیم حاصل کریں۔ والد کے ساتھ ساتھ ملالہ نے لڑکوں کے ساتھ لڑکیوں کی تعلیم کیلئے آواز اٹھائی۔ یہی نہیں بلکہ ملالہ ایجوکیشن سوسائٹی کے نام سے ایک لڑکیوں کا ادارہ بھی اس نے قائم کیا۔ پشاور پریس کلب میں خطاب کرتے ہوئے اس نے کہا کہ تعلیم حاصل کرنا ہمارا پیدائشی حق ہے۔

یہ ان دنوں کی بات ہے جب طالبان نامی ایک تنظیم سوات وادی میں اپنا قبضہ جمانے کی کوشش کر رہی تھی۔ سوات وادی میں انہوں نے لڑکیوں کی تعلیم اور ان کے ساتھ اسکول جانے پر پابندی لگا دی۔ اس طرح امتناع عائد کرنے والی تنظیم طالبان کے خلاف ملالہ نے دوسروں کے نام سے بی بی سی کو ایک خط لکھا۔ اس خط کو بی بی سی نے اردو بلاک پر رکھ دیا۔ آخر میں ملالہ نے خود اپنے نام سے خطوط لکھنا شروع کیا۔ اس سے ملالہ کے انٹرویوؤں مضامین اخبارات اور ٹی وی پر آنے لگے۔

ملالہ کے جذبات، احساسات اور تعلیم کے تئیں دلچسپی تعلیم نسواں کی حوصلہ افزائی وغیرہ طالبان کے دہشت گردوں کے لئے غصہ کا باعث بنے۔ ان کے خلاف وہ کام کر رہی ہے اور منفی تشہیر کر رہی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مغربی تہذیب کی وہ حوصلہ افزائی کر رہی ہے۔ اس طرح کے خیالات نے طالبان کو بہت طیش دلایا۔ شمالی وزیرستان میں کارفرما تحریک طالبان نے ملالہ سے بدلہ لینے اور اسے سبق سکھانے کا منصوبہ بنا لیا۔ مدرسہ کو دھماکہ سے اڑا دیا۔ گھر پر حملہ کیا گیا۔

سال گذشتہ بس میں ملالہ پر بندوقوں سے حملہ کیا گیا۔ ملالہ تین مہینوں تک موت سے لڑتی رہی۔ آخر کار ڈاکٹروں کے علاج سے صحت یاب ہو گئیں۔ بہت ہی ناسازگار حالات میں مصیبتوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مالہ مقص کے تحت آگے بڑھتی گئی۔ آخر کار اپنی زندگی تک پرواہ نہ کرتے ہوئے مقصد میں کامیاب ہو گئی۔ وہ دنیا کیلئے رہنما ہے۔

تعلیم نسواں کیلئے خصوصاً کوشش کرنے والی ملالہ کو اب تک کئی انعامات مل چکے ہیں۔ پاکستان کی جانب سے 19 دسمبر 2011ء کو اس نے قومی یوجنا ایوارڈ حاصل کیا بچوں کے حقوق کے لئے لڑنے والی ایک کارکن کے طور پر اس کے حاصل کردہ نمایاں کامیابیوں کے بعد دیگر ممالک میں بھی لوگوں کو حوصلہ اور ترغیب ملی ہے۔ اس لڑکی کے اعزاز میں 10 نومبر کو اقوام متحدہ نے ملالہ ڈے کا اعلان کیا ہے۔ اقوام متحدہ کے سکرٹری بان کی مون نے اس کی توصیف کرتے ہوئے کہا کہ ملالہ نے دنیا میں لڑکیوں کے تعلیمی حقوق کے لئے ایک نمائندہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ مشہور ٹائمز میگزین نے 2012ء سال کے لئے پرسن آف دی ایر کا اعزاز ملالہ کو دیا ہے۔ پاکستان کی جانب سے عوام کے لئے دیا جانے والا بہادری کا ایوارڈ ستارہ شجاعت بھی ملالہ کو دیا گیا اور دنیا کا سب سے عظیم انعام نوبل انعام بھی اس کے لئے سال 2014ء کا مشترکہ طور پر پاکستان کی ملالہ کو ہی دیا گیا ہے۔

VI (الف) غور کرنا۔ رد عمل ظاہر کرنا

- 1- ملالہ کون ہے؟ اس نے کس کے لئے قانونی لڑائی لڑی۔ اگر وہ یہ لڑائی نہ لڑتی تو کیا ہوتا تھا؟
- 2- ملالہ سے آپ نے کیا سیکھا؟ آپ کا احساس کیا ہے؟ اگر آپ کو اس طرح کی خاتون لڑائی لڑنا پڑے تو آپ اس کے لئے کس طرح تیار رہیں گے؟
- 3- ہمارے حقوق کو ہم حاصل کرنے کیلئے ہمت و عزم کے ساتھ ہمیں آگے بڑھنا چاہئے۔ یہ بات آپ نے ملالہ سے سیکھا ہے؟ آپ ہمت کے ساتھ کون کون سے کام انجام دے سکتے ہیں؟

(ب) عمل کرنا۔ تجربات کا تبادلہ خیال

- ملالہ نے آپ کے اندر کس طرح حوصلہ پیدا کیا؟ یا ملالہ سے آپ نے کیا ترغیب پائی اپنے الفاظ میں اپنے دوست کو ایک خط لکھیے۔

جانے

ہمارے دستور نے انصاف کیلئے ہمیں جو مواقع عطا کیا ہے آئیے ان کے بارے میں معلومات حاصل کریں گے۔ ہم ہندوستانی عوام ہونے کے ناطے ہم اپنے ملک کو جمہوری، سوشلسٹ، اور آزاد شہریوں کے طور پر نامزد کرتے ہوئے تمام شہریوں کو سماجی، سیاسی حق و انصاف ملنے کے لئے ہم اس دستور کو منظور کرتے ہوئے اس کو تفضیل سے کرتے ہیں۔

(دستور ہند)

ہندوستان میں رہنے والے ہم تمام لوگوں کو مساوی انصاف حاصل کرنے کا حق حاصل ہے۔ اگر ہمیں عدم انصاف کا احساس ہو تو ہم قانونی لڑائی لڑ سکتے ہیں۔ اس کے لئے عدالتیں ہماری مدد کرتی ہیں۔

قومی زندگی میں تمام اداروں میں سماجی، معاشی، سیاسی انصاف کی عمل آوری کے لئے سماجی حقوق کی بنا ڈال کر اس کے تحفظ کرتے ہوئے تمام شہریوں کی بھلائی کیلئے ملک کو نشان رہتا ہے۔

(دستور ہند آرٹیکل 38)

معاشی یا دیگر پسماندگی کی وجہ سے کسی بھی شخص کو انصاف کے حصول کے لئے مساوی مواقع فراہم کرنے کیلئے۔ مفت انصاف پانے کیلئے قوانین یا اسکیمات کو قانون حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ اس کے لئے دستور اقدامات کرتا ہے۔

(دستور ہند۔ آرٹیکل 39A)

مذکورہ بالا حقوق کی اگر پامالی ہوتی ہے یعنی جسمانی ہراسانی، تشدد ذہنی ہراسانی، لڑائی جھگڑا، SC، ST، اٹراٹی وغیرہ کی پامالی ہو تو پولیس میں شکایت کی جاسکتی ہے۔ یہ ہمارے دستور ہند کے آرٹیکل 14 اور 21 میں صراحت کیئے گئے ہیں۔ اگر وہاں کچھ بھی نہ ہو تو ضلعی سطح یا ریاستی سطح پر ہائی کورٹ میں کیس درج کیا جاسکتا ہے۔ معاشی پسماندہ لوگ منظم قانونی مشیر سے ربط پیدا کر سکتے ہیں۔ یہ لوگ ہماری طرف سے مفت کیس لڑائیں گے۔ یہ سہولت تعلقہ یا ضلع سطح پر بھی دستیاب رہے گی۔

قول

نا انصافی کو برداشت مت کیجئے۔ انصاف کو مت چھوڑیئے

12۔ تشدد کے نقصانات

II۔ ذیلی قدر
پُر تشدد رجحان نقصان پہنچاتا ہے۔
اس بات سے آگہی حاصل کریں گے۔

I۔ اہم قدر
امن، عدم تشدد،
جمالیاتی حس

● تشدد تباہی کا باعث ہے۔ تشدد کی سوچ
نقصانات اور مصیبتوں کو لاتنی ہے۔ اس کے
علاوہ یہ جرم بھی ہے۔

III۔ مطلوبہ نتائج، مقاصد

تمہید

غصہ میں آنا، تشدد پر اتر آنا، دوسروں کو نقصان پہنچانا اور خود خوش ہونا، عقلمندانہ اور اچھائی کو بھولنے اور دوسروں پر حملہ کرنے اور پر تشدد سوچ سے بہت سارے نقصانات ہیں۔ زندگی میں خوشی و مسرت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ ان سے آگہی حاصل کرنا اور زندگی کو صحیح راستہ پر گامزن کرنے کے بارے میں ہمیں معلومات حاصل کرنا چاہئے۔ کیونکہ یہ ہمارے ہاتھ میں ہے۔ تشدد کی وجہ سے انسان جو کام کرتا ہے اس سے کس طرح کا ماحول بنتا ہے معلوم کرنے کیلئے ان خبروں کو پڑھیے۔

۷۔ موضوع

خبر- I اس طرح کیوں؟

رانی اخبار کا مطالعہ کر رہی تھی۔ اخبار میں موجود دو خبریں رانی کے دماغ کو جھنجھوڑ دیں اس میں ایک ریا گنگ سے متعلق تھی۔ پھر ایک بار ریا گنگ نے ایک کالج پر اپنا نچہ جما دیا۔ ایک کالج میں فریشرز ڈے کے دن ہی ریا گنگ کا مسئلہ اٹھ کھڑا ہوا۔ سینئر طلباء کے ایک گروہ نے دو جو نیر طلباء کی خوب پٹائی اس لئے کر دی کہ انہوں نے سینئر طلباء کی بات نہیں سنی۔ انہوں نے نہ تو اٹھک بیٹھک کی اور کتے کی طرح نہیں بھوکا۔ کیونکہ ریا گنگ کے طور پر انہیں یہ سب کچھ کرنا تھا۔ پیٹ بشیر آباد پولیس اسٹیشن کے علاقہ میں یہ واقعہ رونما ہوا۔ تفصیلات کے مطابق روڈ امسٹری نگر کے رہنے والے 19 سال کا سنتوش اور 19 سال کا عبدل ایک کالج میں میکا نیکل انجینئرنگ کے پہلے سال میں زیر تعلیم تھے۔ جمعرات کے دن فریشرز ڈے کے موقع پر جو نیرس اور سینئرس نے مل کر خوب موج مستی کی۔ اس طرح الوال، بلارم کے رہنے والے چند طلباء سنتوش اور عبدل کو کتے کی طرح بھونکنے اور کان پکڑ کر اٹھ بیٹھ کرنے کیلئے کہا۔ یہ دو لڑکے اس بات کو قبول نہیں کیئے۔ اس پر سینئرس ان دونوں پر برہم ہو گئے اور فریشرز ڈے پارٹی ختم ہونے تک انہیں چھیڑتے رہے۔ اور ڈراتے دھمکاتے رہے۔ شام میں گھر جاتے وقت ان دونوں کو موٹر سائیکلوں پر اپنے ساتھ زبردست بیٹھا کر لے گئے اور ان کے پیٹ، چہرہ، ناک وغیرہ پر کمرے رسید کیئے۔ اور انہیں بے تحاشہ پیٹا۔ متاثرین نے پولیس اسٹیشن میں فریاد کی۔ پولیس سینئر طلباء پر کیس درج کرتے ہوئے تحقیقات کر رہی ہے۔

یہ خبر پڑھ کر رانی کو گرا صد مہ پہنچا۔ امن و محبت کے گہوارہ ہمارے ملک میں نفرت کے ایسے کام لوگ کیوں کر رہے ہیں۔ اگر یہی حال رہا تو انسانوں کے درمیان باہمی تعلقات کیا ہوں گے۔ اور ملک کس طرح ترقی کرے گا۔ یہ سوچتے ہوئے رانی اس جگہ پر بیٹھ گئی۔

واقعہ- 1

ارون سڑک پر چلتے ہوئے راستہ میں نظر آنے والے ایک کتے کو پتھر سے مارا۔ وہ تکلیف سے کرا رہا تھا تو ارون ہنس رہا تھا۔ اتنے میں وہاں موجود ایک بڑے میاں نے اس سے کہا کہ اس طرح دوسروں کو تکلیف دینا ٹھیک بات نہیں ہے۔ لیکن ان کی بات کا ارون نے کوئی نوٹ نہیں لیا۔ دوبارہ اس نے چار پانچ کتوں کو جو ایک جگہ کھڑے ہوئے تھے انہیں پتھر سے مار دیا۔ وہ کتے اچانک اس پر حملہ کر دیئے اور زخمی کرتے ہوئے اسے لہولہان کر دیا۔ اس طرح ارون کو ناف کے اطراف انجکشن لگوانے پڑے۔

واقعہ-2

راجیش تھوڑا لنگڑا کر چلتا تھا۔ گوپی ہمیشہ راجیش کو لنگڑا کہہ کر پکارتا تھا۔ راجیش کو بڑی تکلیف ہوتی تھی۔ وہ کسی سے بھی اپنی پریشانی اور مصیبت بیان نہیں کرتا تھا۔ اس کو مذاق کے طور پر جماعت کے طلباء بھی اس کو ستاتے تھے۔ اس طرح ذہنی کوفت کی وجہ سے راجیش اسکول جانا بند کر دیا۔ حقیقت معلوم ہونے پر اس کے والدین نے اس بات کو اسکول کے صدر مدرس تک پہنچایا۔ اس پر صدر مدرس نے گوپی اور دیگر طلباء کو بلا کر ڈانٹ ڈپٹ کی۔ کسی کو ستاتے ہوئے پریشان کرتے ہوئے خود محفوظ ہونا بہت بری بات ہے۔ مستقبل میں اگر ایسا کیا گیا تو سزا بھگتنی پڑے گی۔ اس طرح انہوں نے وارننگ دی۔

VI (الف) غور کرنا، رد عمل ظاہر کرنا

- 1- رانی نے جو خبریں پڑھیں کیا آپ نے کبھی ایسی خبروں کو پڑھا یا سنا ہے؟ رانی نے جو خبریں پڑھیں اس سے متعلق آپ کے خیالات کا ہیں؟
- 2- دوسروں کو تکلیف دے کر خود محفوظ ہونا ایک شیطانی فطرت ہے۔ اس کی تائید کرتے ہوئے آپ چند مثالیں دیجئے۔
- 3- انسانوں میں انسانیت، امن، برداشت، ہمت، کوفروغ دینے کیلئے ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ کس طرح کا برتاؤ کرنا چاہئے؟
- 4- آپ نے دونوں خبریں سیں۔ انہیں سنتے ہوئے آپ کو کیسا محسوس ہوا؟
- 5- انسانوں میں چند شیطانی صفات بھی لوگ ہوتے ہیں؟ اس پر آپ کیا خیال کیا ہے۔
- 6- انسانوں میں انسانیت، امن، ہمدردی، ہمت ہو تو سماج کس طرح رہے گا۔ بولئے۔
- 7- بند بڑتال کی وجہ سے کبھی عوامی ملکیت کو نقصان پہنچتا ہے۔ یعنی بس نذر آتش کرنا، دوکانیں بند کرنا یا تباہ کرنا، وغیرہ سے نقصان کس کو پہنچتا ہے۔ ان حالات میں عوام کی کیا پریشانیاں ہوتی ہے۔
- 8- تشدد کیلئے راہ ہموار کرنے والے رجحانات کون سے ہیں۔ ان سے باز آنے کیلئے ہمیں کیا کرنا چاہئے۔

(ب) عمل کرنا، تجربات بیان کرنا

(الف) درج ذیل کو پُر کیجئے۔

- میرا نام _____ :
- میرے دوستوں کے نام _____ :
- مجھ میں موجود اچھی عادتیں _____ :
- میرے دوستوں میں موجود اچھی عادتیں _____ :

- مجھ میں موجود کمزوریاں :
- میں اپنی کمزوریوں و خامیوں اس طرح دور کروں گا :
- مجھ میں موجود عادتوں میں بری پسندیدہ عادت :
- وہ اچھی عادت جو دوسروں میں ہے اور وہ مجھ میں نہیں ہے :
- میرا مقصد اچھا (محبت سے) رہنا ہے یعنی :
- انسانوں کے درمیان اچھے رشتے استوار کرنے کیلئے میں نے یہ امور بتائے :
- (ب) لڑائی جھگڑا صرف نقصان پہنچاتا ہے۔ امن، محبت اور بھائی چارگی ترقی کے لیے معاون ہوتے ہیں۔ انہیں مدنظر رکھ کر امن کے لیے نعرے گروہی طور پر تیار کریں۔
- (ج) گروہوں میں بیٹھ کر درج ذیل سے متعلق گفتگو کیجیے۔ ایک فہرست تیار کیجیے۔

امن کو بگاڑنے کی راہیں یا حالات	امن کے لیے راہیں یا حالات

جانے

صلح کروانا ثواب ہے اور نفاق پیدا کرنا گناہ ہے

انسانی زندگی ایک غیر معمولی بات ہے۔ تمام حیوانوں میں انسان اشرف المخلوقات کا مقام رکھتا ہے۔ ہم چوں کہ انسان ہیں اس لیے اللہ نے ہمارے لیے جو ذمہ داریاں اور فرائض تفویض کیے ہیں اس کو نبھانا ہم سب کا فرض ہے۔ بقول ”جیو اور جینے دو“ دنیا میں جو کچھ ہمیں نصیب ہوتا ہے ہم اس کا استعمال کریں اور اس سے استفادہ کے لیے دوسروں کو بھی موقع دیں۔ ہماری طرح دوسرے لوگ بھی آرام سے زندگی بسر کر سکیں۔ کسی کی زندگی میں رکاوٹ نہ بنیں اور دوسروں کو نقصان نہ پہنچائیں ہمارا مذہب یہی سکھاتا ہے اور دنیا کے سارے لوگوں کو امن و امان کا پیغام دیتا ہے۔ اگر ہم اچھے اخلاق اور اچھے کردار کے حامل بن جائیں گے تو ساری دنیا کے لیے ایک مثال بن کر رہ سکتے ہیں۔ حدیث کا مفہوم ہے کہ ”تم اپنے لیے جو پسند کرو تو دوسروں کے لیے بھی وہی پسند کرو“ اس کے علاوہ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے ہمسایہ و پڑوسیوں کا بھی خیال کریں۔ ایک اور حدیث کا مفہوم ہے کہ ”بڑوں کی عزت کرو اور چھوٹوں سے پیار“۔ کسی نے کیا خوب کہا کہ ”زباں شیریں تو ملک گیریں“ اس طرح ہم اپنے آپ میں اخلاق کا ایک پیکر بن کر دوسروں کے لیے ایک نمونہ بن جائیں۔ صرف اپنے ہی بارے میں ہمیشہ نہ سوچتے ہوئے دوسروں کی مدد کے لیے ممکنہ کوشش کرتے رہیں۔

عدم تشدد

جنگل میں جب جانوروں کو بھوک لگتی ہے تو وہ اپنی غذا کے لیے دوسرے جانوروں کا شکار کرتے ہیں۔ لیکن انسان ہی وہ ذات ہے جو اپنی تسکین، سیر و تفریح اور غصہ و دشمنی کہ وجہ سے دوسروں کا قتل کرتا ہے۔ جب رحم دلی، محبت، ہمدردی، دوستی اور دیگر امور کا فقدان ہو جائے تو انسان میں تشدد ابھر کر آتا ہے۔ اگر کوئی ملک سکھ چین اور امن و شائستگی سے رہنا چاہتا ہے تو اس ملک کی عوام عدم تشدد کے راستے زندگی گزارنا چاہیے۔

خیالات، حقوق اور آزادی کا استحصال ہونے پر بھی اگر کوئی شخص عدم تشدد کا راستہ اختیار کرتا ہے تو وہ کامیاب طریقہ سے اپنے مطالبات منوا سکتا ہے۔ ہمارے مذہب میں بھی عدم تشدد کا راستہ اختیار کرنے کی بار بار تلقین کی گئی ہے۔ ہمارے اسلاف کے سیکڑوں بلکہ ہزاروں ایسے واقعات ہیں جہاں ہمیں اپنے مطالبات کی تکمیل کے لیے عدم تشدد کا راستہ اپنانے کی بات کہی گئی ہو۔ حق پر رہتے ہوئے بھی مصلحت کے تحت بعض مرتبہ مد مقابل سے صلہ رحمی کرنا دائمی خوشی اور مسرت کا احساس دلاتا ہے۔ اسلامی تاریخ کا صلح حدیبیہ کا وہ واقعہ ہمیں ہمارے آقا محمد رسول اللہ ﷺ کی کشادہ دلی، صلہ رحمی، باہمی محبت، وصال میل اور عام معافی جیسی صفات کو یاد دلاتا ہے۔

عام طور پر دنیا میں ہم دو طرح کا تشدد ہوتے دیکھتے ہیں پہلا جسمانی استحصال یا تشدد اور دوسرا ذہنی استحصال۔ ہماری خواہشات، امیدوں اور حقوق کی عدم تکمیل پر غم و غصہ کے اظہار کے طور پر دوسروں کو تکلیف پہنچانا جسمانی تشدد کہلاتا ہے۔ دنیا میں تمام کو جینے کا حق حاصل ہے لیکن ایک طاقتور شخص کا کمزوروں پر جسمانی ایزیت دیتے ہوئے ظلم کرنے کو ہم عام طور پر دیکھتے ہیں ذہنی استحصال یا تشدد جسمانی تشدد کے مقابلہ میں بہت زیادہ نقصان دہ ہوتا ہے۔ خراب گفتگو، تعذیب دیتے ہوئے ناشائستہ الفاظ کے ذریعہ دوسروں کو ذہنی تکلیف دینا ہی ذہنی کرب یا بے چینی میں مبتلا کرنے کے مترادف ہے۔ اور یہی ذہنی استحصال کہلاتا ہے۔ کوئی بھی ناخوشگوار گفتگو، وگالی گلوچ اسی زمرہ میں آتی ہے۔ جسم پر لگنی والی چوٹ یا زخم چند دنوں میں مندمل ہو سکتا ہے لیکن روح پر لگا زخم کئی برس بیت جائیں تو بھی مندمل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ہمارے آقا محمد ﷺ فرماتے ہیں کہ ”پہلو ان وہ نہیں جو کسی کو پچھاڑ دے، پہلو ان دراصل وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے“ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”تم ہمیشہ اپنی زبان کو قابو میں رکھو اور اس بات کا خیال رکھو کہ تمہاری طرف سے کسی کو ٹھیس نہ پہنچے اور کسی کی دل شکنی نہ ہو۔ ہمیں جب اللہ کوئی رتبہ، عہدہ یا طاقت عطا کرتا ہے تو ہمیں بہت ہی محتاط رہنا چاہیے۔ اس کا ہرگز ناجائز استعمال نہ کریں۔ محبت اور خوش مزاجی کے ذریعہ دوسروں کا دل جیت لینا چاہیے۔“

حضرت علیؑ ایک مرتبہ کسی کافر دشمن سے لڑتے لڑتے اس کو چت کر دیتے ہیں اور اس کے سینے پر بیٹھ جاتے ہیں۔ اپنا نیزہ اس کے سینہ میں پیوست کرنے ہی والے تھے کہ وہ شخص آپ کے منہ پر تھوک دیتا ہے۔ حضرت علیؑ فوراً ہی اس سے علیحدہ ہو جاتے ہیں اور اس کو معاف کر دیتے ہیں۔ اس طرح کے طرز عمل سے وہ شخص پریشان ہو جاتا ہے اور آپ سے کہتا ہے کہ اے امیر المومنین میں نے جب آپ کے منہ پر تھوک دیا تو آپ کو اور غصہ آنا چاہئے تھا اس کے بجائے آپ نے مجھے کیوں معاف کر دیا۔ حضرت علیؑ مسکرائے اور کہنے لگے تیرے تھوکنے سے قبل تیرا اور میرا جھگڑا حق اور باطل کا تھا اور میں خالص اسلام کے لیے تجھ سے لڑ رہا تھا۔ لیکن جیسے ہی تو نے مجھ پر تھوک دیا تو تو نے میرے نفس کو چھیڑ دیا اگر میں تجھے قتل کر دیتا تو یہ میرے نفس کا عمل ہوتا اور میں گنہگار ہو جاتا اس لیے میں نے تجھے آزاد کر دیا۔

اس طرح ہماری جو خواہش ہوتی ہے وہی ہم اپنے بھائیوں اور دیگر لوگوں کے لیے کریں حدیث کا مفہوم ہے کہ جو چیز تم اپنے لیے پسند کرو وہی چیز دوسروں کے لیے بھی پسند کرو۔ برائی کرنا بہت آسان ہے لیکن نیکی کی راہ پر چلتے ہوئے نیک انسان بننا ذرا مشکل ہے۔ اور یہی راستہ ہمیں جنت میں لے جانے والا ہے۔

قول

غصہ عقل کو کھاتا ہے

قول

غصہ ہمیشہ حماقت سے شروع ہو کر ندامت پر ختم ہوتا ہے

13 - محنت ہی زندگی کو خوبصورت بناتی ہے

II - ذیلی قدر
محنت ہی زندگی کو خوبصورت
بناتی ہے

I - اہم قدر
محنت کی قدر

- محنت کے مزے کو محسوس کر کے احترام کریں گے۔
- محنت کی قدر کرتے ہوئے، کام کو ذمہ داری سے نبھائیں گے۔

III - مطلوبہ نتائج، مقاصد

تمہید

محنت کے معنی مشقت ہیں۔ ہم محنت کریں گے تو کچھ بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ محنت کا تعلق جسم سے ہے۔ نفسیات سے ہے۔ جسمانی محنت سے جسم کو تھکاٹا ہوتی ہے۔ اس کی وجہ غذا پر چاہت بڑھتی ہے۔ اچھی غذا کے استعمال سے اچھی صحت حاصل کر سکتے ہیں۔ جسم تندرست رہتا ہے۔ جسمانی محنت کے ذریعہ جسمانی، نفسیاتی طاقت میں اضافہ ہی نہیں بلکہ سماج میں عزت بھی حاصل ہوتی ہے۔ ہم محنت مشقت کرنے والوں کو دیکھتے رہتے ہیں۔ وہ علی الصبح سے شام تک محنت کرتے ہی رہتے ہیں۔ کوئی نہ کوئی کام کرتے ہی رہتے ہیں۔ اور نفسیاتی محنت سے مراد دل کو تکلیف دینا ہے۔ اس کا مطلب دل سے سوچنا پڑھنا وغیرہ۔ اس سے ہمیں دنیا کا فہم، سوچنے کی طاقت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اپنے کام سے لاپرواہی عدم دلچسپی کہلاتی ہے۔ یہ کام مجھے کرنا ہے۔ یہ کام مجھے کرنا ہے۔ یہ کام میرا ہے ایسے جذبات سے کام کرنا، جذبہ قربانی کہلاتا ہے۔ ہمارا کام چھوٹا ہونے دیجئے یا بڑا اگر ہم اس کو محنت اور جذبہ قربانی سے کریں گے تو ہی بحسن خوبی انجام دے پائیں گے۔ اتنا ہی نہیں اگر کوئی کام کو ہم عدل دلچسپی سے کریں گے۔ مجبوری میں کریں گے تو ایسے کام کو ہم پایہ تکمیل تک پہنچا نہیں پائیں گے لہذا ہمارے انجام دیئے گئے کام کی سماج میں شناخت اور پہچان ہوتی ہے۔ ان باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ہمیں کوئی بھی کام میں جذبہ ایثار و قربانی کا نمونہ پیش کرنا چاہئے۔ کام کے مزے کو محنت کی قدر کو بتانے والے اس گیت کو سماعت فرمائیں۔

محنت

محنت ہر دم کام ہو اپنا محنت سے ہی نام ہو اپنا
 محنت سے مہکے پھلواری محنت کا پھل کیاری کیاری
 محنت سے قسمت چمکے ہے محنت سے دولت کھنکے ہے
 محنت ہیرے موتی رولے محنت سب رازوں کو کھولے
 محنت مشکل کام سنوارے محنت ڈوبی ناؤ ابھارے
 محنت عزت دلوانی ہے محنت کیا کیا دکھلاتی ہے
 محنت ایک عبادت اپنی محنت ایک ریاضت اپنی
 محنت سے ہر دور میں راحت محنت سے دنیا میں جنت
 محنت ننھی چیونٹی کرتی محنت سے گودا میں بھرتی
 محنت سے سب سکھ پاتے ہیں محنت کے سب پھل کھاتے ہیں
 محنت سے تعلیم کا گہنا محنت کر کے سب نے پہنا
 محنت سے خوش ہوتے ٹیچر محنت سے خوش ہو سارا گھر

محنت محنت نعرہ اپنا
 محنت محنت بخت کا تارہ اپنا

VI-(الف) سوچنا۔ ردعمل ظاہر کرنا

- 1- اب کے سماعت کئے ہوئے گیت میں کس کی محنت کے بارے میں بتایا گیا ہے
- 2- ہم جو جانتے ہیں گھر کی تعمیر، کپڑے بدلنے میں، چپل پہننے میں، کتابوں کی تیاری میں کس کی محنت چھپی ہوتی ہے بتائیے۔
- 3- بتائیے کے ہمارے اطراف کون کون محنت کرنے والے ہیں۔
- 4- کہتے ہیں کہ محنت کرنے والے سب برابر ہیں تو پھر آپ کی سمجھ میں کیا آیا؟
- 5- محنت کا احساس کرتے ہوئے اس کا احترام کرنے سے کیا نتائج حاصل ہوتے ہیں بتائیے۔

ب۔ عمل کرنا۔ تجربات بیان کرنا

بتائیے آپ کے گھر میں پڑوس میں کون محنت کے ذریعہ ہماری مدد کر رہے ہیں۔ ان کی محنت کو سراہتے ہوئے ان کا شکریہ ادا کیجئے۔

جانے

محنت سے مراد مشقت سے کام کرنا ہے۔ کام کرنے کی وجہ سے ہمارے دل کو سکون ہی نہیں ملتا بلکہ جسمانی صحت بھی نصیب ہوتی ہے۔ گھر میں ہونے دیجئے یا سماج میں ہونے دیجئے۔ محنت کے ذریعہ ہی ہر کوئی خوشی سے زندگی بسر کر رہا ہے۔ کام کو عبادت سمجھتے ہوئے کام کرنے والوں کی عزت کرنا ہمارا فرض ہے۔ کام چھوٹا ہے کام بڑا ہے کی بات کو بازور کھتے ہوئے سب کا برابر احترام کرنا ہمارا فرض ہے۔

بعض افراد اپنا کام خود انجام دیتے ہوئے چھوٹے چھوٹے کام انجام دیتے ہوئے شرم محسوس کرتے ہیں۔ لیکن امریکی صدر ابراہم لنکن اپنے حقیر سے حقیر خود انجام دیتے تھے۔

ایک دن ابراہم لنکن اپنے جوتے پالش کر رہا تھا اتنے میں ایک شخص وہاں پہنچا اور تعجب سے پوچھنے لگا اپنے جوتے خود آپ پالش کر لیتے ہیں۔ تو لنکن نے الٹا سوال کر دیا کہ کیا آپ اپنے جوتے خود پالش نہیں کر لیتے۔ تو کیا آپ دوسروں کے جوتے پالش کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس کا کام وہ انجام دینے سے اس کام کو عزت دینے کے برابر ہے۔ اتنے عظیم عہدے پر رہتے ہوئے بھی لنکن نے اپنے کام خود انجام دیتے ہوئے کام سے ان کی محبت کو ظاہر کیا ہے۔

کئی سال پہلے کی بات سنیے

بنگال کے ایک چھوٹے ریلوے اسٹیشن پر ریل رکی۔ ایک تعلیم یافتہ نوجوان سوٹ کیس لے کر ریل سے اتر اُدھر ادھر دیکھتے ہوئے، قلی، قلی پکارا، لیکن چھوٹے اسٹیشن میں قلی کہاں ہوتا ہے۔ چھی، چھی یہاں پر قلی ہی نہیں ملتا کہہ کر چیڑ میں آیا۔ یہ باتیں ریل اتر کر آنے والے ایک بزرگ نے سنا، بابا! یہ سوٹ کیس میں لیکر آؤ گا کہتے ہوئے سامنے کھڑے ہو گئے۔ یہ نوجوان اس سوٹ کیس کو اس بزرگ کے کندھے پر چڑھا کر خود سامنے چل رہا ہے۔ پیچھے سوٹ کیس کے ساتھ بزرگ آرہے ہیں۔ دونوں اسٹیشن پارکر کے گاؤں میں داخل ہوئے۔ نوجوان گھر پہنچ کر دروازے پر دستک دی اندر سے والد آ کر دروازہ کھولا، سوٹ کیس اٹھا کر لانے والے شخص کو دیکھ کر ہائے! ہائے ایشور چندر اودھیا ساگر؟ آپ اٹھالائے کیا؟ کہتے ہوئے شرمندہ ہوا۔ ساتھ آیا نوجوان کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور شرمندہ ہو کر معافی مانگا۔ ایشور چندر اودھیا ساگر ہمیشہ کہتے تھے کہ خود کے کام خود کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

کام سے دلچسپی ہونا۔ یہ کہانی سنئے

بہت سے لوگ اپنا کام چاہے کتنا ہی اہم کیوں نہ ہو اس سے عدم دلچسپی لاپرواہی سے پیش آتے ہیں جب جو کام ان کا نہیں ہوتا اس میں غیر معمولی دلچسپی بتاتے ہیں۔ یہ ایک عجیب قسم کی خصلت ہے۔
محکمہ بلدیہ میں سپرنٹنڈنٹ کا کام انجام دینے والا ایک شخص اپنے کام کو دلچسپی سے نہیں نبھاتا اور الٹا کہتا ہے کہ اگر میں میونسپل کمشنر ہوتا تو شہر کو اس طرح بنا دیتے۔

جماعت دہم کا طالب علم اپنی جماعت میں درجہ اول کے نشانات حاصل کرنا ٹھان لیا۔ اس کسی نہ کسی طرح کامیاب ہو جاؤنگا اور کہتے رہتا کہ آئندہ سے ہر جماعت میں درجہ اول ہی آئیگا۔

ایم۔ اے درجہ اول سے کامیاب ہو کر لکچرر کی نوکری کرنے والا شخص 'بہترین معلم' کا اعزاز حاصل کرنا چاہا اور سوچتے رہنا پڑا کلاس میٹ آئی اے ایس کامیاب ہو کر کلکٹر ہو گیا۔ اور خود کلکٹر نہیں ہو سکا ہمیشہ سوچتے رہتا خود کے کام میں عدم دلچسپی غیر ضروری کاموں میں دلچسپی اس سے زندگی میں کامیاب حاصل نہیں ہوتی۔ ہر کوئی سب کام نہیں کر سکتا۔ ضرورت کے مطابق ہی کام کرنے میں کامیابی کا راز چھپا ہوا ہے۔ تب ہی تو کام میں مٹھاس ملتی ہے۔ اگر آپ کا پسندیدہ کام آپ کو نہیں ملا تو ملنے والے کام سے محبت کیجیے۔ اگر کئے جانے والے کام سے دلچسپی نہیں ہوگی تو اس کام کو ہم بہتر ڈھنگ سے انجام نہیں دے سکتے۔ پسندیدہ کام کرنے سے دلچسپی حاصل ہوتی ہے۔ تب ہی اس کام کو ہم مہارت سے انجام دے سکتے ہیں۔ اسکول میں حصول تعلیم کسرت و ورزش کرنا ہو، نوکری یا کاروبار کریں۔ سماجی خدمات میں حصہ لینا ہو چاہئے کوئی بھی کام انجام دے رہے ہوں اس سے دلچسپی سے انجام دیں۔ جذبہ وقف ہونا چاہئے۔ تب ہی جا کر اس کام کو ہم کامیابی کے ساتھ انجام دے سکتے ہیں۔

ہم کوئی چیز حاصل کرنا چاہتے ہیں تو محنت ضروری ہے۔ صرف خواہش رہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ صرف سوچنے سے ہی کام نہیں ہوتا۔ محنت، مشقت اور جتو سے ہی کچھ بھی حاصل کیا جا سکتا ہے۔ لہذا ان تینوں خصوصیات کو استعمال کر کے ہمیں سوچنے گئے کام کو بحسن و خوبی انجام دیں۔ کمزور لوگ کام کی مشقتوں اور تھکان کے ڈر سے کام ہی شروع نہیں کرتے۔ درمیانی لوگ کام شروع کر کے مشکلات سے ڈر کر کام کو درمیان میں ہی روک دیتے ہیں ہمت والے اپنے شروع کیئے گئے کام میں چاہتے کتنی ہی مشکلات اور روکاؤٹیں کیوں نہ پیدا ہو سکا سامنا کر کے شروع کیئے گئے کام کو جتو سے کامیابی کے ساتھ پایہ تکمیل کو پہنچاتے ہیں۔

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمت والے کام کو جذبہ ایثار و قربانی کے ساتھ انجام دیتے ہیں۔ اسلئے وہ کامیابی حاصل کرتے ہیں۔ لہذا ہم بھی کام سے محبت، دلچسپی و قربانی کے جذبہ کو فروغ دیں۔ محنت و مشقت کا احساس کرتے ہوئے اس کا احترام کریں۔ لہذا جو کام سے دلچسپی رکھتے ہیں کام کو اپنا فرض و ذمہ داری سمجھتے ہیں ایسے افراد کا ہمیشہ احترام کیا جاتا ہے اور انہیں پسند کیا جاتا ہے۔

اس طرح ہر کوئی کام سے دلچسپی پیدا کرتے ہوئے اس کے پھل کی مٹھاس کو حاصل کرتے ہوئے۔ کام کرنے کے عادی بنتے ہوئے زندگی گزاریں۔ بچپن سے روزی روٹی کے لیے محنت کرتے ہوئے۔ کامیابی زندگی گزارنے والی ایک خاتون کی کہانی سنئے۔

راملماں صبح سویرے سورج کی نرم نرم شعاعیں اپنے اوپر محسوس کرتے ہی بستر کو بازو کر کے اٹھ بیٹھی ہے۔ ضعیف ہونے کے باوجود بھی روز صبح اٹھ کر چھوٹی راملماں کو بھی اٹھاتی۔ ایک بڑھی راملماں راملو ما بستر سے نہیں اٹھی وہ مرچکی تھی۔ چھوٹی راملماں کا اب اس دنیا میں کوئی سہارا نہیں تھا۔ ماں کا انتقال ہو گیا وہ بے سہارا ہو گئی۔

جہاں پر روز کام کرتی تھی اس کے مالک پاس پہنچی سارا واقعہ سنا کر رونے لگی۔ مالک اور اس کی بیوی اس کو سمجھائے اور ہمت دے۔ دوسرے دن سے راملماں کی زندگی بدل گئی۔ روزانہ صبح اٹھتی مالک کے بیوی کے کام میں مدد کرتی۔ اس کے بعد بازار جا کر مالک کے کام میں مدد کرتی۔ اس طرح مشکلوں سے کام کرتی رہی۔

ایک مرتبہ راملماں بازار میں مالک کے پاس گئی۔ تب ہی مالک اور اس کی بیوی سفر پر جانے کیلئے تیار ہو رہے تھے۔ وہ اسی کا انتظار کر رہے تھے راملماں کے آنے کے بعد اس کو دس روپے دے کر کہے کہ ہم سفر پر جا رہے ہیں آنے تک تین دن لگتے ہیں۔ جب ان پیسوں سے اشیاء خرید کر استعمال کرے۔

وہ تین دن کے گذاریں راملماں کی سمجھ میں نہیں آیا۔ صبح اٹھتی راستے پر پڑا جانوروں کا گوبر چنتی اور جمع کرتی۔ اس کے بعد کھانا پکا کر کھاتی۔ ابھی شام نہیں ہوئی تھی کہ پھر سٹرک پر پڑے جانوروں کا گوبر چنتی اور اپنی جھونپڑی کے سامنے جمع کر لی۔ اس طرح صبح اور شام یہ ایک عادت بن گئی۔ اب روزانہ صبح شام یہ کام کرنے کے بعد مالک کے پاس جاتی اور کام کرتی۔

اس طرح سال تمام جمع کیا ہوا گوبر تقریباً 20 بنڈی ہو گیا۔ اتنے میں زراعت کا موسم آ گیا کسان کھیت میں گوبر کھاد ڈالنا شروع کئے۔ تمام کسانوں کی نظریں راملماں کی جھونپڑی کے سامنے کے گوبر کے ڈھیر پر تھی۔ کسان وہ گوبر کا کھاد خریدنا چاہے۔ اس بات کا علم مالک کو ہو گیا۔ مالک ایک کسان سے سودا کر لیا فی بنڈی گوبر -/200 روپے جملہ چار ہزار روپے راملماں کے ہاتھ میں ڈال دیا۔

اچانک راملماں کے ہاتھ 4000 روپے لگ جانے سے وہ حیران رہ گئی، اس رقم کو اس نے بنک میں جمع کر دیا۔ اس طرح راملماں نے اپنے فرصت اوقات میں گوبر جمع کر کے کھاد بنانا شروع کیا۔ اس سال راملماں کو کھاد کی وجہ سے تین گنا نفع حاصل ہوا۔ یہ تمام رقم اس نے اپنے بنک کھاتے میں جمع کی اس طرح کرتے کرتے راملماں کے بنک میں ایک لاکھ روپے کی رقم جمع ہو گئی۔

ایک مرتبہ اس کے مالک اور اس کی بیوی دونوں کا سڑک حادثہ میں انتقال ہو گیا۔ اس کے مالک کی دکان اور مکان وغیرہ کورشتہ داروں نے چھین لیا۔ رالماں نے اپنے پاس محفوظ رقم کے ذریعہ ایک کرانہ کی دکان شروع کی آہستہ آہستہ اس کے کاروبار میں اضافہ ہوتا گیا رالماں نے محنت کی قدر کی۔ اب رالماں سارے گاؤں میں دولت مند خاتون کے طور پر جانی جاتی ہے۔ لیکن اس نے اپنی غربت کے پریشان حال دنوں کو کبھی نہیں بھلایا۔ رالماں نے کئی غریب بچوں اور ضعیف افراد کو اپنے مکان میں پناہ دے رکھی ہے۔ ان کی رہائش اور کھانے پینے کی ذمہ داری اٹھاتی ہے۔ اس طرح رالماں نے محنت کے ذریعہ زندگی کا لطف حاصل کیا۔

محنت میں خوشی مضمر ہے

محنت صرف ضرورت کے لیے نہیں ہوتی ہے بلکہ اس میں خوشی بھی چھپی ہوئی ہوتی ہے۔ محنتی افراد محنت کو ایک مدد کے طور پر کام کرنے سے انہیں کئی فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ کسان ہل پکڑ کر زمین جوت کر فصل اگاتا ہے۔ مزدور اپنی کمر جھکا کر صنعتوں میں کام کرتے ہوئے اشیا کی پیداوار میں اضافہ کرتے ہیں۔ بڑھتی دروازے بناتا ہے، کمہار گھڑے بناتا ہے، جلابا کپڑے بناتا ہے، ایک مزدور گھر بناتا ہے۔ اس طرح محنت اور کام کی تقسیم عمل میں آتی ہے۔

قول

سکون کی مٹھاس، محنت نام کی کڑواہٹ سے حاصل ہوتی ہے

قول

محنت تمہارا ہتھیار بن جائے تو کامیابی تمہاری غلام بن جائے گی۔

-- گاندھی جی

14۔ مختلف اقسام کی خدمات

II۔ ذیلی قدر
مختلف اقسام کے خدمات
کرنے والوں کی شناخت کرنا

I۔ اہم قدر
جذبہ خدمت

- سماج کی خدمت کرنے والوں کی شناخت کریں گے۔
- سماج کی بھلائی کرنے کی صفت کو پیدا کر لیں گے۔

III۔ مطلوبہ نتائج، مقاصد

تمہید

روز آہ ہم کئی چیزیں دیکھتے ہیں۔ اس میں سے چند کو اہمیت نہیں دیتے۔ اور چند کے تعلق سے نہیں سوچتے۔ لیکن تھوڑا سا غور کرنے سے چند معاملات میں تعجب ہوتا ہے۔ کیا بڑے درخت کے بیج کو دیکھے؟ کتنا چھوٹا رہتا ہے۔ لیکن اسی میں سے بڑا بڑا کا درخت نکلتا ہے۔

اتنے چھوٹے بیج میں اتنی طاقت ہے۔ اسی طرح ہمارے درمیان پائے جانے والے افراد میں کچھ تھوڑی سے اچھی عادت رہتی ہے۔ عام افراد کی طرح دکھائی دینے والوں میں بھی غیر معمولی صلاحیت چھپی ہوئی رہتی ہے۔ وہ کئی اقسام سے ہم کو کسی ایک راستے سے سامان اور خدمات کی شکل میں ہم کو مدد پہنچاتے ہیں۔ اس طرح کے افراد کی شناخت کرنا اور ان کا احترام کرنا۔ ان کی کوشش اور ایثار کے بارے میں ہم معلوم کر لیں گے!

۷- مضمون

ندی کے کنارے خدمتی ادارہ

خدمت خلق ہی خالق کی خدمت ہے۔ یقین رکھنے والے کارونیا نندا سوامی جی نے دریائے گوداوری کے کنارے اپنی زندگی بے سہارا لوگوں کی خدمت کے لئے وقف کر دی۔ سات دہے قبل بچوں کو انا تھ آشرم اور ضعیفوں کیلئے ضعفاء کا آشرم شروع کئے۔ ان کے ذریعہ کئی بچے اپنے سنہرے مستقبل کی راہ پر گامزن ہیں۔ ضعفاء بے فکر زندگی کے بچے حصے کو گزار رہے ہیں۔

تعلیم کیلئے خدمت

کارونیا نندا سوامی ضلع چتور سے راجندر ری کو آئے۔ وہاں جیوا کارونیا سنگھم کے نام سے ایک ادارہ کو شروع کر کے بے سہارا لوگوں کو سہارا فراہم کئے۔ 10-15 سالہ عمر کے بچوں کو شریک کر کر ان کو تعلیم دلانے والے۔ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا ہے تو دور کے رشتہ داروں یا سخی لوگوں کی مدد لے کر باہر جا کر تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔ اگر نہیں تو کوئی روزگار کا راستہ دیکھ لینا۔ اس عمر سے ہی اپنے پیروں پر آپ کھڑے ہونے کے عادت ڈالنے والے تھے۔ یہاں تعلیم حاصل کر کے پولس، تعلیم، بینک۔۔۔ اس طرح کئی میدانوں میں نوکریاں حاصل کرنے والے کئی طلباء ہیں۔ ان میں سے کئی لوگ سال میں ایک مرتبہ آ کر اپنی جانب سے مالی تعاون کرتے ہیں۔

ضعفاء کی خدمت

یہی کارونیا نندا سوامی نے راجندر ری میں تالاب کے سٹرک پر ضعفاء کیلئے خاص آشرم تعمیر کروائیے۔ اس کا نام ”جیوا کارونیا ضعیفوں کا آشرم“ ہے۔ اس آشرم میں بے سہارا ضعفاء اور کوڑکی بیماری والے سہارا حاصل کرتے ہیں۔ یہاں پر سہارا لینے والے بے املا ہونے پر بھی گھروں میں بے توجہی کا شکار ہونے والے ہیں۔ فی الوقت 110 افراد سہارا لے رہے ہیں۔ ضعفاء کی حفاظت کیلئے اور اسی طرح کوڑکی بیماری والوں کو وقت پر ضرورت کے دوائیاں دیئے ہوئے علاج کیلئے والینٹروں کو اور ڈاکٹروں کو بھی رکھا۔ اس طرح ہر سال کئی ضعیف حضرات سہارا لے کر یہ سب ایک خاندان کی طرح رہتے ہیں۔ اس ادارہ کی جانب سے کئے جانے والے خدمات میں ایک اور اہم خدمت لاوارث نعتوں کی آخری رسومات ہیں۔ شہر راجندر ری کے ساتھ قرب و جوار کے علاقوں میں لاوارث اور ضعیف لوگوں کے مرنے کی اطلاع ملتے ہی ادارہ کی جانب سے چند افراد جا کر مرنے والے کی نعش کو شمشان گھاٹ لے جا کر آخری رسومات انجام دیتے ہیں۔

یہ خدمات دیکھنے میں چھوٹے رکھتے کے باوجود صحت مند سماج کیلئے ضروری ہیں۔ لہذا مختلف خدمات انجام دینے والوں کی شناخت کر کے ہم بھی سماج کی خدمت کرنے کی صفت کو پیدا کر لینا۔

VI (الف) غور کیجئے۔ رد عمل ظاہر کیجئے۔

- 1- کیا آپ مندرجہ بالا واقعات کو سننے! کیا آپ کہیں، کبھی اس قسم کے واقعات کو دیکھے؟ دیکھے ہیں تو آپ کو کیا سمجھ میں آرہا ہے؟
 - 2- خدمات کرنے والوں سے آپ ملے تو آپ کس طرح رد عمل ظاہر کریں گے؟
 - 3- ان خدمات کے ذریعہ سماج کو کیا فائدہ ہے؟
 - 4- آپ کس قسم کے خدمات انجام دینا چاہ رہے ہیں؟
- (ب) عمل کیجئے۔ تجربات کو بیان کیجئے۔

آپ کے گاؤں میں مختلف اقسام کے پیشے اور اشیاء کی خدمات کرنے والوں کی شناخت کر کے ان کی ضروری مدد کس طرح کریں گے۔ ایک ورق تیار کیجئے۔

جانے

انسان رواجی طور پر چند حدود اور مذہبی طور طریقوں کے ساتھ تشکیل دیئے جانے والے گروہ کو سماج کہتے ہیں۔ سماج کو صحیح راستہ پر رکھنا ہماری ذمہ داری ہے۔ ہمارا سماج قدروں کو زیادہ اہمیت دیا ہے۔ قدیم زمانے سے اس سماج میں ہر کوئی ایک ذمہ داری کو پودا کر کے سماج کی مضبوطی کیلئے کوشش کرنے والے تھے۔ یہی ذاتی پیشے سماج میں پائے جانے والے مختلف گروہ ان کے پیشوں پر عمل کرتے ہوئے سماج کی ترقی کیلئے اور اس کے ساتھ معاشی زندگی کیلئے کوشش کرنے والے تھے۔ اس قسم کے پیشہ ور کو سماج عزت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اس پیشے پر عمل کرنے کیلئے وہ بھی اپنے آپ کو کم تر نہیں سمجھتے تھے۔ لیکن آج بیرونی ممالک کا تصور بڑھنے سے ہمارا سماج نقصان اٹھا رہا ہے۔ اس کی وجہ سے سماج میں عدم مساوات بڑھتے جا رہی ہے۔ اس کو ہم محسوس کر کے اچھے سماج کی تعمیر میں کامیابی حاصل کرنا چاہئے۔

اس سماج کے ذریعہ ہم زندگی گزار رہے ہیں۔ بغیر ایک دوسرے کی مدد کے انسان کی روزمرہ زندگی گزارنا محال ہے۔ مثلاً انسان کو غذا کیلئے درختوں اور کسانوں پر انحصار کرنا پڑتا ہے۔ کپڑوں کیلئے جولا ہوں پر درزی پر اور دھوبی پر انحصار کرنا پڑتا ہے۔ مکان تعمیر کرنا ہے تو قلیوں، ریت، سمٹ اور سلاخ پیدا کرنے والے صنعتوں پر انحصار کرنا پڑتا ہے۔ سفر کیلئے بسوں پر ریلو پر آٹو پر اور ان کے چلانے والوں پر انحصار کرنا پڑتا ہے۔ اس طرح انسان کسی پر بھی انحصار کئے بغیر زندگی گزار سکتے۔ اسلئے اس بات کو ہم محسوس کرنا چاہئے۔

اس سماج سے ہم علیحدہ ہو جائیں تو کسی کام کے نہیں رہتے۔ ہم کو کئی طرح سے مدد کرنے والا یہ سماج میرا ہے۔ اس کی بھلائی کیلئے میں کوشش کروں گا ہر ایک کو اس بات کو سمجھ لینا چاہئے۔ سماج میں مختلف اقسام کے پیشہ ورانہ، غیر پیشہ ورانہ اور ناخواندہ

لوگوں کی کافی تعداد موجود ہے۔ ان لوگوں کی مصیبتوں کے ازالہ کے لیے دوسروں کو کوشش کرنا چاہیے۔ گاؤں، جنگل اور پہاڑوں پر رہنے والے لوگوں کی مصیبتوں کے وقت ہمیں ان کے کام آنا چاہیے۔

گھر میں والدین کے کام میں ہاتھ بٹانا بھی ایک خدمت ہے۔ ضعیفوں، معذورین کی بھی ہم خدمت کریں۔ سماج میں کئی ایک رضا کارانہ عوامی خدمت کے ادارے موجود ہیں۔ اداروں کی شکل میں، ہی نہیں بلکہ انفرادی طور پر سماجی خدمت انجام دینے والے کئی لوگ ہمارے سماج میں موجود ہیں۔

آفات سماوی جیسے قحط، زلزلہ، سیلاب وغیرہ واقع ہونے پر اور حادثات واقع ہونے پر چند لوگ انفرادی طور پر اور چند اجتماعی طور پر متاثرین کی مدد کرتے رہتے ہیں۔

نیشنل گرین کور (NGC)، جنگلاتی تحفظ، جنگلی جانوروں کا تحفظ کرنے والی تنظیموں کے علاوہ کونسل فار گرین ریو لیوشن، ریڈ کراس اور بلو کراس جیسے ادارے بھی قدرتی ماحول اور جنگلی جانوروں کے تحفظ کے لیے مختلف پروگراموں کا انعقاد عمل میں لا رہے ہیں۔

قول

خدمت خلق ہی خدمت خدا ہے

15 - خواتین کو بااختیار بنانا

II - ذیلی قدر
خواتین کی بااختیاری، تعلیم،
دیگر مواقع

I - اہم قدر
مساوی حقوق، رواداری،
خواتین کے تین عزت
وا احترام

● خواتین بھی حدود اور حجاب میں رہ کر کام کر
سکتی ہیں۔

III - مطلوبہ نتائج، مقاصد

تمہید

ہمارا سماج مرد حاکم سماج ہے۔ عام طور پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ خواتین کے ساتھ صنفی امتیاز برتا جاتا ہے۔ اور یہ امتیاز
’زمانہ قدیم سے ہی جاری ہے۔ مختلف قسم کے کاموں میں چند کاموں کو خواتین کے لیے جبکہ چند کاموں کو مردوں کے لیے مختص
اور مخصوص کر دیا گیا ہے۔ اکثر ہم یہ دیکھتے ہیں کہ والدین اپنے بچوں کے درمیان (لڑکا اور لڑکی ہونے کی بناء پر) امتیاز برتتے
ہیں۔ جسکا اظہار خریدے جانے والے کھلونوں سے بھی ہوتا ہے۔ کمائی اور گھر کے باہر کے کاموں کی ذمہ داری مرد حضرات پر
ڈالی گئی ہے جب کہ گھر کے اندر رورنی کام کاج، افراد خانہ کی خدمت، اسی طرح بچوں کی دیکھ بھال کی ذمہ داری خواتین کے حصہ
میں آئی ہے۔ لیکن موجودہ زمانہ میں خواتین بھی حصول معاش کی کوشش کرتے ہوئے ملازمت کرتے ہوئے معاشی طور پر خود
مکنتھی ہو رہی ہیں۔ خواتین کے ان سب خدمات اور فرائض کو انجام دینے کے باوجود سماج کا خیال یہی ہے کہ خواتین، مرد
حضرات کے مساوی یا برابر نہیں ہیں۔ لیکن آج کے زمانہ میں ہر میدان میں خواتین اپنے مقام اور وجود کو منوار ہی ہیں۔ آپ نے
دیکھا ہوگا کہ تعلیمی میدان میں کامیابی کا فیصد زیادہ تر لڑکیوں اور خواتین کا ہی ہوتا ہے۔

۷۔ مضمون

I۔ واقعہ

نادیہ ایک خاتون خانہ ہے۔ کمپیوٹر سائنس میں پوسٹ گرانجوشن کی ڈگری حاصل کی ہے۔ اپنے بچوں کی پرورش کے لیے ملازمت کو بھی چھوڑ دیا۔ بچوں کو بچپن سے ہی اچھی کہانیاں سنا کر اچھے اخلاق اور اقدار سکھانے کی کوشش کی۔ بچے مدرسہ سے گھر آنے کے بعد ہوم ورک کرنے لگتے تو وہ ان کی نگرانی کرتی۔ اسی طرح بچوں کے اسکول میں پڑھانے والے اساتذہ اور صدر مدرس سے ملاقات کرتے ہوئے ان کی تعلیمی حالات کے بارے میں جانتی ہے۔ یہی نہیں بلکہ نادیہ گھر کی وزیر خزانہ بھی ہے۔ یعنی گھر کے تمام اخراجات کی وہ راست نگرانی کرتی ہے۔ نادیہ کی اس لگن ذمہ داری کے احساس اور نگرانی کے نتیجے میں اس کے بچے ذمہ دار شہری بن گئے۔

II۔ واقعہ

شازیہ جماعت دہم کی طالبہ ہے۔ اچھا رشتہ آنے پر اس کے والدین نے اس کی شادی طے کرنا چاہی۔ اس بات کو جان کر شازیہ نے والدین کو سمجھایا کہ وہ ابھی سے شادی کرنا نہیں چاہتی بلکہ وہ تو پڑھ لکھ کر ملازمت کرتے ہوئے اپنے پیروں پر کھڑے ہونا چاہتی ہے۔ اس نے اپنے والدین کو یہ بھی بتایا کہ 18 سال سے کم عمر لڑکی کی شادی کرنا قانوناً جرم ہے۔ اس لیے وہ ابھی سے اس کی شادی کی بات نہ کریں۔

III۔ واقعہ

عاتکہ اور عارف دونوں میاں بیوی ہیں۔ معاشی طور پر انہیں کوئی پریشانی نہیں ہے۔ ایک مرتبہ عاتکہ کے والد بیمار ہو گئے۔ ڈاکٹروں نے کہا کہ آپریشن کروانے پر ہی صحت یاب ہو سکتے ہیں۔ عاتکہ کا بھائی ایک خانگی کمپنی میں ملازم ہے۔ آپریشن کے لیے درکار رقم وہ بھی جٹا نہیں پارہا تھا۔ وہ بھی اسی سوچ میں تھا کہ آپریشن کروایا جائے تو کس طرح؟ اسی دوران عاتکہ نے اپنے والد کو دوا خانہ میں شریک کروایا اور ان کا آپریشن بھی کامیابی کے ساتھ ہو گیا۔ عاتکہ نے دوا خانہ کے تمام اخراجات خود ہی اٹھائے۔ اس کے لیے اپنے خاوند سے بھی مدد طلب نہیں کی۔

IV۔ واقعہ

فوزیہ نے ڈگری کا امتحان کامیاب کیا۔ اس کی خواہش تھی کہ وہ آئی پی ایس افسر بنے۔ مگر اس کے والدین کا خیال تھا کہ لڑکیوں کے لیے یہ ملازمت مناسب نہیں ہے۔ رات دن کام کے علاوہ کافی جو کھم بھری ملازمت ہے۔ فوزیہ نے اپنے والدین کو راضی کر کے آئی پی ایس امتحان کامیاب کیا۔ تربیت کے دوران مردوں سے زیادہ بہتر مظاہرہ کیا۔ اور کامیابی حاصل کی۔

واقعہ - V

ہندوستانی نژاد سینٹا ولیمس کے والد ڈاکٹر تھے۔ ان کا تعلق مہاراشٹر سے ہے۔ بعد ازاں انہوں نے امریکہ میں سکونت اختیار کر لی۔ سینٹا ولیمس بچپن سے ہی خلا باز بننے کا خواب دیکھا کرتی تھی۔ اس کو حقیقت میں بدلنے کے لیے انہوں نے بہت محنت اور جدوجہد کی۔ اپنے پیشہ میں سب سے پہلے نے انہوں نے ہیلی کاپٹر چلایا۔ بعد میں امریکہ کے بحری دستہ میں افسر بنالی گئیں۔ اس کے بعد خلاء میں جانے والوں میں جگہ حاصل کی۔ ویوماراکٹ میں سفر کرنے کے لیے درکار ضروری تربیت حاصل کی۔ خلاء میں پہنچ کر وہاں چہل قدمی کی۔ یہی نہیں بلکہ خلائی خاتون مسافروں میں سب سے زیادہ وقت خلاء میں گزارنے والی خاتون (195 دن) کا ریکارڈ اپنے نام کر لیا۔

VI A - غور کیجئے۔ رد عمل ظاہر کیجئے

- 1- خواتین کی تعلیم سے کیا فائدے ہیں؟ پہلے واقعہ سے آپ نے نتیجہ اخذ کیا؟
- 2- دوسرے واقعہ میں شازیہ کا لیا گیا فیصلہ کیا صحیح تھا؟ کیوں؟
- 3- عاتکہ نے کسی کی بھی مدد لیے بغیر اپنے والد کا آپریشن کس طرح کروایا؟
- 4- چوتھے اور پانچویں واقعہ سے آپ نے کیا نتیجہ اخذ کیا؟
- 5- کیا خواتین کے لیے تعلیم، ضروری ہے؟ کیوں؟
- 6- ”عورتیں کسی بھی میدان میں اپنا لوہا منوا سکتی ہیں“ آپ کی نظر میں پائی جانے والی کسی لڑکی یا خاتون کی کامیابی کے واقعہ کو بیان کیجئے۔
- 7- کوئی بھی میدان ایسا نہیں ہے جہاں خواتین نے اپنے قدم نہ جمائے ہوں؟ مرد حضرات کی جانب سے انجام دیے جانے والے کاموں کو عورتیں اور خواتین کی جانب سے انجام دیے جانے والے کام، مرد حضرات انجام دے رہے ہیں؟ اس نکتہ پر بحث کیجئے۔

VI B - عمل کیجئے۔ تاثرات بیان کیجئے۔

- ☆ مختلف میدانوں میں ترقی کرنے والی خواتین کی تفصیلات جمع کیجئے۔ اور اپنے خیالات پیش کیجئے۔
- ☆ آپ کے مکان کے اطراف و اکناف پائی جانے والی خواتین کی باختیاری (وہ کونسے کام اچھے ڈھنگ سے انجام دے رہے ہیں) کا مشاہدہ کر کے بتائیں۔

جانے

”خواتین کی باشعوری ہی انہیں باختیار بناتی ہے“

ایک عظیم سیاسی رہنما اپنے ملک کے قومی انتظامات کو جس طرح کامیابی سے انجام دیتا ہے اسی طرح اپنے گھر کو جنت کا نمونہ بنانے میں کامیابی حاصل کر کے خانہ دار خاتون فخر محسوس کرتی ہے۔ سوامی وویکا نندا کا ماننا ہے کہ ”خواتین کی حالت کو بہتر بنانے بغیر دنیا ترقی کی طرف گامزن نہیں ہو سکتی۔ کوئی پرندہ بھی ایک پر کے ساتھ اڑ نہیں سکتا۔ خاتون خانہ گھر کی ملکہ کے علاوہ رعایا بھی ہے۔ خاتون خانہ ہی کی وجہ سے شوہر اور بچے اپنے اپنے کاموں کو بہتر طریقہ سے انجام دے سکتے ہیں۔ خاتون خانہ بچوں کی فکروں کو دور کرتی ہے۔ ان کے کھانے پینے پہننے اور صحت کا خیال رکھتی ہے۔ خاتون خانہ ایک طرف وزیر خزانہ بن کر گھر کے اخراجات پر نظر رکھتے ہوئے گھر کے بجٹ کو قابو میں رکھتی ہے تو ایک طرف وہ وزیر تعلیم بن کر بچوں کے تعلیمی امور کی نگرانی بھی کرتی ہے۔ خاتون خانہ کو وزیر فون لطفہ بھی کہا جاتا ہے، کیوں کہ وہ گھر کو خوبصورت بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتی۔ اس کے علاوہ بچوں بطور خاص لڑکیوں کی عادتوں ان کی مصروفیتوں پر بھی نظر رکھتی ہیں۔ آج کے زمانہ میں سماج میں ترقی حاصل کرنا ہے تو خواتین کو بھی مردوں کے برابر پیداواری شعبہ میں حصہ دار بنایا جانا چاہیے۔ اور انہیں باختیار بنایا جانا چاہیے۔

خواتین کی باختیاری ہندوستانی تہذیب کی ایک علامت ہے۔ ملک کے عزائم کو پورا کرنے کی جانب ایک قدم ہے۔ ترقی کی طرف روشنی کا سفر ہے۔ خواتین کو باختیار بنانے کے لیے بہتر تغذیہ کی فراہمی، معاشی مسائل میں ان کو بھی برابر کا حصہ دار بنایا جانا چاہیے۔ خواتین کے حقوق، تعلیمی ترقی، سماجی شعبوں میں خواتین کی شمولیت، خواتین کی باختیاری کی مثالیں ہیں۔ پہلے کی بہ نسبت آج اگرچہ خواتین چند میدانوں میں ترقی حاصل کر رہی ہیں، اپنے حقوق کو حاصل کر پا رہی ہیں، لیکن حقیقتاً دیکھا جائے تو خواتین کے حقوق کی پامالی کا سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ حکومت کی جانب سے لائے جانے والا آسان معاشی طریقوں کی وجہ سے معاشی عدم توازن بڑھ رہا ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ مردوں اور خواتین کے درمیان فرق بھی بڑھ رہا ہے۔

ٹیلی ویژن کے سیرکس میں خواتین کے متعلق بتائے جانے والے امتیازات کے سبب خواتین کے تئیں تنگ نظری میں اضافہ ہو رہا ہے۔ شرکت دارانہ نظام سے شراکت داری سماج تک خواتین کے تئیں امتیاز عدم مساوات، دھوکہ دہی وغیرہ بڑھ رہی ہے۔ بحیثیت ماں، خاتون خانہ، صدر خانہ کی ذمہ داری نبھانے والی اور حکومت کو منتخب کرنے والی شہری کے طور پر بھاری ذمہ داریاں اٹھانے والی خواتین میں خود اعتمادی کو پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ بدلتے سماج میں حالات کے ساتھ ساتھ ترقی کی سمت گامزن ہونے کے لیے خواتین میں خود اعتمادی اور شعور کی ضرورت ہے۔ جو کہ صرف تعلیم کے ذریعہ سے بہتر طور پر حاصل کیا جاسکتے ہیں۔

سماج میں خواتین کے حقوق اور تحفظ کے لیے کئی قوانین موجود ہیں مگر ان کے استفادہ کا شعور خواتین کو نہ ہونے کی وجہ سے وہ مختلف قسم کے زیادتیوں کا شکار ہو رہی ہیں۔ خواتین پر ہونے والے مظالم انسانی حقوق کی صریح خلاف ورزی ہے۔ یہی مظالم خواتین کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ خواتین پر تشدد ان کو ڈرانا دھمکانا، اذیت پہنچانے کا سلسلہ جاری ہے۔ جس میں جبری جسم فروشی، جنسی استحصال، خاندانی تشدد، جہیز کی وجہ سے اموات، قتل، اغواء، بچپن کی شادیاں، مادہ جنین کشی، عصمت ریزی، صنفی امتیاز، بندھوا مزدوری کروانا، خواتین کو مردوں کے غیر مساوی اجرت دینا، چھیڑ چھاڑ، بچہ مزدوری، زیر حراست تشدد وغیرہ شامل ہیں۔ یہ تمام انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں ہیں۔ ان مظالم اور تشدد کے واقعات کی روک تھام کے لیے عوام میں شعور بیداری کی ضرورت ہے جس کی ذمہ داری حکومت کو بھی قبول کرنی چاہیے۔

خواتین کی خود مکتفی کے لیے ضروری ہے کہ ان کو معاش کمانے کے لیے فکر اور عمل کی آزادی دی جائے۔ معاشی طور پر اگر خواتین خود مکتفی ہوں تو ان کا رتبہ خود بخود بلند ہوگا۔ خواتین کی آزادانہ فکر کے لیے ان کو تعلیم یافتہ بنایا جانا چاہیے۔ خواتین تعلیم یافتہ ہوں تو وہ ترقی کر سکتی ہیں۔ سماج میں مردوں کے برابر رتبہ حاصل کر پائیں گی۔ خواتین کی گھر میں شناخت تعلیم کے ذریعہ سے ہی ممکن ہے۔ خواتین کو چاہیے کہ وہ اپنے خلاف ہونے والی نا انصافیوں کے خلاف آواز اٹھائیں۔ ایک خاتون کی تکلیف کو دوسری خاتون ہی سمجھ سکتی ہے۔ خواتین پر ہونے والے مظالم کا مقابلہ تمام خواتین کو متحدہ طور پر کرنا چاہیے۔ ایسا ملک جہاں خواتین کی عزت کی جاتی ہو ان کو ان کے حقوق مساوی طور پر دیے جاتے ہوں تو وہ مستقبل میں بہتر طور پر ترقی کرے گا۔

قول

کامیابی کسی کی جاگیر نہیں ہوتی،
اس کے حصول کے لیے کوشش کرنا پڑتا ہے

16۔ ہمارا فرض

II۔ ذیلی قدر
وطن سے اپنے فرائض کا احساس

I۔ اہم قدر
قومی جذبہ۔ حب الوطنی

- وطن سے محبت، احترام کرنا
- وطن سے محبت، احترام کرنا ملک کے شہری ہونے کے ناطے احساس پیدا کریں گے۔
- ذمہ داری نبھائیں گے۔

III۔ مطلوبہ نتائج، مقاصد

تمہید

وطن سے ہمیں کیا حاصل ہو اس طرح کئی لوگ سوچتے ہیں لیکن میں وطن کیلئے کیا کیا سوچنے والے کم ہوتے ہیں۔ غلامی کی زنجیروں سے ہمارے ملک کو آزادی ملنے کے بعد ہمارے ملک کی ترقی کی ذمہ داری ہم خود نبھارہے ہیں۔ میرا ملک، میرے ملک کی ترقی میں میری ذمہ داری کیا ہو سکتی ہے۔ میں ملک کی ترقی میں کیسا تعاون کر سکتا ہوں یہ جذبات ہر ایک شہری کے ہوں گے تو ہمارے ملک کی ترقی سارے عالم میں آگے رہیں گی۔ اس کے لئے ہر ہندوستانی کوشش کرنا چاہئے۔ ذمہ دار شہری کا فرض نبھانا چاہئے۔

۷۔ واقعہ

1- منظر: وہ کالج کے طلباء ہیں۔ وطن کی سماج کی اچھے برے کا خیال ان کے دلوں میں پیدا نہیں ہوتا مشینوں کی طرح پڑھ رہے ہیں۔ ڈگریاں حاصل کر رہے ہیں۔ اپنی شخصیت کی ترقی اپنے اخلاق کو سدھارنے کی وہ کوششیں نہیں کرتے۔ انہیں کسی بات پر بھی اختیار حاصل نہیں ہے۔ سوچ نہیں ہے ماں باپ کما رہے ہیں وہ کھا رہے ہیں۔ کالج کو جا کر اپنی جماعت میں بھی تھوڑی دیر نہیں بیٹھتے جماعت سے غائب ہو کر سینما تفریح کو جانا موج مستی کرنا ان کی روز کی عادت ہے۔

2- منظر: ملک کے کچھ حصوں میں قحط دھوم مچا رہا ہے۔ کھانے کو کھانا نہیں۔ اس پر کسان خودکشی کر لے رہے ہیں۔ وہ کسی کی مدد کے منتظر ہیں۔

3- منظر: عالمی کانفرنس منعقد ہو رہی ہے۔ تمام ممالک کی ترقی کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔ ملک سے متعلق بڑھیاں بیان کی جا رہی ہیں۔ اسی طرح ملک کے وقار کو گھٹانے والے نکات کو بھی پیش کیا گیا۔ اس میں غور کرنے والی بات یہ ہے کہ بے ایمانی میں ہندوستان دوسرے نمبر پر ہے۔

4- منظر: ملک کے سارے قدرتی وسائل پر ساری قوم کا حق ہے لیکن انہیں چند افراد ہی اپنے قبضے میں رکھ لیے ہیں۔ اور کچھ افراد لا پرواہی سے تباہ کر رہے ہیں۔ دوسروں کیلئے بھی ناقابل استعمال کر رہے ہیں۔ قدرتی وسائل کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ اس کے کیا اثرات ہو سکتے ہیں؟

VI۔ غور کرنا۔ رد عمل ظاہر کرنا۔

- 1- اوپر کے نکات کو آپ نے سنا ہے۔ کیا آج کا نوجوان ملک کے بارے میں سوچ رہا ہے۔ نوجوانوں کے اس طرح کے رویے سے کیا نقصان ہو سکتا ہے۔ بحث کیجئے؟
- 2- ملک میں بسنے والے سب ایک خاندان جیسے ہیں۔ دوسرے مصیبت میں مبتلا ہونے پر سب مل کر مدد کرنا انسانیت کہلاتی ہے۔ بتائیے کہ آفات سماوی کے واقع ہونے پر ہم کس طرح کی مدد پہنچا سکتے ہیں۔
- 3- بے ایمانی سے ملک کی عزت وقار گھٹ جاتی ہے۔ اس کی روک تھام میں ہماری ذمہ داری کیا ہے۔
- 4- بتائیے کہ ہم کہاں کہاں ہمارے ماحول کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ اس سے متعلق ہماری ذمہ داری کیا ہے؟
- 5- ملک سے مراد عوام عوام کو خوشحال رکھنے کیلئے ہمیں کس طرح کے کام انجام دینے چاہئے؟

ب۔ عمل کرنا۔ رد عمل ظاہر کرنا

- ہمارے ملک کی عزت وقار کو بلند کرنے والے نکات کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کی حفاظت آپ کس طرح کریں گے۔

جانے

دنیا کے تمام علاقے ایک جیسے نہیں ہیں۔ چند قدرتی وسائل اور چند معدنی دولت سے مالا مال ہیں۔ سارا عالم ایک ہی خاندان ہے سمجھتے ہوئے لیکن دین کے جذبہ کو فروغ دیتے ہوئے امن اور بھائی چارہ کو بڑھا دینا چاہئے۔ اکیسویں صدی میں ساری دنیا کو ایک دیہات تصور کیا جا رہا ہے۔ تمام ملکوں کی عوام امن بھائی چارگی سے گزاریں گے تب ہی حقیقی ترقی حاصل ہوئی کہہ سکتے ہیں۔ لیکن چند علاقے غیر معمولی ترقی چند علاقے غربت سے اور کچھ علاقوں میں حالات کشیدہ ہیں۔ دنیا کے کسی خط کارہنے والا آدمی کیوں نہ ہو جب وہ امن بھائی چارہ آزادی سے گزارے گا اس کو ہم حقیقی عالمی ترقی سمجھیں گے۔ ہمارا ملک زمانے قدیم ہی سے عالم انسانیت کی بھلائی چاہا ہے۔ سارے عالم کو ایک ہی خاندان سمجھا ہے۔ دنیا کے چاہے کسی خطے میں کیوں نہ ہو انسانیت کا بھلا چاہا گیا ہے۔ یہ ہمارے بزرگوں سے ہمیں ورثہ میں ملنے والی نعمت ہے۔ جب ایسے جذبات کا فروغ ہر ایک فرد میں ہوگا۔ اس دن ہی سارا عالم خوش قسمتی سے چمک اٹھے گا۔

سماج کی ترقی میں ہمارا حصہ

ناخواندگی کے تدارک

ہمارے اطراف کے لوگوں کو لکھنا پڑھنا آئے یہ ہماری ذمہ داری ہے ضرورت پڑھنے پر ناخواندہ افراد کو لکھنا پڑھنا سیکھانا چاہئے۔

بچہ مزدوری کی روک تھام

اسکول کو جانے والے ہم طلباء کی ذمہ داری ہے کہ اسکول نہیں آنے والے بچوں کو اسکول کے آنے والے بنائیں۔ کام پر جانے والے بچوں سے بات کریں، کام پر رکھ لینے والوں سے بات کریں بچہ مزدوروں کے ماں باپ سے بھی بات کریں اور بچوں کو اسکولوں میں داخلہ دلائیں۔

غیر سماجی کارگزاریاں

بند ذہن، راستہ رکو جیسے کاموں سے دور رہنا چاہئے۔ اگر کسی چیز کیلئے ناراضگی ظاہر کرنا ہو تو، ہمارے کام میں رکاوٹ نہ ہو، عوام کو تکلیف پہنچے بغیر ناراضگی کا اظہار کرنا، سیاہ فیتے لگا کر ناراضگی کا اظہار کرنا چاہئے۔ سرکاری املاک کا نقصان ہونے نہ دیں حفاظت کرنا چاہئے۔

قدامت پسندی کا تدارک

گاؤں میں خاص طور پر بچپن کی شادیوں کی روک تھام کی کوششیں کریں۔ ضلع نظام آباد رگاریڈی، ٹلکنڈہ میں تحفظ بچپن کی کمیٹیاں ہیں۔ یہ کمیٹیاں بچپن کی شادیاں ہونے پر پولیس کو اس کی اطلاع دیتے ہیں۔ اسی طرح انفرادی طور پر ہم جہیز کی غلط رسم سے اور تو ہم پرستی جیسی عادت سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا چاہئے۔

اعلیٰ درجہ کے اقدار والے بنیں

وقت کی پابندی، نظم و ضبط، ایمانداری، ہمت، سچائی اور پیار محبت جیسے اقدار والے بنیں ہمیشہ ایمانداری سے پیش آئیں۔ روز آ نہ روز نا مچ لکھنے کی عادت ڈالیں۔

انسانی رشتوں کی بہتری

ہم ہمیشہ دوسروں کو، ساتھیوں کو ناموں سے ہی پکارنا چاہئے۔ ہم سے بڑوں کو بھائی جان، باجی سے مخاطب کریں۔ بڑوں کی عزت و احترام جتنا ضروری ہے اتنا ہی ضروری ان کے خیالات کا احترام کرنا ہے۔ زبان پر قائم رہنا، سامنے والوں ہمیشہ مسکراتے ہوئے عزت و احترام سے بات کرنا چاہئے۔ دستوں کے ساتھ مل جل کر کھیلنا، کودنا، گانا بجانا، دوستوں کے تقاریب میں حصہ لیتے ہوئے اپنی ذمہ داری نبھانا ان کی مدد کرنا چاہئے۔ اسے دوسروں کو ہمارے تعلق سے اچھا خیال پیدا ہوتا ہے اس طرح ہمارے گاؤں میں انجام پانے والے مذہبی تقاریب میں بھی حصہ لیتے ہو لوگوں کی خدمت انجام دیں۔

مطالعہ۔ تجربات کا عادی ہونا

ہم جتنا زیادہ کتابوں کے مطالعہ کے عادی ہونگے اتنا زیادہ ترقی کر پائیں گے۔ دانشوروں میں پائی جانے والی اچھی عادتوں میں سے ایک اچھی عادت کتابوں کا مطالعہ ہے۔ ہم روز آ نہ اخباروں کا مطالعہ، اچھی کتابوں کا، کتب خانہ میں سے حوالہ کتب، اہم شخصیتوں کی سوانح حیات، اخلاقی کہانیاں، نظموں وغیرہ کے مطالعہ کی عادت ضرور ڈال لینا چاہئے۔ اسی طرح سائنسی اسباق پڑھتے وقت اسباق میں موجود تجربات کو انجام دے کر دیکھیں ساتھیوں سے اساتذہ سے بحث کرنا چاہئے۔ سمجھ میں نہ آنے والی چیزوں کو پڑھنے کے بجائے پوچھ کر معلوم کر لینا چاہئے۔ سوال کرنے کی عادت ڈال لینا چاہئے۔

اتحاد

اتحاد میں طاقت ہے، لہذا اتحاد سے رہنے کیلئے ”لیڈ انڈیا کلب“ کو قائم کرنا چاہئے۔ اسکول ہی میں نہیں بلکہ سماج کے دوسرے بھائی، بہنوں کو بھی کلب کا رکن بننے کو کہنا ہفتہ میں ایک مرتبہ سب مل کر سماج میں پیش آنے والے نکات پر بحث کرنا چاہئے۔ اچھے برے پر گفتگو کرنی چاہئے۔ ہمارے اتحاد کو ظاہر کرنے کیلئے اجتماعی طور پر سب شریک ہونے والے عیدوں، ریالیوں، جلسوں، اجتماعات میں شرکت کرنا چاہئے۔

ماحول کا تحفظ

سماجی ترقی میں سب سے اہم ماحول کا تحفظ ہے۔ درخت لگانا، ان کی پرورش کیلئے ”درختوں کی ذمہ داری“ کے پروگرام منعقد کرنا، قدرتی وسائل کا بے جا استعمال نہ ہو اس کا خیال رکھیں، پلاسٹک کے استعمال کی روک تھام کی تشہیر کرنا، کیمیائی اشیاء کے استعمال پر شعور بیدار کرنا، زمینی آلودگی، آبی آلودگی، فضائی آلودگی کے تعلق سے ہمارے گاؤں والوں کو آگاہ کر دینا۔

پینے کے پانی لانے کی جگہ کو صاف ستھرا رکھنے کی کوششیں کریں۔ غیر صاف ستھرے مقامات کو صاف ستھرا کرنے کیلئے ہم خود ہی محنت کریں۔ ہمارے اسکول میں اپنے کمرہ جماعت کو صاف ستھرا رکھنے، پینے کے پانی کے مقام کو صاف ستھرا رکھنے اور اسکول کے ماحول کو صاف ستھرا رکھنے کیلئے ہمیں کوششیں کرنا چاہئے۔

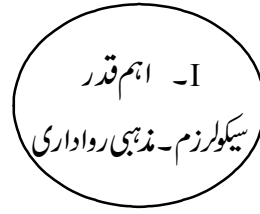
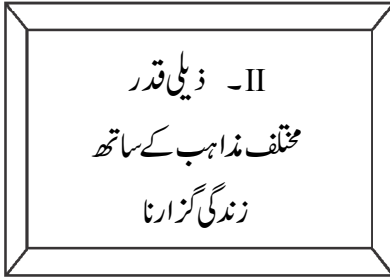
تعلیم، صحت کے پروگرام میں حصہ لینا

ناخواندگی کے تدارک، بچہ مزدوری مخالف پروگراموں کے ساتھ ساتھ ہمارے اسکول سے غیر حاضر بچوں کے گھروں کو جا کر انہیں پابندی سے اسکول آنے والے بنانا۔ اسی طرح پلس پولیو پروگرام کی گاؤں میں تشہیر کرنا، موسم برسات میں پھوٹ پڑنے والے امراض، ہیضہ، اسہال جیسی بیماریوں سے آگاہ کرنا، مچھروں کی روک تھام کا شعور بیدار کرنا چاہئے۔

قول

ایک لڑکی کی تعلیم سارے کنبے کی تعلیم

17۔ مذاہب کا احترام



● مذاہب الگ ہیں لیکن ہم سب انسان ہیں کا
جذبہ پیدا ہونا چاہئے

III۔ مطلوبہ نتائج، مقاصد

تمہید

مختلف مذاہب کا گوارہ ہندوستان ہے۔ ہمارا مذہب چاہے کچھ بھی ہو ہم ہندوستانی ہیں مذہب کا مطلب انسانوں کو سچی راہ پر چلانے والا ہے۔ اس لئے مذہب کی وجہ سے ہم دوسروں کو بُرا بھلانا کہیں۔ ہم ہمارے مذہب پر چلتے ہوئے دوسرے مذہب والوں سے مل جل کر رہنا چاہئے۔ تب ہی جا کر سارے انسانیت کا بھلا ہوگا۔ مذاہب چاہے کتنے ہی کیوں نہ ہو ہم سب کا ایک ہی مذہب انسانیت ہے۔ سب ہی مذاہب کے لوگ مل جل کر زندگی گزارنا ہی ایک مثالی سماج ہے۔

چاروں بھائی

ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی
چاروں بھائی

اس دھرتی کے پیارے بیٹے چاروں بھائی
ماں کی آنکھ کے تارے بیٹے چاروں بھائی
دیش کی ٹیا ان بیٹوں نے پار لگائی
ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی
چاروں بھائی

بچپنی کا پرچم اونچا ان کے دم سے
ان کا ہر انداز جدا ہے کل عالم سے
ان کے ہوتے پیار و وفا پر آج نہ آئی
ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی
چاروں بھائی

مذہب ان کا اپنا اپنا سپنا ایک
اپنی اپنی راہیں لیکن منزل نیک
پچھیر، اوتار سکھاتے ہیں سچائی
ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی
چاروں بھائی

VI-الف:- غور کرنا۔ ردعمل ظاہر کرنا:-

- 1- اوپر کے گیت کا خلاص کیا ہے؟
- 2- آپ کے مکان کے اطراف کون کونسے مذاہب کے ماننے والے رہتے ہیں۔ ان سے آپ کا برتاؤ کیسا ہے۔
- 3- سماج کے دوسرے مذاہب کے ماننے والوں سے کیوں مل جل کر رہنا چاہئے۔ مل جل کر رہنے سے کیا ہوتا ہے۔ اور مل جل کر رہنے سے کیا ہوتا ہے۔
- 4- دوسرے مذہب والوں کے ساتھ مل کر زندگی کس طرح گزارا جاسکتا ہے۔
- 5- بتائے کہ آپ اپنے اسکول کے دوسرے مذہب والوں کے ساتھ کس طرح مل جل کر رہتے ہیں۔

ب۔ عمل کرنا۔ ردعمل ظاہر کرنا

- آپ کے اسکول کے دوسرے مذاہب کے بچوں کے ساتھ رہنے اور اپنے تجربات بیان کیجئے۔
- سماج میں سب مذاہب کے لوگ مل جل کر رہیں کوششیں کریں۔ اور بتائیے کہ اس سے آپ کو کیا تجربہ حاصل ہوا؟

جانے

ایک ہی رنگ کے پھول سے تیار کئے گئے ہمارے بھی زیادہ خوبصورت الگ الگ رنگوں کے پھولوں سے بنایا گیا ہاں ہوات ہے۔ اسی طرح کئی مذاہب، الگ الگ تہذیب، عقیدے، رسم و رواج سے ہندوستان بھی خوبصورت دکھائی دیتا ہے۔ یہ ملک کثرت میں وحدت کی مثال ہے اس کی وجہ مختلف مذاہب کو اچھی طرح سمجھنے والے مثالی شخصیتیں ہیں۔ ان کے پیغام کو سن کر اس پر عمل پیرا انسانیت کے علمبردار۔

ہمارے ملک کے بہت سے علاقوں میں کئی مذاہب کے لوگ رہتے ہیں۔ ایک ہی محلے میں، بستی میں، کالونی میں، گلیوں میں شہروں میں، اپارٹمنٹوں میں مختلف لوگ رہتے ہیں۔ وہ سب ایک دوسرے میں بھائیوں کی طرح لین دین کرتے ہوئے مل جل کر رہتے ہیں۔ ہماری رہنے کی جگہ وہ مذہب کے لوگ کیوں کا خیال پیدا کرے بغیر مندر کے بازو مسجد اس کے بازو چرچ سب اپنے اپنے مذہب پر عمل پیرا ہوتے ہوئے دوسروں کو تکلیف پہنچانے بغیر احتیاط برتتے ہیں۔ یہی اس ملک کی تہذیب کی بڑائی ہے۔ دیہاتوں میں فاطمہ بہن ہوتی ہے ڈائینل ماما ہوتا ہے اور اومادیدی ہوتی ہے۔ کوئی مصیبت ہو یا خوشی ہو سب مل کر بانٹ لیتے ہیں۔ مجھے کیا کرنا ہے کا خیال نہیں پیدا ہوتا۔

بعض وقت مذہب کی وجہ سے ہونے والے فسادات میں کچھ لوگ اپنی جان گنوا بیٹھے ہیں بھائی بھائی کے درمیان دیوار کھڑی کر دی گئی۔ مذہبی جذبات کو بھڑکایا جا رہا ہے۔ جس کی وجہ سے کچھ مقامات پر عام زندگی کو خطرہ پہنچ سکتا ہے۔ لیکن بہت سے لوگ ابھی تک بھائی بھائی کی طرح مل جل کر رہ رہے ہیں۔ یہی ہندوستانی مذہب کی ضمانت ہے۔ سیکولرزم سب ہی مذاہب کے ماننے والوں کو ملا کر رکھتا ہے۔ آدی شکر یہ جی نے بھی کہا ہے کہ تمام انسان ایک ہیں عالم انسانیت کی خوشی میں دنیا کی ترقی پوشیدہ ہے۔ تمام مذاہب کا احترام کرنے والا ہی سب کا دوست ہے۔ سب کا رشتہ دار ہے، ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی ساری برادری مل کے مذہب رواداری کو قائم رکھتے ہوئے آگے بڑھنا چاہئے۔ اس ملک کو ترقی کرنا چاہئے۔ دنیا کے لئے مثال قائم کرنا چاہئے۔

کبوتر کا کیا سبق

ہم چاہے کسی ذات، مذہب، طبقے کے ہی کیوں نہ ہو ساری انسانیت ایک ہے۔ سب کا خون سرخ ہی ہوتا ہے۔ گاندھی جی، بدھ کا قول ہے کہ دوسروں کے مذاہب کا احترام کئے بغیر زندگی بے مقصد ہے۔ ہم چاہے کہیں بھی رہو، چاہے کوئی بھی راہ کیوں نہ اختیار کر لیں انسانوں کی طرح زندگی گزاریں۔ دوسرے مذاہب کا احترام کریں، دوسروں سے محبت کریں، یہ سبق ہمیں بتا رہا ہے۔ یہ چھوٹا کبوتر پڑھیے۔

ایک گاؤں کے مندر میں بہت سارے کبوتر رہتے تھے۔ وہ سب وہاں پر بہت خوشحال تھے ایک دفعہ اس مندر کے غسل دینے کا وقت قریب آیا۔ غسل کے لیے مندر کی صفائی شروع کی گئی۔ بہت سے کام کرنے والے آئے۔ جالے جھکنے کی لکڑی سے جھاڑو سے جھٹکنا شروع کر دئے۔ پرندوں کے گھونسلوں کو نکالنا شروع کئے کبوتروں کو بہت تکلیف ہوئی۔ وہ بے گھر ہو گئے۔ اب انہیں وہاں رہنا پسند نہ تھا۔ اس مندر کے سامنے ایک چرچ تھا اب وہ سارے کبوتر چرچ میں جا کر اپنا ٹھکانہ بنا لیے۔ چرچ کا پرسکون ماحول انہیں بہت پسند آیا۔ وہاں پر انہیں ڈرانے والے گھونسلے نکالنے والے کوئی نہ تھے۔ اس طرح وہ کچھ دنوں تک یہاں پر چرچ میں پر امن زندگی گزارے۔ اتنے میں کرسمس کا تہوار آ گیا۔ چرچ کی آہک پاشی کے کام شروع ہو گئے۔ کبوتروں کیلئے پھر مصیبت کے دن آ گئے۔

اب کہاں جائیں ان کے سچھ میں نہیں آ رہا تھا۔ ادھر ادھر دیکھنے پر قریب میں مسجد نظر آئی۔ مسجد کا پر امن اور خاموش ماحول اپنی مناسب لگا۔ اب وہ سب جا کر مسجد میں سہارا لیا۔ پھر اس طرح کچھ عرصہ گزرا اتنے میں ماہ رمضان آ گیا۔ کبوتروں پر پھر سے مصیبت آن کھڑی ہو گئی پھر وہ مذہب کی کیفیت سے دوچار ہو گئے۔ آخر کار پھر سے وہ مندر میں پہنچ گئے۔ پہلے کی طرح زندگی گزارنے لگے۔

اچانک افراتفری شروع ہو گئی۔ انسان ایک دوسرے کو گولیوں کا نشانہ بنا رہے ہیں تلواروں سے کاٹ رہے ہیں۔ کبوتر اپنے گھونسلے سے باہر نکل کر دیکھنے لگے۔ کبوتر کے بچے خوف کے مارے ماں کے پروں میں چھپنے لگے۔ ماں کبوتر اپنے بچوں کو تلاش کر کے ایک کونے میں بیٹھا کر خود دروازے کے بیچ میں بیٹھ گئی۔

ایک کبوتر کا بچہ ماں سے پوچھنے لگا! یہ انسانوں کو کیا ہو گیا جو ایک دوسرے کو گولیوں کا نشانہ بنا رہے ہیں کاٹ رہے ہیں۔ یہ مندر کے لوگ، یہ مسجد کے لوگ یہ چرچ کے لوگ سب اپنے آپ کو بڑا کہہ رہے ہیں۔ کبوتر کی ماں نے کہا! حقیقت میں بڑا کون ہے۔

ہم مندر میں بھی رہے، مسجد میں بھی رہے، چرچ میں بھی رہے، چھوٹا کبوتر کچھ سوچ کر کہنے لگا کیونکہ ان سب سے بڑے ہم ہیں۔ ماں نے کہا سچ ہے! کیونکہ ہم جھگڑتے نہیں ہیں۔ اسلئے ہم ہی بڑے ہیں۔ کہتے ہوئے اس بچے کو بھی اپنے پروں کو نیچے چھپالی۔

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستان ہمارا

18۔ ووٹ کی قدر

II۔ ذیلی قدر
بہترین قائدین کے انتخاب
میں عوامی کردار

I۔ اہم قدر
جمہوریت کی قدروں کے
تئیں احترام

• ووٹ کی قدر سے واقف ہوں گے
• بہتر قائد کو منتخب کرنے کی ذمہ داری نبھائیں
گے۔

III۔ مطلوبہ نتائج، مقاصد

تمہید

ہمارا ملک جمہوری ہے۔ ہم پر حکومت کرنے والے قائدین کو ہم ہی ووٹ کے ذریعے منتخب کر کے عہدہ دے کر ہم پر اچھی حکومت کرنے کیلئے کہتے ہیں۔ سماج منظم ہونا ہے تو حکومت اچھی ہونی چاہئے۔ حکومت کرنے کے قابل قائدین ہونا چاہئے۔ وہ عوام کی بہبود کیلئے کوشش کرنا چاہئے۔ پیسے خرچ کرنے میں شفافیت برتنا چاہئے۔ ہر کام کو ذمہ داری سے کرنا۔ یہ سب عوامی قائدین کی ذمہ داریاں ہیں۔ عوام کی ذمہ داری ہے کہ تمام کاموں کی تکمیل پر نظر رکھئے۔ عوام قائد کو منتخب کرنے میں۔ اپنے مسائل کو حل کرنے میں ضرورت کے وقت سوال کرنے میں ذمہ داری کو نبھانے پر ہی جمہوریت بامعنی ہوتی ہے۔ ردعمل ظاہر کرنے والے عوام دلچسپی سے کام کرنے والے قائدین رہنے پر ہی سماج کی ترقی ہوتی ہے۔

۷- حالات

حسب ذیل حالات پر غور کیجیے

ملک میں 14,907 ایم ایل اے اور ایم پیز میں 30 فیصد افراد جرائم کی تاریخ رکھتے ہیں۔
ان میں 14 فیصد تک قتل اور زنا جیسے سنگین جرائم کے مرتکب ہیں۔

انتخابات میں 10 کروڑ نو کوریاں دینے کا وعدہ کرنے والی پارٹی جیتنے کے بعد صرف 7 لاکھ نو کوریاں ہی دے سکی۔

پیسے اور شراب کی خاطر پانچ سال کے مستقبل کو فروخت کر دیں گے تو انسان زندہ نعش کے مساوی ہوگا۔

مذہب اور ذات کو نہیں..... قابلیت کو ترجیح دیں۔ آزادی سے ووٹ ڈالیں۔ قابل افراد کو منتخب کریں۔

کیا کوئی بھی امیدوار مذہب، ذات اور فرقہ کے نام پر ووٹ دینے کیلئے پوچھ رہے ہیں؟ یہ قانونی جرم ہے۔ اسکی فریاد کیجئے۔
اعلیٰ انتخابی عہدیدار، آندھرا پردیش

بیماری کو چھپانے سے بیمار کو ہی خطرہ ہوگا۔ بد عنوان قائدین کی تائید کرنے سے سماج کو خطرہ ہے۔ ووٹر کی حیثیت سے فخر کیجئے۔
ایمانداری سے برتاؤ کیجئے۔ انتخابات کے وقت کروڑوں روپے اور شراب کی بوتلیں ضبط ہو رہی ہیں۔ انتخابی عہدیدار

VI (الف) غور کیجئے۔ رد عمل ظاہر کیجئے۔

- 1- ایم ایل اے اور ایم پی جرائم کی تاریخ رکھنے والے ہوں تو عوام حکومت کس طرح ہوگی؟
- 2- کیا انتخابات میں کئے گئے وعدے پورے کرتے ہیں۔ یہ کس حد تک یقین کر سکتے ہیں۔
- 3- انتخابات کے دوران مختلف پارٹی والے ووٹروں کو پیسے، شراب اور قیمتی اشیاء دے کر ووٹوں کو حاصل کر رہے ہیں۔ کیا اس طرح ووٹ کو فروخت کر لینا صحیح ہے؟ آپ اس کو کس طرح سمجھ رہے ہیں؟ آپ کا خیال ظاہر کیجئے۔
- 4- مذہب، ذات، علاقہ اور رشتہ داری کے نام پر قائدین ووٹ پوچھتے رہتے ہیں؟ اس پر آپ کا کیا خیال ہے؟
- 5- عوامی بہبود کیلئے خرچ کرنے کیلئے پیسوں کی کمی ہے کہتے ہیں۔ انتخابات کے دوران کروڑوں روپے خرچ کرنے والی پارٹیاں کس امید پر خرچ کر رہی ہیں سوچ کر بتائیے؟
- 6- قابلیت کو اہمیت دے گے قابل افراد کو منتخب کر لیں گے کہے ہیں! قابل قائد کس طرح ہونا چاہئے؟ آپ کا خیال ظاہر کیجئے۔

ب) عمل کیجیے۔ تجربات کو ظاہر کیجیے۔

- ووٹ بہترین قائدین کو منتخب کرنے کا ہمارے ہاتھ میں پائے جانے والا ہتھیار ہے۔ بہترین قائدین کو منتخب کرنے کیلئے عوام کو باشعور بنا کر ترغیبات سے متاثر نہ ہونے والے نعرے تیار کیجیے۔

جانے

حکومت کرنے کی قابلیتیں

حاکم سے مراد عوام پر حکومت کرنے والا۔ وقت اور اداروں کے لحاظ سے حاکم کے کئی نام ہیں۔ قدیم زمانے میں بادشاہ، شہنشاہ، جہاں پناہ، عالم پناہ اور ظل الہی جیسے القاب کہنے والی تاریخ دکھائی دیتی ہے۔ آج کی جمہوریت میں عوام ہی حاکم ہیں۔ لہذا عہدہ کے لحاظ سے صدر جمہوریہ، وزیر اعظم، وزیر اعلیٰ اور گورنر جیسے کئی نام ہیں۔ نام اور عہدہ کتنے بھی ہوں تمام عوامی خدمت گزار ہی ہیں۔ کہنا بے جا نہ ہوگا۔

’حاکم‘ کس طرح ہونا چاہئے؟ وبدک دور سے یہ بحث چلتی آرہی ہے۔ اصل میں حاکم سب سے یکساں دھرم اور یکساں انصاف کے ساتھ عمل کرنے کے معاملہ میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ لیکن حاکموں کی ماضی کی تاریخ کا مشاہدہ کرنے پر مکمل مساوات کو قائم کرنے والے کیا کوئی ہیں؟ سوال کرنے کی ضرورت دکھائی دیتی ہے۔ اس طرح کے حالات ملک کو عزت دلانے والے نہیں ہوتے۔

عوام میں اطاعت و فرما برداری بھرتے ہوئے ان کی ہمیشہ حفاظت کر کے اچھی طرح سے حکومت کرنے والا ہی حقیقی حاکم ہے کہہ کر مشہور شاعر کالی داس نے ’رگھو مشم‘ میں کہا ہے۔ ہر طرح سے عوام کو پالنے والا حکمران، محافظ، تربیت دینے والا حاکم، ہو تو عوام کے والدین صرف پیدائش کا ذریعہ بننے والے ہوں گے۔ کالی داس کا خیال ہے کہ اس طرح کا حکومتی نظام مثالی کہلاتا ہے۔

قدیم زمانے کے ادب کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ حکمران اپنے عوام کیلئے بہترین تھے۔ عوامی حکمران کی ذمہ داری کتنی اہم ہوتی ہے محسوس کر سکتے ہیں۔

عوام کس قسم کے حکمرانوں کو منتخب کریں؟ اس سوال کا جواب ادب میں جگہ جگہ نظر آتا ہے۔ حدیث کا مفہوم ہے

کہ ”ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے“

لڑکیوں کی بہتر نگہداشت اور تعلیم پر جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ خواتین قدرت کا انمول تحفہ ہیں۔ ان کی قدر کرنا، حفاظت کرنا، ان کے ساتھ بہتر سلوک کرنا مرد حضرات کی ذمہ داری ہے۔ جو اہر لال نہرو کا کہنا ہے کہ ایک لڑکے کی تعلیم ایک فرد کی تعلیم ہے جب کہ ایک لڑکی کی تعلیم سارے کنبہ کی تعلیم کے مترادف ہے۔

خواتین کو سماج میں ان کا مستحقہ مقام دلانا ہے تو ان کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنا ہوگا۔ صنفی امتیاز کو ختم کر کے خواتین کو بھی سماج کی ذمہ داریوں میں شامل کرنا ہوگا تاکہ ایک ذمہ دار سماج کی بنیاد رکھی جاسکے۔

قول: تعلیم ہی ترقی کا راز ہے

احادیث

حدیث نمبر: ۱

ترجمہ: قبر کا عذاب عموماً پیشاب کی (بے احتیاطی) سے ہوتا ہے۔ (حاکم)

خلاصہ: پیشاب ایک بڑی غلیظ چیز ہے اور اس کی بے احتیاطی مختلف امراض کا باعث ہوا کرتی ہے۔ شرعی اور طبی ہر دو اصول اس بے احتیاطی کی مذمت کرتے ہیں صحت اور عبادت ہر دو کے لئے طہارت کا قائم رکھنا ضروری ہے۔ پس پیشاب کی بے احتیاطی سے باز رکھنے کے لئے عذاب قبر سے بھی ڈرایا گیا ہے۔

حدیث نمبر: ۲

ترجمہ: آدمی کی بڑی خوبی اس کے اچھے اخلاق ہیں۔ (مسلم)

خلاصہ: انسان کے اخلاق و کردار اس کی زندگی کے ہر پہلو پر اثر انداز ہوتے ہیں اور اس کے کردار کی پاکیزگی بلاشبہ اس کی سعادت مندی اور خوش نصیبی کی نشاندہی کرتی ہے یہ سعادت بجائے خود ایک برکت ہے۔

حدیث نمبر: ۳

ترجمہ: صاف ستھرے رہا کرو، کیوں کہ اسلام صاف ستھرا مذہب ہے۔

خلاصہ: صفائی ستھرائی کا ایک اہم جز ہے۔ اسلام اپنے پیروں سے طہارت اور پاکیزگی کا مطالبہ کرتا ہے تاکہ صحت عامہ کی حفاظت ہو۔ اسلام کے اکثر و بیشتر احکام بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود سے متعلق ہیں منجملہ ان کے ایک صفائی بھی ہے۔

حدیث نمبر: ۴

ترجمہ: جو اپنے بڑوں کی عزت نہ کرے وہ ہمارا نہیں ہے۔ (ترمذی)

خلاصہ: اسلام اپنے بڑوں کی تعظیم اور چھوٹوں پر شفقت کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ جو لوگ عمر، علم اور مرتبہ کے لحاظ سے بڑے ہیں ان کی تعظیم اور احترام کرنا عین سعادت ہے ان کی شان میں گستاخی اور بے ادبی محرومی اور بد نصیبی کی بات ہے۔

حدیث نمبر: ۵

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ فحش گالیاں دینے والے سے ناراض ہو جاتے ہیں۔ (ترمذی)
خلاصہ: فحش کلامی دنیا اور آخرت کی خرابی کا موجب ہے اور فحش کلامی کرنے والے آدمی سے لوگ دور رہنا پسند کرتے ہیں اور فحش کلامی کرنے والے ہی سے بالعموم بائیکاٹ کیا جاتا ہے۔ غرض فحش کلامی سے ایک تو مخاطب برگشتہ ہو جاتا ہے اور دوسرے خدا بھی ناراض ہوتا ہے۔

حدیث نمبر: ۶

ترجمہ: آپس میں بغض و کینہ مت رکھو اور ایک دوسرے کو دیکھ کر پیٹھ نہ پھیرو۔ (بخاری مسلم)
خلاصہ: آپس میں بغض و کینہ ایک معیوب بات ہے۔ بغض و کینہ دشمنی کے جذبات کو ہوا دیتا ہے اس سے بچنا چاہئے۔ ایک دوسرے کو دیکھ کر کترانتے اور پیٹھ پھیر لینے کی نسبت جہاں تک ممکن ہو باہمی خلش کو دور کر کے آپس میں صاف دل ہونا بڑی اچھی بات ہے۔

حدیث نمبر: ۷

ترجمہ: قرض لینے سے بچو کیوں کہ وہ رات کو فکر کا باعث ہے اور دن کو ذلت کا۔ (بیہقی)
خلاصہ: قرض لینا بلاشبہ اپنے آپ کو پریشانی میں ڈالتا ہے، جہاں تک ہو سکے قرض لینے سے بچنا چاہئے۔ اس لئے قرض کی ادائیگی کا احساس راتوں کی نیند حرام کر دیتا ہے اور دن اس بے چینی میں گزار دیتا ہے کہ قرض خواہ ناراض ہوگا اور بات لڑائی جھگڑے تک پہنچے گی۔ ایسی حالت میں خدا بھی مقروض سے خوش نہ ہوگا۔

حدیث نمبر: ۸

ترجمہ: بے شک بڑھ چڑھ کر باتیں کرنے والے دوزخ میں جائیں گے۔ (مسند رک)
خلاصہ: بڑھ چڑھ کر باتیں کرنا یعنی بات کرتے وقت اپنی حیثیت سے باتیں کرنا اور بڑا بول بولنا ہے جو آداب گفتگو کے یکسر خلاف ہے۔ بے جا فخر اور خود نمائی آدمی کو ذلیل کر دیتی ہے۔ اس سے ہمیشہ بچنا چاہئے۔ بڑھ چڑھ کر باتیں کرنے سے لوگ بالعموم نفرت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے بھی اس شخص سے سخت ناراض ہو جاتے ہیں جس کی سزا دوزخ ہے۔

حدیث نمبر: ۹

ترجمہ: مسلمان کا جھوٹا شفا کا موجب ہے۔

خلاصہ: مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ ایک بھائی دوسرے بھائی کو حقیر نہیں سمجھنا چاہئے۔ مسلمان کا آپس میں ایک دوسرے کا جھوٹا پینا معیوب بات نہیں بلکہ یہ محبت کو بڑھاتا ہے۔ مسلمانوں پر خدا کا یہ فضل ہے کہ ایک مسلمان کا جھوٹا دوسرے مسلمان کی شفا کا موجب ہے۔

حدیث نمبر: ۱۰

ترجمہ: بخیل وہ ہے جس کے سامنے میرا نام لیا جائے اور مجھ پر درود نہ بھیجے۔ (ترمذی)

خلاصہ: درود شریف کا پڑھنا باعث خیر و برکت ہے۔ جو شخص آنحضرت ﷺ پر زیادہ درود بھیجے گا اس کے جسم دوزخ کی آگ سے محفوظ رہے گا اور اس کے لئے پل صراط پر ایک نور ہوگا۔ درود گناہوں کو ایسے نیست و نابود کرتی ہے جیسے آگ کو پانی۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایک مسلمان درود پڑھتا ہے تو فرشتے مجھ تک پہنچاتے ہیں اور جب درود عشق و محبت سے پڑھا جائے تو میں خود سنتا ہوں۔ حضور ﷺ کا نام سن کر درود شریف پڑھنے کی سخت تاکید ہے اور جو شخص نہ پڑھے وہ بخیل اور گناہ گار ہے۔

حدیث نمبر: ۱۱

ترجمہ: اچھا کام وہ ہے جو اعتدال اور میانہ روی کے ساتھ ہو۔ (سمعان)

خلاصہ: اعتدال اور میانہ روی ایک قرینہ کی بات ہے ایک مسلمان کی شان یہ کہ وہ انتہا پسند نہیں ہوتا اور نہ ہی رجعت پسند ہو سکتا ہے۔ مسلمان کا اعتدال اور توازن دینی اور دنیاوی ہر دو معاملات میں یکساں جاری و ساری رہتا ہے۔ پس مسلمان کو چاہئے کہ ہر کام میں اعتدال اور میانہ روی کا خاص خیال رکھے۔

حدیث نمبر: ۱۲

ترجمہ: سویرے (صبح میں) اٹھا کرو کیونکہ اس کا بڑا ثواب ہے۔ (مظاہر حق)

خلاصہ: علی الصبح اٹھنا ایک اچھی عادت ہے۔ اس سے صحت اور تندرستی پر اچھا اثر پڑتا ہے اور صبح سویرے اٹھنے سے آدمی چست و چالاک رہتا ہے۔ علی الصبح اٹھنے کا ایک خاص فائدہ یہ ہے کہ ہم نماز فجر کی برکتوں سے مالا مال ہو جاتے ہیں۔ یاد الہی سے تمام مصروفیات کا آغاز بلاشبہ بڑے ثواب کی بات ہے۔

رباعیات

رہنا ہے دلس میں تو بسنا سیکھو
خدمت کے لیے کمر تو کسنا سیکھو
مشکل کا وقت ہے تو ہنس کر ٹالو
ہنسنا آتا نہیں تو ہنسنا سیکھو
یگانہ چنگیزی

اس دور تمدن کی ہے اک یہ بھی مثال
بھائی کا ہے خوں دوسرے بھائی پہ حلال
ہم سانپ کے کاٹے سے تو بچ سکتے ہیں
انسان اگر کاٹے تو پچنا ہے محال
ڈاکٹر محبوب راہی

گر جیب میں زر نہیں تو راحت بھی نہیں
بازو مین سکت نہیں تو عزت بھی نہیں
گر علم نہیں تو زور و زر ہے بے کار
مذہب جو نہیں تو آدمیت ہے بے کار
اکبر

خاموشی میں ہاں لذت گویائی ہے
آنکھیں جو ہیں بند عین بینائی ہے
نے دوست کا جھگڑا، نہ کسی دشمن کا
مرقد بھی عجب گوشہ تنہائی ہے
انیس

جو حق کے دیے ہوئے بل پہ اترتے ہیں
وہ اپنے کیے کی سزا پاتا ہے
پڑتا ہے جو بندگان حق کے پیچھے
مثل فرعون وہ غرقاب ہو جاتا ہے
گوہر کریم نگری

سنتے ہیں جب حدیثیں بیانوں میں آج بھی
ہوتی ہے نرمی پیدا چٹانوں میں آج بھی
جس نام کو مٹانے کی سازش ہوئی بہت
وہ نام گو پختنا ہے اذانوں میں آج بھی
یوسف نزل

حسین خوابوں کا وہ سلسلہ ابھی تک ہے
مہکتی میرے چمن کی فضاء ابھی تک ہے
نواز پھر ترے لطف و کرم سے ملت کو
میرے لبوں پہ وہی مدعا ابھی تک ہے

انسان ہے انسان سے بظن یا رب
ہر گام ہے اخلاق کا مدن یا رب
بینچا ہے جسے خونِ جگر سے ہم نے
ہو جائے نہ برباد یہ گلشن یارب

دنیا میں کب انسان کی حاجت نکلی
حسرت ہی رہے کوئی نہ حسرت نکلی
جیتے تھے قیامت کی توقع پر ہم
خود وقت کی محتاج قیامت نکلی
الطاف حسن حالی

کہتے تھے نہ عشق بت خود کام کرو
پہلے ہی سے اندیشہ انجام کرو
بے تابی دل کی ہے شکایت ناحق
اے داغ بس اب قبر میں آرام کرو
داغ دہلوی

حمد باری تعالیٰ

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھیؒ

حمد تیری اے خدائے لم یزل ہے یہ اپنی زندگی کا حاصل
تو ہی خالق ہے تو ہی خلاق ہے تو ہی رب انفس و آفاق ہے
تیری قدرت کی نہیں کچھ انتہا تیرا کیا کسی سے ہو ادا
یا علیم یا سمع یا بصیر تو ہی قادر اور تو ہی ہے خبیر
نام تیرا میرے دل کی ہے دوا ذکر تیرا روح کی میری شفا
یہ زمیں یہ آسمان، شمس و قمر دیتے ہیں سب ذات کی تیری خبر
تو ہی مالک تو ہی رب العالمین تیرے در پر جھکتی ہے سب کی جبین
شان تیری کون سمجھے گا بھلا ابتدا تو ہی ہے تو ہی انتہا
تو ہی ہے مقصود تو ہی مدعا جان و دل کرتا ہوں میں تجھ پر فدا
قید سے شیطان کے یارب چھڑا اور شرور نفس سے مجھ کو بچا
یا الہی مجھ کو اب اپنا بنا
کر لے تو مقبول احمد کی دعا

نعت

صوفی غلام محمد صاحب

شکر خدا کہ دل میں ہے الفت رسولؐ کی
اسلام سے مراد ہے نسبت خدا کے ساتھ
کہتے ہیں بعض لوگ نہ معلوم کیا تھے وہ
نعلین پہنے عرش پہ پہنچے ہیں جب حضورؐ
رضوان تھے انتظار میں جنت سنوار کے
خوش تھے رسل تمام ملائک تھے وجد میں
یہ عشق کا سوال بھی کتنا دقیق تھا
آنکھوں میں ہے وہ نورسی صورت رسولؐ کی
ایمان سے مراد محبت رسولؐ کی
جانے ہم عہدہ سے حقیقت رسولؐ کی
کچھ طور سے بھی پوچھیے عظمت رسولؐ کی
ان کو بھی علم تھا کہ جب جنت رسولؐ کی
قرباں تھے یہ تو انہیں تھی چاہت رسولؐ کی
حل ہو گیا جو جانے حقیقت رسولؐ کی

شاہوں سے بیاں نہ ہوئیں ان کی خوبیاں

کیا ہو سکے غلام سے مدحت رسولؐ کی

سچ کہو

سچ کیو سچ کیو ہمیشہ سچ ہے بھلے مانسوں کا پیشہ سچ
سچ کہو گے تو تم رہو گے عزیز سچ تو یہ ہے کہ سچ ہے اچھی چیز
سچ کہو گے تو تم رہو گے شاد فکر سے پاک رنج سے آزاد
سچ سے رہتی ہے تقویت دل کو سہل کرتا ہے سخت مشکل کو
سچ ہے سارے معاملوں کی جان سچ سے رہتا ہے دل کو اطمینان
سچ میں راحت ہے اور آسانی سچ سے ہوتی نہیں پشیمانی
ہے برا جھوٹ بولنے والا آپ کرتا ہے اپنا منہ کالا

فائدہ اس کو کچھ نہ دے گا جھوٹ

جائے گا ایک روز بھانڈا پھوٹ

زندگی

ہے فقط جہد مسلسل زندگی
رات اک سنسان جنگل زندگی
ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے آج روس
ایک جھرنا، اک ندی، اک آبشار
پیش کرتی ہے اجل کے روپ میں
گلستاں میں ہو کہ رزم و بزم میں
امتزاج شادی و غم کے بغیر
اہل دنیا کے لیے ہے اک مثال
موت ہے میدان بے آب و گیاہ
ایک دریا ہے جہان رنگ و بو
جس کی دونوں ڈالیاں وصل و فراق
اس کا وعدہ جشن تنہائی مرا
موت کہتا ہے اسے ہر آدمی
تو تو دنیا سے بھی بوڑھی ہوگی
ساتھ رہ کر بھی ہزاروں سال سے
اک قرارِ نا اُمیدی ہے اجل
آدمی ہے زہر، بادہ، شہد، شیر
دشت اور کہسار پر بھی حکمراں

خود بہ خود آتے ہیں گوہر انقلاب

جب بھی دکھاتی ہے چھل بل زندگی

بہنوں سے خطاب

حضرت شاہ صوفی غلام محمد

دل میں ایمان کی دولت کو بٹھاؤ بہنو
سب امیروں سے امیر اپنے کو پاؤ بہنو
اپنے چہروں پہ ملو روز وضو کا غازہ
تن نمازوں کے لباسوں سے سجاؤ بہنو
پہنو کانوں میں اطاعت کے کرن پھولوں کو
سرمی آنکھوں میں بصیرت کا لگاؤ بہنو
اپنے بالوں میں کرو روز فقہ کی کنگھی
روضن علم نبی سر میں لگاؤ بہنو
مانگ سنت کے طریقوں کی نکالوں سیدھی
گھر سے بدعت کے نشانوں کو مٹاؤ بہنو
پنو ہاتھوں میں غریبوں کی مدد کے کنگن
خدمت خلق کے پازیب چڑھاؤ بہنو
نیک باتوں کی لبوں پہ ہو تمہارے سرخی
مہندی ہاتھوں میں سخاوت کی لگاؤ بہنو
ذکر کے جار کو تم اپنے گلے میں ڈالو
پھول چوٹی میں درودوں کی لگاؤ بہنو
روز قرآن کے آئینے میں خود کو دیکھو
خوب سنگھار کرو خوب سجاؤ بہنو
ہاتھ مولیٰ ہی کے آگے یہ تمہارا پھیلے
سر کو مولیٰ ہی کے قدموں پہ جھکاؤ بہنو
رزق و روزی ہو کہ ہو دولت و شادی و صحت
صرف اللہ کے دربار سے پاؤ بہنو

اپنے ماں باپ کی خدمت میں نہاں ہے جنت
 ہو اگر موقع یہ دولت نہ گنواؤ بہنو
 حسن اخلاق سے شوہر کو کرو گرویدہ
 کسی عامل کے کبھی پاس نہ جاؤ بہنو
 سجدہ ہوتا تو وہ شوہر ہی کو جائز ہوتا
 اپنے شوہر کی یہ عظمت نہ گھٹاؤ بہنو
 خود کو شیطان کی آنکھوں میں نہ پڑنے دو کبھی
 اپنی آنکھوں کو بھی شیطان سے بچاؤ بہنو
 سینما آگ ہے ایمان یہاں جلتا ہے
 آگ میں ایسی کبھی آپ نہ جاؤ بہنو
 جھوٹ بولو نہ کبھی اور نہ کرو غیبت ہی
 اپنی بہنوں کو کسی سے نہ لڑاؤ بہنو
 جب کسی سے ہو ملاقات کرو اس کو سلام
 بندگی اور یہ آداب مٹاؤ بہنو
 دعوت دین بھی دو دعوت دنیا کب تک
 روح کو بھی تو کبھی خوب کھلاؤ بہنو
 زیور علم سے بچوں کو سنوارو اپنے
 دین کا علم انہیں خوب پڑھاؤ بہنو
 سر میں انگریز کے بالوں کو نہ پالو ہرگز
 اور مشرک کی سی چوٹی نہ رکھاؤ بہنو
 اپنی لوری میں نہ گاؤ فلمی گیتیں
 نام اللہ کا لوری میں بھی لاؤ بہنو
 اپنے لوگوں کو جو اللہ سے غافل دیکھو
 میٹھی باتوں سے انہیں راہ پہ لاؤ بہنو
 یاد آجائے اگر کوئی محمد کا غلام
 اس کی بخشش کے لیے ہاتھ اٹھاؤ بہنو

ایک پرندہ اور جگنو

سر شام ایک مرغِ نغمہ پیرا کسی ٹہنی پہ بیٹھا گا رہا تھا
چمکتی چیز اک دیکھی زمین پر اڑا طائر اسے جگنو سمجھ کر
کہا جگنو نے او مرغِ نواریز نہ کر بے کس پہ منقار ہوں تیز
تجھے جس نے چمک، گل کو مہک دی اسی اللہ نے مجھ کو چمک دی
لباسِ نور میں مستور ہوں میں پتنگوں کے جہاں کا طور ہوں میں
چمک تیری بہشتِ گوش اگر ہے چمک میری بھی فردوسِ نظر ہے
پروں کو میرے قدرت نے ضیا دی تجھے اُس نے صداے دلربا دی
تری منقار کو گانا سکھایا مجھے گلزار کی مشعل بنایا
جک بخشی مجھے، آواز تجھ کو دیا ہے سوز مجھو کو، ساز تجھ کو
مخالف ساز کا ہوتا نہیں سوز جہاں میں ساز کا ہے ہم نشیں سوز
قیامِ بزمِ ہستی ہے انہیں سے ظہورِ اوج و پستی ہے انہیں سے
ہم آہنگی سے ہے محفلِ جہاں کی
اُسی سے ہے بہار اس بوستاں کی

شیخ علامہ اقبال

غزل

بندگی سے کبھی نہیں ملتی اس طرح زندگی نہیں ملتی
لینے سے تاجو تخت ملتا ہے مانگے سے بھیک بھی نہیں ملتی
با صفا دوستی کو کیا روئیں با صفا دشمنی نہیں ملتی
جب تک اونچی نہ ہو ضمیر کی لو آنکھ کو روشنی نہیں ملتی
زہد و صوم و صلوة و تقویٰ سے عشق کی سادگی نہیں ملتی
نگہ لطف سے جو ملتی ہے ہاے وہ زندگی نہیں ملتی
یوں تو ملنے کو مل گیا خدا پر تیری دوستی نہیں ملتی
بس وہ بھر پور زندگی ہے فراق
جس میں آسودگی نہیں ملتی

فراق گورکھپوری

آنکھیں

یوسف نزل

خدا کا فضل ہے انعام ہے دولت ہے بینائی
ہزاروں نعمتوں کی ایک یہ نعمت ہے بینائی

جسے مل جائے یہ نعمت وہ خوش قسمت ہے دنیا میں
کہ آنکھوں کی ہر اک انسان کو حاجت ہے دنیا میں

اگر آنکھیں نہ ہوں تو زندگی دشوار ہو جائے
سراسر آدمی مجبور اور لاچار ہو جائے

کوئی معذور نابینا سڑک پر جب دکھائی دے
بڑی الجھن میں ہو رستہ نہ کچھ جس کو بھائی دے

حق ایسے میں ادا کرنا ہے لازم ہم پہ آنکھوں کا
سہارا بن کے جینا ہے ہمیں دنیا میں اندھوں کا

یہی آنکھوں کا شکرانہ ہے خوش اس سے خدا ہوگا
ان اندھوں کی دعا سے آنکھ والوں کو بھلا ہوگا

دیس کے سپاہی

ہم دیس کے سپاہی ہم دیس کے سپاہی
جیسے ملی ہوئی ہے جنت کی بادشاہی

دیس کے سپاہی

ہم دیس کے سپاہی ہم دیس کے سپاہی
بھولے سے آنچ آئے گر اس حسین چمن پر
ہنستے ہوئے لٹادیں جاں مادرِ وطن پر
دے گا عمل ہمارا ہر قول کی گواہی

دیس کے سپاہی

ہم دیس کے سپاہی ہم دیس کے سپاہی
الفت کے پھیل جائے سارے جہاں میں خوشبو
قائم رہے ہمیشہ امن و امان پر سو
بچو اسی میں پنہاں دنیا کی خیر خواہی

دیس کے سپاہی

ہم دیس کے سپاہی ہم دیس کے سپاہی
غفلت میں جو پڑے ہیں لازم انھیں ہے جاگیں
ہے وقت کا تقاضا نفرت سے دور بھاگیں
آپس میں گر لڑیں گے آجائے گی تباہی

دیس کے سپاہی

ہم دیس کے سپاہی ہم دیس کے سپاہی
جو ہیں غریب مفلس نادار بے سہارے
ہر پل ترس رہے ہیں کوشیوں کو وہ بچارے
مل جل کے دور کر دیں ہم ان کی بے پناہی

دیس کے سپاہی

کام کی قدر

انسان کو وہی کچھ ملتا ہے جس کے لیے وہ محنت کرتا ہے۔ جو لوگ اچھے کاموں کے لیے زیادہ محنت کرتے ہیں ان کی زندگی زیادہ آرام سے بسر ہوتی ہے اور جو لوگ محنت سے جی چراتے ہیں اور اپنے ہاتھ سے کام کرتے ہوئے شرماتے ہیں وہ بالآخر ناکام ہوتے ہیں۔ انسان کو جو خوشی اور اطمینان اپنے ہاتھ سے کام کر کے حاصل ہوتا ہے وہ دوسروں سے کام لے کر ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اپنے ہاتھ سے کام کرنے میں شرم کی کوئی بات نہیں۔ اس سے انسان کی عزت کھتی نہیں بلکہ بڑھتی ہے۔ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ دنیا کے معزز ترین انسان تھے۔ حضور اکرم ﷺ اپنے ہاتھ سے کام کرنے میں ہمیشہ خوشی محسوس فرماتے تھے۔ اپنے ہاتھ سے کام کرنے والوں کو اللہ پسند کرتا ہے۔

جب حضرت محمد ﷺ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینے تشریف لائے تو آپ نے ایک مسجد بنائی جس کا نام ”مسجد نبوی“ ہے۔ یہ مسجد مزدوروں اور کارگیروں نے نہیں بنائی تھی بلکہ صحابہ کرام کے ساتھ رسول اکرم ﷺ نے اپنے ہاتھ سے تعمیر فرمائی تھی۔ صحابہ کرام نے آپ سے عرض بھی کیا، یا رسول اللہ ﷺ! کام کے لیے ہم موجود ہیں، آپ آرام فرمائیے لیکن حضور پاک ﷺ نے ان کی یہ درخواست قبول نہیں فرمائی اور مسجد کی تعمیر میں خود بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ یہی نہیں بلکہ آپ ﷺ تو اپنے جوتوں تک کی مرمت اپنے ہاتھ سے فرمالیا کرتے تھے اور اس کام میں کوئی شرم محسوس نہیں کرتے تھے۔

آپ ﷺ کے صحابہ کرام کا بھی یہی حال تھا۔ حضرت علی مرتضیٰ جو حضور پاک ﷺ کے پچازاد بھائی اور داماد بھی تھے۔ ایک بار مزدوری کے لیے یہودی کے باغ میں پہنچے۔ اس نے آپ کو کنویں میں سے پانی کھینچنے پر لگا دیا جو بڑا مشقت کا کام تھا۔ حضرت علی نے یہ کام بڑے شوق سے انجام دیا اور جب اس کام کی اجرت کے طور پر یہودی نے انھیں کھجوریں دیں تو ان کھجوروں میں سے آدھی گھر لے گئے اور آدھی راستے ہی میں خیرات کر دیں۔

ایک دن حضرت عمر فاروقؓ اپنے زمانہ خلافت میں اونٹ پر سوار بازار سے گزر رہے تھے کہ آپ کا کوڑا ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر آگرا۔ لوگ دوڑے کہ کوڑا اٹھا کر آپ کو دیں۔ لیکن آپ نے انھیں منع کر دیا۔ اور فرمایا کہ انسان کو اپنے ہاتھ سے کرنا چاہیے۔ اس کے بعد آپ اونٹ سے اترے، کوڑا اٹھایا اور پھر سے اونٹ پر سوار ہو گئے۔

حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کے پیروی کرتے ہوئے اکثر بڑے بڑے مسلمان بادشاہ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کیا کرتے تھے۔ سلطان ناصر الدین محمود ہندوستان کے مشہور بادشاہ گزر رہے ہیں۔ یہ بادشاہ سرکاری خزانے سے ایک پیسہ نہیں لیتے تھے بلکہ قرآن کریم کی کتابت کر کے گزر بسر کرتے تھے۔ یہی حال مشہور مغل بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر کا تھا۔ وہ بھی قرآن کریم کی کتابت کرتے، ٹوپیاں بناتے اور اس طرح جو پیسے ملتے ان سے گزراوقات کرتے تھے۔

جب دنیا کے ان عظیم انسانوں نے ہاتھ سے کام کرنے کو عیب نہ جانا تو ہم محنت مشقت کو عیب کیوں سمجھیں۔ کیوں نہ ہم ان بزرگوں کی طرح اپنے ہاتھ سے محنت کر کے دنیا میں عزت اور ترقی حاصل کریں۔

جواں مردی

پرانے وقتوں کی بات ہے کسی گاؤں میں ایک غریب آدمی رہتا تھا۔ اس کا صرف ایک ہی بیٹا تھا جو اکثر جنگل میں شکار کھیلنے جایا کرتا تھا۔ ایک روز کافی دیر تک شکار کی تلاش میں ادھر ادھر گھومتا پھرا۔ آخر کار تھک گیا اور ایک درخت کے سائے میں آرام کرنے کی غرض سے لیٹ گیا۔ کچھ ہی دیر بعد اسے نیند آگئی۔ اچانک اسے شیر کی آواز سنائی دی۔ وہ کچھ دیر خوف اور حیرانی کے عالم میں ادھر ادھر دیکھتا رہا لیکن اسے بالکل معلوم نہ ہو سکا کہ آواز کہاں سے آئی ہے۔ کچھ دیر بعد شیر کی آواز دوبارہ آئی۔ وہ ڈر گیا لیکن پھر اس نے ہمت کی اور آگے بڑھا۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک شیر بہت بڑے گڑھے میں گرا ہوا ہے اور بھوک پیاس سے نڈھال ہے۔ گڑھے میں بہت زیادہ کچھڑا تھا اس لیے باہر نکلنا اس کے لیے اور بھی بہت مشکل تھا۔ شیر کو مصیبت میں دیکھ کر اس کا دل بھر آیا۔ اس نے سوچا کہ کسی نہ کسی طرح شیر کو اس گڑھے سے نکالنا چاہیے۔ اس کے لیے وہ ترکیبیں سوچنے لگا۔ اس نے سوچا کہ شیر کئی دنوں سے بھوکا ہے اگر میں اسے کچھ دن کھانے کو دوں تو ہو سکتا ہے کہ یہ مجھ سے مانوس ہو جائے۔ اب وہ ہر روز جنگل میں شکار کے لیے نکل جاتا اور جو شکار کرتا وہ لاکر شیر کے آگے گڑھے میں ڈال دیتا۔ چند روز اسی طرح گزر گئے۔ اب شیر اس کے آنے کے انتظار کرتا اور اسے محبت بھری نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ اب نوجوان کو اندازہ ہو گیا کہ شیر اس کے لیے خونخوار نہیں ہے۔ آخر ایک دن وہ گھر سے کدال لے کر آیا۔

اس نے گڑھے کے ایک طرف سے مٹی کھود کر ڈھلوانی راستہ بنا لیا۔ شیر باہر آ گیا۔ شیر نے شکرے کے طور پر اس کے پاؤں چاٹے اور جنگل کو نکل گیا۔ ایک روز نوجوان حسب معمول شکار کے لیے نکلا۔ اسے اور تو کوئی شکار نہ ملا لیکن اس نے تیس چڑیا مار لیں۔ واپسی پر اس کے ساتھیوں نے اس سے پوچھا: آج تم نے کیا شکار کیا ہے؟ اس نے کہا: تیس چڑیاں۔ ساتھیوں نے اس کا نام ”تیس مار“ رکھ دیا۔ اسے یہ نام بڑا پسند آیا۔ وہ خوشی خوشی گھر آیا اور ماں سے کہنے لگا: ماں! میں ”تیس مار“ ہوں۔ اس کی ماں نے حیرانی سے کہا کہ تو تو کوئی کام نہیں کرتا۔ سارا دن فارغ پھرتا ہے۔ ”تیس مار“ کیسے بن گیا؟ اس نے جواب دیا: ماں! میں نے تیس چڑیاں ماری ہیں اس لیے میں ”تیس مار“ ہوں۔

ان دنوں بادشاہ نے اپنے دربار میں ایک بہت بڑا میلا لگوانے کا اعلان کروایا کہ جو شخص میلے میں شیر کی پشت پر سواری کرے گا اسے انعام و اکرام دیا جائے گا۔ میلے کی خبر دور دور تک پھیل گئی۔ لوگ میلے کے دن کا انتظار کرنے لگے۔ اس میلے میں تیس مار اور اس کے ماں باپ بھی گئے۔

بادشاہ کا دربار لگ گیا۔ ایک شیر ایک بند اکھاڑے میں چھوڑا گیا اور اعلان کیا گیا کہ جو اس شیر کی پشت پر سواری کرے گا اسے

منہ مانگا دیا جائے گا۔ ایک آدمی شیر پر سواری کرنے کے لیے میدان میں آیا تو شیر اس پر جھپٹا اور دیکھتے ہی دیکھتے اسے سب کے سامنے چیر پھاڑ دیا۔ یہ منظر دیکھ کر دربار میں موجود لوگوں کی چیخیں نکل گئیں۔ تھوڑی دیر کے بعد دوسرا آدمی میدان میں اترا۔ اب تو شیر اور بھی بپھرا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ دوسرا آدمی جیسے ہی اس کے سامنے آیا شیر اس پر جھپٹا اور اسے بھی مار ڈالا۔ لوگوں پر عجیب خوف طاری ہوا۔ اب کوئی شخص میدان میں آنے کے لیے تیار نہ تھا کیوں کہ سب کے سامنے دو آدمی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔

تیس مار میدان میں اترا۔ اس کے ماں باپ پریشان تھے کہ پہلے دو آدمیوں کی طرح ان کا بیٹا بھی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ لیکن یہ کیا! تیس مار جیسے ہی میدان میں آیا اس نے شیر کی کمر پر ہاتھ رکھا اور اس پر سوار ہو گیا۔ شیر بالکل نہیں ہلا۔ دراصل شیر نے اسے پہچان لیا تھا کہ یہ وہی شخص ہے جس نے گڑھے میں اسے خوراک دی اور پھر اسے نکالا تھا۔ ہر طرف سے تحسین و آفریں کے نعرے بلند ہوئے۔

بادشاہ نے تیس مار کو منہ مانگا انعام دیا اور کہا ”تو بہت بہادر ہے اگر تو میرا ایک کام اور کر دے تو میں تجھے اپنی آدمی سلطنت دے دوں گا۔“

تیس مار نے کہا: بادشاہ سلامت! آپ مجھے کام بتائیں۔ بادشاہ نے کہا: میری ایک بیٹی ظالم جادوگر کی قید میں ہے تو اسے رہائی دلا دے۔

تیس مار بادشاہ کی بیٹی کو تلاش کرنے کے لیے نکل پڑا۔ چلتے چلتے اسے شام ہو گئی۔ راستے میں ایک جنگل پڑتا تھا جس میں ایک پرانا کنواں تھا۔ اس کی منڈیر پر ایک درخت تھا۔ تیس مار اس درخت پر چڑھ گیا تاکہ جنگلی درندوں سے محفوظ رہ کر رات بسر کر سکے۔

اچانک تیس مار کی نظر کنویں کے اندر پڑی۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک خوبصورت لڑکی کنویں کے اندر بے سدھ پڑی ہے۔ تیس مار سمجھ گیا کہ یہ لڑکی بادشاہ کی بیٹی ہے اور یہ کنواں جادوگر نے بنایا ہے۔ رات ہو چکی تھی۔ تیس مار نے رات اسی درخت پر گزاری۔ صبح ہوئی تو جادوگر وہاں سے نکل گیا۔ تیس مار نے لڑکی کو مخاطب کر کے کہا: اے شہزادی میں تیری مدد کے لیے یہاں آیا ہوں۔ تو بتا کہ کس وقت میرے ساتھ جائے گی۔ شہزادی نے کہا کہ تو اس وقت یہاں سے فوراً چلا جا کیوں کہ جادوگر کسی وقت آنے والا ہے۔ اس نے تمہیں دیکھ لیا تو تمہیں مار ڈالے گا۔ تم رات کے پچھلے پہر آنا۔ اس وقت جادوگر گہری نیند سو جاتا ہے۔ تیس مار وہاں سے چلا گیا اور جب رات کا پچھلا پہر ہوا تو رسہ لے کر کنویں کی منڈیر پر آیا۔ اس وقت جادوگر گہری نیند سو گیا تھا۔ تیس مار نے رسہ کنویں میں لٹکایا۔ شہزادی نے رسہ پکڑ لیا۔ تیس مار نے اسے کنویں سے باہر نکال لیا۔ اس کے بعد انھوں نے کنویں کے ارد گرد گھاس کا ڈھیر لگایا اور اسے آگ لگا کر کنویں میں دھکیل دیا۔

کنویں میں ہر طرف آگ لگ گئی اور اسی آگ میں ظالم جادوگر جل کر مر گیا۔

تیس مار شہزادی کو لے کر اسکے باپ کے پاس آیا۔ بادشاہ اپنی بیٹی سے مل کر بہت خوش ہوا اور وعدے کے مطابق تیس مار کو آدمی سلطنت دیدی۔

خاموشی کی فضیلت

زبان کے قابو میں نہ ہونے کے باعث انسان طرح طرح کے گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے اس لیے ارباب عقل و دانش نے جہاں ایک طرف زبان کی حفاظت کرنے کا حکم دیا ہے وہاں دوسری طرف خاموشی کی فضیلت بھی بیان کر دی ہے۔ ظاہر ہے کہ انسان جتنا کم بولے گا، غلط باتیں کر جانے کا امکان بھی اتنا ہی کم ہوگا۔ خاموشی کی فضیلت سے یہ مراد نہیں ہے کہ انسان ضرورت کے وقت بھی نہ بولے کیونکہ جیسے بہت سے گناہ کے کام زبان سے کئے جاتے ہیں ایسے ہی بہت سے ثواب کے کام بھی تو زبان ہی سے سرانجام دئے جاتے ہیں۔ مثلاً کسی کو سیدھی راہ دکھانا، کسی غمزہ کی دلجوئی کرنا، قرآن پاک کی درس و تدریس کرنا وغیرہ۔ خاموشی کی تعریف کرنے سے درحقیقت یہ واضح کرنا مقصد ہے کہ زبان کو بے ضرورت نہ کھولنا بہت سے خطرات سے بچ جانے کا ذریعہ ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ جو خاموش رہا وہ نجات پا گیا۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص خدا اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے ہمسایے کو تکلیف نہ دے اور جو شخص خدا اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کی خاطر داری کرے اور جو شخص خدا اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ بھلی بات کہے یا پھر خاموش رہے۔ (مسلم)

عمران بن حطان بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابو ذرؓ کے پاس آیا تو میں نے انہیں مسجد میں کالی کملی لپیٹے تنہا بیٹھے دیکھا۔ میں نے عرض کیا کہ اے ابو ذرؓ! یہ تنہائی کیسی ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ برے ہم نشین سے تنہائی بہتر ہے اور نیک ہم نشین تنہائی سے بہتر ہے اور اچھی بات بتانا خاموشی سے بہتر ہے اور بری بات بتانے سے خاموشی بہتر ہے۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

امام غزالیؒ خاموشی کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”خاموشی عبادت ہے بغیر محنت کے، ہیبت ہے بغیر سلطنت کے، قلعہ ہے بغیر دیوار کے، فنیابی ہے بغیر ہتھیار کے، آرام ہے کراما کاتبین کا، شیوہ ہے عاجزوں کا، دبدبہ ہے حاکموں کا، مخزن ہے حکمتوں کا، جواب ہے جاہلوں کا۔“

اس کے برعکس کثرت کلام کو ایک ناپسندیدہ فعل سمجھا گیا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے ذکر کے سوا کسی اور کلام کی کثرت نہ کرو کیونکہ اللہ کے ذکر کے سوا کسی اور کلام کی کثرت دل کو سخت کر دیتی ہے اور اللہ سے سب سے زیادہ دور وہ شخص ہوتا ہے جو سخت دل ہو۔ (ترمذی)

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں ”جو شخص سب و شتم اور دوسروں پر لعن طعن میں مصروف ہوگا، اس کو باطنی برکات کبھی حاصل نہ ہوں گی کیونکہ دوسروں کی عیب گوئی یا سب و شتم کا مشغلہ وہی اپنا سکتا ہے جو خود اپنے انجام سے بے خبر اور غافل ہو۔“
غرضکہ زبان کی حفاظت تزکیہ نفس کے سلسلہ میں بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے اور نفس کا تزکیہ کرنے والے کے لیے از حد ضروری

ہے کہ اسے اپنی زبان پر اتنا قابو حاصل ہو کہ وہ بولنے کے وقت تو بولے مگر جب بولے بغیر بخوبی گزارا ہو سکتا ہو تو چپکے ہو رہے کہ اسی میں نجات ہے۔

حضرت عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ مومن نہ بہت طعنے دینے والا ہوتا ہے، نہ بہت لعنت کرنے والا، نہ فحش باتیں کرنے والا اور نہ زبان دراز۔ (ترمذی)

استقلال

بہت دنوں کی بات ہے کہ اسکاٹ لینڈ میں ایک بادشاہ گزرا ہے۔ اس کا نام بروس تھا۔ ایک بار اسے جنگ میں شکست ہو گئی۔ وہ میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا۔ دشمنوں کی نگاہوں سے بچتا بچتا ایک تنہائی کے مقام پر جا پہنچا۔ چہرے پر انتہائی یاس اور افسردگی کے آثار نمایاں تھے۔ وہ اپنی شکست سے بہت بددل ہو چکا تھا۔ اب اس میں مزید مقابلے کی ہمت باقی نہ تھی۔ تھکا ماندہ تو تھا ہی۔ یوں بھی مایوسی کے عالم میں انسان سے کچھ بن نہیں پڑتی۔ وہ زمین پر لیٹ گیا اور اپنے مستقبل پر غور کرنے لگا۔ حسن اتفاق، اسی اثنا میں چھت پر سے ایک مکڑی گری۔ وہ اپنے جالے کے سہارے پھر چھت پر پہنچنا چاہتی تھی۔ وہ کچھ ہی دور اوپر گئی تھی کہ اپنا بوجھ سنبھال نہ سکی، پھر نیچے آ گئی۔ مگر مکڑی نے ہمت نہ ہاری، چڑھنے کی دوبارہ کوشش کی۔ اب کی بار وہ کچھ زیادہ اوپر پہنچ گئی تھی۔ مگر سوء اتفاق پھر نیچے آ رہی۔ مکڑی نے اپنی کوشش جاری رکھی۔ وہ لگاتار چڑھتی رہی اور منزل مقصود سے قریب تر ہو کر گرتی رہی۔ مگر اس نے استقلال کو ہاتھ سے نہ جانے دیا، اور نہ اس پر مایوسی کے اثرات طاری ہوئے۔ بالآخر وہ نوے بار چھت تک پہنچ جانے میں کامیاب ہو گئی۔ بادشاہ بروس پر مکڑی کے استقلال کا بہت اثر ہوا۔ اس نے سوچا کہ یہ ناچیز مکڑی ایک ننھا ساقیہ کیڑا اور اس میں اتنا استقلال۔ میں انسان ہو کر صرف ایک بار کی شکست پر اتنا بددل ہوا کہ سر چھپا کر بیٹھ رہا۔ مجھ جیسے انسان کو بھلا یہ کب زبید دیتا ہے۔ یہ سوچ کر اس کی ہمت بڑھی۔ اس نے پھر کوشش کی اور ایک بہت بڑی فوج اکٹھا کر کے حملہ کیا اور دشمن پر فتح حاصل کی۔

اسی طرح کا ایک اور قصہ تیمور لنگ کے متعلق مشہور ہے۔ تیمور ایک مشہور مغل بادشاہ گزرا ہے۔ وہ ایک پیر سے لنگڑا تھا۔ اسی لیے لوگ اسے تیمور لنگ کہتے ہیں۔ اس نے اپنی بہادری سے بہت سے ممالک فتح کئے۔ ایک بار اسے ایک جنگ میں شکست ہوئی اور اس کی تمام فوج تتر بتر ہو گئی۔ وہ خود جان بچانے کے لیے غار میں چھپ رہا۔ اس شکست نے اس کا دل توڑ دیا۔ ہمت پست ہو گئی اور دشمن کے اندر مقابلے کی جرأت باقی نہ رہی۔ وہ مایوسی کے عالم میں پڑا تھا کہ یکا یک اسی نظر ایک چیونٹی پر پڑی، جو ایک دانہ لے کر اپور چڑھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ دانہ بہت بڑا تھا۔ دراصل چیونٹی کے بس کا تھا نہیں۔ مگر اس ننھی سی مخلوق میں اللہ نے اتنی ہمت رکھی ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے سے کئی گنا بوجھ لے کر چلنے کی کوشش کرتی ہے۔ کچھ اوپر چڑھتی ہے مگر پھسل کر نیچے گر پڑتی ہے۔ وہ لگاتار کوشش کرتی رہی، بالآخر دانہ لے کر اوپر چڑھنے میں کامیاب ہو گئی۔

اس منظر نے تیمور پر بڑا اثر کیا۔ اس نے سوچا کہ اللہ کی یہ حقیر ترین مخلوق تو اتنی مستقل مزاج ہے کہ بار بار ناکامی کے باوجود اس نے ہمت نہیں ہاری اور میں اشرف المخلوقات ہو کر ایک معمولی سی شکست پر ہاتھ پیر توڑ کر بیٹھ رہا۔ چنانچہ یہ خیال آتے ہی وہ ہمت کر کے اٹھا۔ فوج کو پھر سے منظم کیا اور پورے استقلال کے ساتھ دشمن سے مقابلہ کیا۔ بالآخر کامیاب ہوا۔

عدل

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلفائے راشدین میں سے ہیں۔ وہ بہت جلیل القدر خلیفہ ہوئے ہیں۔ ان کا تقویٰ اور دلیری مشہور ہیں۔ حضرت علیؑ اپنے دور خلافت میں ایک بار جنگ میں شرکت کی غرض سے جا رہے تھے۔ اتفاق سے راستے میں زرہ کھو گئی۔ جنگ سے واپسی میں وہی زرہ کونے کے ایک یہودی کے یہاں پائی گئی۔ انہوں نے اس سے زرہ طلب کی۔ مگر یہودی نے زرہ دینے سے انکار کر دیا۔ بالآخر انہوں نے حج کی عدالت میں مقدمہ دائر کیا۔ سماعت کے وقت مدعی کی حیثیت سے عدالت میں حاضر ہوئے۔ حج کی نگاہ میں اس وقت وہ مملکت کے ایک عام شہری کی حیثیت میں تھے۔ ثبوت کے لیے حج نے دو گواہ طلب کئے۔ انہوں نے اپنے غلام قنبر اور بیٹے حضرت حسنؑ کو گواہی میں پیش کیا۔ حج نے دونوں کی شہادت نامنظور کر دی۔ اس لیے کہ ایک ان کا بیٹا تھا اور دوسرا غلام۔ زیر اثر ہونے کی وجہ سے دونوں کی شہادت قانون کی رو سے ناقابل قبول تھی۔ چونکہ اور کوئی گواہ نہ تھا۔ اس لیے مجبوراً حضرت علیؑ کو زرہ سے دست بردار ہونا پڑا۔

یہودی اسلامی عدالت کا یہ عدد دیکھ کر بہت متاثر ہوا کہ خلیفہ وقت کا استغاثہ رعیت کے ایک غیر مسلم فرد کے خلاف اس وجہ سے رد کر دیا گیا کہ ان کے پاس شہادت کے لیے شرعی گواہ نہیں تھا۔ اس نے زرہ واپس کر دی اور اسلامی نظام کی برکات دیکھ کر خود بھی مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

قتل و خون ریزی سے اجتناب

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آخری دور تھا۔ بعض لوگوں کو سیدنا عثمانؓ کی ذات خاص سے کچھ بے بنیاد شکایات پیدا ہو گئیں۔ بصرہ، کوفہ اور مصر کے چند فتنہ پرور افراد نے مدینے میں جمع ہو کر حضرت عثمانؓ کے مکان کا محاصرہ کر لیا اور ان کو شہید کرنے کے درپے ہو گئے۔ انہوں نے صفائی پیش کی۔ اپنی خدمات گنوائیں، باغیوں نے خدمات کا اعتراف کیا مگر پھر بھی اپنے منصوبے سے باز نہ آئے۔ بلکہ پتھر پھینکنا شروع کیا۔ پتھروں سے بچنے کے لیے وہ اپنے حجرے میں گوشہ نشین ہو گئے۔

ایام محاصرہ میں حضرت عثمانؓ مسلسل روزے رکھتے تھے۔ ایسا بھی ہوتا تھا کہ افطار میں غذا تو درکنار ایک قطرہ پانی بھی نصیب نہ ہوتا تھا۔ اسی حال میں رات بسر ہو جاتی اور اگلے دن پھر روزہ رکھ لیتے تھے۔ سنگ باری کے سبب حجرے میں بند، کھانے پینے سے محروم،

ضعیفی کا عالم اور روزے پر روزہ، ذرا عرب کے ریگستان اور گرمی کے موسم کا تصور کرو، خلیفہ وقت اور اس حال میں کتنی تکلیف ہوتی ہوگی۔ حضرت عثمانؓ کے حامیوں کی تعداد بھی کچھ کم نہ تھی۔ ان کا حضور ﷺ سے رشتہ، غریبوں، بیواؤں، مسکینوں اور حاجت مندوں کی امداد میں پیش پیش رہنا خلافت اور اس کے قبل آپ کی دینی خدمات اور رفاہ عامہ کے کاموں سے دل چسپی، ان کی ذاتی فضیلت اور حضور ﷺ کی ان پر خصوصی عنایات، سب سے بڑی بات ان کا خلیفہ وقت ہونا، یہ ساری باتیں بہر حال وزن رکھتی تھیں اور ہزاروں لاکھوں کی عقیدت مندیاں ان کے ساتھ تھیں۔ چنانچہ لوگوں نے چاہا کہ اس بغاوت کو بزور شمشیر فرو کریں۔ مگر وہ انتہائی رحم دل تھے۔ کسی طرح اس پر تیار نہ ہوئے کہ ان کی اپنی ذات کے لیے مسلمانوں کے مابین جنگ اور خونریزی ہو۔ پانچ سو جاں باز غلام دشمنوں کے مقابلہ پر کمر بستہ ہوئے۔ بہت اصرار کیا مگر اجازت نہ دی۔ بلکہ انہیں غلامی سے آزاد کر دیا۔ اور بولے ”جہاں جی چاہے چلے جاؤ، مگر مسلمانوں سے جنگ نہ کرو۔“

اسی دوران میں حضرت مغیرہؓ خدمت میں حاضر ہوئے۔ باغیوں کے رویے پر اظہار ملال کیا اور مشورہ دیا کہ یا تو نکل کر ان باغیوں سے برسر پیکار ہو جائیے یا دیوار توڑ کر مکہ معظمہ تشریف لے جائیے کہ تاکہ حرم میں آپ کی جان محفوظ رہ سکے یا پھر ملک شام چلے جائیے۔

مگر انہوں نے انتہائی تحمل سے فرمایا۔ ”میں لڑائی کے لیے تو نکلنا نہیں چاہتا۔ مجھے یہ قطعاً یہ پسند نہیں کہ رحمتہ للعالمینؐ کا جانشین ہو کر مسلمانوں کے مابین فساد و خونریزی کا موجب بنوں۔ مکہ معظمہ اس لیے نہیں جاسکتا کہ مبادا یہ لوگ میری وجہ سے حرم شریف میں بھی فتنہ و فساد برپا کریں اور حرم کے احترام کو ختم کر دیں۔ رہا شام کا سفر تو حضور ﷺ کی ہمسائیگی چھوڑ کر میں وہاں بھی نہیں جاسکتا۔“

حضرت علیؓ کو جب معلوم ہوا کہ باغی امیر المؤمنین سیدنا عثمانؓ کو شہید کرنا چاہتے ہیں تو انہوں نے اپنے دونوں بیٹوں کو ایک مختصر جماعت کے ساتھ پہرے پر متعین کر دیا۔ مگر باغیوں نے دوسری سمت سے دیوار پھاند کر عین تلاوت کلام مجید کی حالت میں ان کو شہید کر ڈالا۔

انا لله وانا اليه راجعون۔

حضرت عثمانؓ نے اپنی شہادت بخوشی گوارا فرمائی۔ مگر اپنی زندگی میں تفرقہ اور خونریزی کی نوبت نہ آنے دی۔ اللہ آپ سے راضی ہو۔ آمین۔

سستی اور کاہلی

کسی گاؤں میں ایک امیر آدمی رہتا تھا۔ وہ بہت سست اور کاہل تھا۔ اسے اچھے اچھے کھانے کا بہت شوق تھا۔ ہر وقت اپنی حویلی کے کمرے میں پڑا رہتا تھا۔ اس کے سارے کام اس کے نوکر کرتے تھے۔ اس لیے رفتہ رفتہ اسے بیماریوں نے آگھیرا۔ کبھی پیٹ میں درد تو کبھی سر میں، کبھی بخار تو کبھی نزلہ۔ اس کے علاج کے لیے دور دور سے حکیم بلائے گئے۔ حکیموں نے اس کا بہت علاج کیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ امیر آدمی روز بروز موٹا ہوتا چلا گیا اور معدہ بھی خراب ہو گیا۔ یہاں تک کہ اب اس کے آگے طرح طرح کے مزے دار کھانے چنے

جاتے مگر اسے کوئی بھی کھانا اچھا نہ لگتا۔ کیوں کہ اسے نہ بھوک لگتی تھی اور رات کو نیند بھی نہ آتی تھی۔ اس لیے وہ اب زندگی سے بیزار ہو گیا۔ اس علاقے میں ایک بہت تجربہ کار حکیم رہتا تھا۔ جب اس نے امیر آدمی کی بیماری کا حال سنا تو اس کے پاس آیا۔ اس کی نبض دیکھی اور کچھ سوالات کئے۔ بہت سوچ بچار کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ امیر آدمی کی بیماری کا سبب صرف اس کی سستی، کاہلی اور روغنی غذائیں ہیں۔

حکیم سوچ رہا تھا کہ امیر آدمی کو کس طرح یقین دلایا جائے کہ اس کی بیماری، اس کا موٹاپا اور سستی ہے۔ بہت غور کرنے کے بعد اسے ایک تدبیر سوچی۔ حکیم دوسرے دن امیر آدمی کے پاس گیا اور اس سے کہا: آپ کا علاج آپ کی حویلی میں نہیں ہو سکتا۔ اس کے لیے گاؤں سے باہر ایک کمرہ بنوائے۔ اس میں آپ کا علاج کیا جائے گا۔ آپ بالکل تندرست ہو جائیں گے۔ امیر آدمی نے اپنے نوکروں کو گاؤں کے باہر ایک کمرہ بنوانے کا حکم دے دیا۔

کمرہ تیار ہو گیا۔ حکیم نے اس کے فرش پر آگ جلائی جب فرش خوب گرم ہو گیا تو اس نے امیر آدمی کو بلا بھیجا۔ وہ دو گھنٹوں کی بجگھی میں بیٹھ کر اس جگہ پہنچا۔ حکیم نے نوکروں کو واپس بھیج دیا۔ جب فرش خوب گرم ہو گیا تو اس نے امیر آدمی کو بلا بھیجا۔ وہ دو گھنٹوں کی بجگھی میں بیٹھ کر اس جگہ پہنچا۔ حکیم نے نوکروں کو واپس بھیج دیا۔ جب نوکر چلے گئے تو حکیم نے کمرے کا دروازہ کھولا اور امیر آدمی سے جوتے اتار کر اندر جانے کو کہا۔ جوں ہی وہ کمرے میں داخل ہوا حکیم نے فوراً کمرے کا دروازہ باہر سے بند کر دیا۔

امیر آدمی جب کمرے داخل ہوا تو اس نے شور مچانا شروع کر دیا۔ ”دروازہ کھولو! دروازہ کھولو! میرے پیر جل رہے ہیں۔“ مگر وہاں اس کی فریاد سننے والا کوئی نہ تھا۔ وہ زیادہ دیر تک فرش پر پیر نہیں رکھ سکتا تھا۔ اس لیے اس نے کمرے میں اچھلنا کودنا شروع کر دیا۔ وہ ایک پیر فرش پر رکھتا، دوسرا اٹھائے رکھتا، جلد ہی اسے دوسرا پیر بدلنا پڑتا۔ اس طرح کافی دیر تک وہ کمرے میں اچھلتا کودتا رہا۔ مسلسل اچھل کود کی وجہ سے وہ پسینے میں شرابور ہو گیا۔

امیر آدمی کے نوکر جب اسے لینے آئے اور انہوں نے کمرے کا دروازہ کھولا۔ دیکھا کہ امیر آدمی فرش پر پڑا ہوا ہے۔ انہوں نے اسے اٹھایا اور بجگھی میں بٹھا کر حویلی میں لے آئے۔ جب امیر آدمی کے حواس بجا ہوئے تو اس نے نوکروں کو سارا ماجرا سنایا اور کہا کہ حکیم جہاں بھی ملے اسے پکڑ لاؤ تا کہ اسے اس گستاخی کی سزا دی جائے۔

تھوڑی دیر کے بعد امیر آدمی کو بھوک لگنی شروع ہو گئی۔ اس نے کھانا منگا یا اور سیر ہو کر کھلایا۔ آج اسے کھانا بھی مزیدار معلوم ہوا۔ کھانا کھانے کے بعد وہ سو گیا۔ رات کو اسے اچھی طرح نیند آئی تو اس نے محسوس کیا کہ اس کے جسم میں کچھ چستی آگئی ہے۔ اب اس کی سمجھ میں آ گیا کہ حکیم کا اسے کمرے میں بند کرنے کا کیا مطلب تھا۔ اس دن سے اس نے سستی اور کاہلی چھوڑ کر کام کرنا شروع کر دیا اور تندرست رہنے لگا۔

ہمیں بھی چاہیے کہ ہم روزانہ صبح سویرے ورزش کریں۔ متوازن غذا کھائیں۔ جہاں تک ممکن ہو اپنا کام خود کریں تاکہ ہم تندرست رہیں۔

ایمانداری کا انعام

ایک بچہ اپنے امی ابو کے ساتھ سمندر کے کنارے پکنک منانے گیا۔ آپ بھی جاتے ہیں نا، پکنک منانے؟ بڑا مزہ آتا ہے ناں پکنک میں؟ وہاں خوب کھیلتے کودتے ہیں، خوب دوڑ لگاتے ہیں جو چیزیں ساتھ لے جاتے ہیں وہ وہاں بیٹھ کر کھاتے ہیں۔ گیند، بلا اور فٹ بال بھی لے جاتے ہیں، کرکٹ اور فٹ بال کھیلتے ہیں۔

وہ بچہ بھی اپنے ساتھ ایک گیند لے کر گیا تھا۔ اس نے تھوڑی دیر تو اپنے امی ابو کے ساتھ سیر کی۔ پھر ان سے اجازت لے کر اپنی گیند سے کھیلنے لگا۔ کبھی اسے اونچا اچھال کر کھیلتا اور کبھی اس سے فٹ بال کھیلتا۔ ایک دفعہ فٹ بال کی طرح کھیلتے کھیلتے اس کی گیند کنارے سے لڑھک کر پانی میں چلی گئی۔ پہلے تو اس نے سوچا کہ پانی میں اتر کر اپنی گیند نکال لائے مگر پھر اسے یاد آیا کہ اس کی امی نے اسے پانی میں اترنے سے منع کیا ہوا تھا۔ اچھے بچے تو اپنے امی ابو کا کہنا مانتے ہیں، وہ بھی اچھا بچہ تھا۔ اپنی امی کا کہنا مانتا تھا۔ اس کی امی نے پانی میں جانے سے منع کر دیا تھا۔ پھر وہ پانی میں کیسے جاتا۔ اس کے امی ابو سیر کرتے کرتے دور چلے گئے تھے۔ آس پاس اور کوئی آدمی بھی نہیں تھا جس سے کہہ کر اپنی گیند پانی سے نکلاوتا۔ سمندر کا پانی کبھی اچھلتا ہوا کنارے کے قریب آتا، کبھی دور چلا جاتا۔ جب قریب آتا تو گیند کنارے کے پاس آ جاتی، بچے کا دل چاہتا کہ ذرا آگے بڑھ کر گیند نکال لائے۔ مگر پھر رک جاتا کہ کہیں اس کا پیر نہ پھسل جائے اور وہ گر نہ جائے۔ آپ لوگ بھی پانی میں نہیں جاتے ہیں نا، اگر پانی میں جائیں اور پیر پھسل جائے تو ڈوب جائیں گے۔

تو بچو! وہ بچہ کنارے پر بیٹھا گیند کو آتے جاتے دیکھتا رہا۔ ایک دفعہ جو پانی آگے آ کر پیچھے گیا تو گیند بھی اس کے ساتھ دور چلی گئی۔ بہت ہی دور، اتنی دور کہ بچے کو نظر ہی نہ آنے لگی۔ وہ بچہ اداس ہو گیا، سوچنے لگا اب میں کاہے سے کھیلوں گا۔ مجھے گیند کون دے گا۔ مجھے گیند کون دے گا؟ اسے یاد آیا کہ اس کے ابو نے اس سے کہا تھا کہ ہمیں ساری چیزیں اللہ دیتا ہے۔ اس نے سوچا۔ سب چیزیں اللہ دیتا ہے تو گیند بھی اس سے مانگوں گا۔ وہ گیند بھی دے دے گا۔ بس اس نے بسم اللہ پڑھ کر اللہ سے گیند مانگی۔ مسلمان بچے تو اپنا کام بسم اللہ سے شروع کرتے ہیں۔ آپ لوگ بھی کھانا کھانے سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے ہیں اور ختم کر کے الحمد للہ پڑھتے ہیں نا! تو جو کام بسم اللہ پڑھ کر کیا جائے وہ اللہ کے حکم سے پورا ہو جاتا ہے۔ بچے نے بھی بسم اللہ پڑھ کے دعا مانگی کہ اے اللہ، میری گیند مجھے مل جائے۔ اے اللہ میری گیند مجھے مل جائے۔ اللہ تو سب کی دعا سنتا ہے اور سب کی دعا پوری کرتا ہے۔ اللہ نے اس بچے کی بھی دعا قبول کر لی اور اپنے ایک فرشتے کو دو گیندیں دے کر سمندر میں بھیج دیا۔ ان دو گیندوں میں ایک گیند سونے کی تھی اور ایک چاندی کی۔ فرشتے نے سمندر سے باہر آ کر بچے کو پہلے سلام کیا۔ پھر اسے پہلے چاندی کی گیند دکھائی اور پوچھا ”بچے کیا یہ تمہاری گیند ہے؟“ بچہ فرشتے کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس نے پہلے تو سلام کا جواب دیا۔ فرشتے نے کہا تھا ”اسلام علیکم!“ بچے کو اس کے استاد نے سکھایا تھا کہ کوئی اسلام علیکم کہے تو کہنا چاہیے ”و علیکم السلام ورحمۃ اللہ،“ اس نے وہی کہا۔ پھر ادب سے پوچھا ”آپ کون ہیں؟“ فرشتے نے جواب دیا: میں فرشتہ ہوں۔ تم نے اللہ سے دعا مانگی تھی نا کہ تمہیں تمہاری گیند مل جائے تو اللہ نے مجھے گیند دینے کو بھیجا ہے۔“ پھر فرشتے نے بچے کو چاندی کی گیند دکھا کر کہا ”کیا

یہ تمہاری گیند ہے؟“

چاندی کی گیند تو بچے کی گیند نہیں تھی مگر شیطان نے اس بچے کے دل میں آکر کہا ”ہاں“ کہہ دو چاندی کی گیند مل جائے گی، چاندی کی گیند بہت اچھی ہے، ایسی گیند کسی کے پاس بھی نہیں ہے۔“ بچہ سمجھ گیا کہ مجھے شیطان بہکار رہا ہے۔ اس نے لاجول پڑھ کر شیطان کو بھگا دیا اور سچ بولتے ہوئے کہا ”نہیں فرشتے یہ گیند میری نہیں“ فرشتہ یہ سن کر واپس سمندر میں چلا گیا اور جاتے جاتے کہہ گیا۔ بچے تم ابھی جانا مت، میں دوسری گیند لے کر آتا ہوں۔“ بچہ وہیں بیٹھ کر فرشتے کا انتظار کرنے لگا۔

تھوڑی دیر میں فرشتہ پھر سمندر سے نکلا اور کہا ”السلام علیکم ورحمۃ اللہ“ بچے نے جواب دیا: ”وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ“ بچو! اب کے فرشتہ ایک سونے کی گیند لایا تھا۔ اس نے وہ سونے کی گیند بچے کو دکھا کر کہا ”بچے کیا یہ سونے کی گیند تمہاری ہے؟“ شیطان پھر بچے کے دل میں آیا اور اس سے کہا ”تم جھوٹ موٹ کہہ دو کہ ہاں یہ گیند میری ہے۔ سونا تو بہت مہنگا ہوتا ہے۔ تم فرشتے سے یہ گیند لے لو۔ سونا تو بہت مہنگا ہوتا ہے۔ گیند بچ کر بہت سے کھلونے اور ڈھیر ساری اور چیزیں خرید لینا۔“

بچہ پھر سمجھ گیا کہ یہ شیطان ہے جو مجھے بہکار رہا ہے۔ مجھ سے جھوٹ بلوا رہا ہے۔ میں کیوں جھوٹ بولوں میں تو سچ بولوں گا۔ بس اپنی ربر کی گیندوں کا۔ اللہ چاہے گا تو مجھے خود چاندی اور سونے کی گیندیں دے دے گا۔ اس نے شیطان کی بات اپنے دل سے نکال دی اور لاجول پڑھ کر شیطان کو بھگا دیا اور فرشتے سے کہا ”یہ سونے کی گیند بھی میری نہیں ہے۔“ میری گیند تو ربر کی ہے۔ مجھے تو وہ لادو۔“ فرشتے نے کہا: ”اچھا میں ابھی واپس آتا ہوں۔ تم یہیں کھڑے رہنا“ یہ کہہ کر فرشتہ واپس سمندر میں چلا گیا۔ بچہ وہیں کھڑا ہوا، فرشتے کا انتظار کرتا رہا۔ وہ سمجھ گیا کہ اب کے فرشتہ اس کی گیند کو ڈھونڈ کر لائے گا۔ اسے پتہ تھا کہ فرشتہ تو ہر جگہ جاسکتے ہیں۔ تو بچو! ایسا ہی ہوا۔ تھوڑی دیر میں وہ فرشتہ واپس آ گیا۔ اب اسکے ہاتھ میں ربر کی گیند تھی۔ دوسرے میں سونے اور چاندی کی گیندیں۔ اس نے بچے کو ربر کی گیند دکھا کر کہا: ”بچے کیا یہ ہی تمہاری گیند ہے؟“

بچے نے کہا: ہاں یہی میری گیند ہے۔ لاؤ مجھے دے دو۔ شکر یہ!“

فرشتے نے ربر کی گیند اسے دیتے ہوئے کہا ”یہ لو تمہاری گیند“ پھر سونے اور چاندی کی گیندیں بھی اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا: ”اور یہ لو اپنے سچ بولنے کا انعام۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے کہا تھا کہ جاؤ بچے کو پہلے چاندی اور سونے کی گیندیں دکھانا، اگر وہ جھوٹ بولے تو ایک بھی گیند اسے مت دینا اور سچ بولے تو تینوں گیندیں اسے دے دینا۔ تو یہ چاندی اور سونے کی گیندیں اللہ کی طرف سے تمہارے سچ بولنے کا انعام ہیں۔ اگر تم شیطان کے بہکار دے میں آکر سونے اور چاندی کی گیندوں کو اپنا کہہ دیتے تو تمہیں ایک بھی گیند نہیں ملتی۔ مگر تم نے شیطان کا کہنا نہیں مانا اور سچ بولے تو تمہیں سچ بولنے کے انعام میں یہ سونے اور چاندی کی گیندیں بھی مل گئیں۔“ جب فرشتہ بچے کو گیندیں دے کر واپس سمندر میں چلا گیا تو بچے کے امی ابو بھی آگئے۔ بچے نے انھیں خوشی خوشی تینوں گیندیں دکھائیں اور سارا قصہ سنایا تو وہ بھی بہت خوش ہوئے اور پھر تینوں خوشی خوشی واپس گھر کو لوٹے۔

جلد بازی کا انجام

کسی زمانے کی بات ہے کہ ایک گاؤں میں اشرف نام کا ایک آدمی رہتا تھا۔ اشرف کا ایک لڑکا تھا جو بہت خوب صورت تھا۔ اشرف اس سے بہت پیار کرتا تھا۔ ایک دن اشرف کی بیوی کو کسی کام سے باہر جاتا پڑا۔ اس نے اپنے شوہر سے کہا بچے کا خیال رکھنا میں ابھی آتی ہوں۔ کچھ ہی دیر بعد بادشاہ کا وزیر اشرف کو بلائے آگیا۔ اشرف بچے کو بستر پر سلا کر وزیر کے ساتھ چلا گیا۔

اشرف کے گھر میں ایک پالتو نیولا تھا۔ نیولا بچے کے قریب بیٹھا ہوا تھا۔ اچانک ایک طرف سے سانپ نکل آیا۔ سانپ بچے کی طرف بڑھنے لگا۔ نیولا یہ دیکھ کر فوری سانپ پر چھٹا۔ سانپ اور نیولے میں دیر تک مقابلہ ہوا۔ آخر میں نیولے نے سانپ کو ختم کر دیا اور نیولے کا منہ سانپ کے خون سے لال ہو گیا۔

اشرف جب گھر لوٹا تو نیولا دوڑ کر اس کے پاس گیا اور اپنے پچھلے دونوں پاؤں پر کھڑا ہو گیا۔ نیولا اشرف کو بتانا چاہتا تھا کہ میں نے سانپ کو مار دیا ہے۔ اشرف نیولے کے منہ پر خون دیکھ کر پریشان ہو گیا۔ اور آپے سے باہر ہو کر جلد بازی میں لاٹھی سے نیولے کو مار ڈالا۔ جب اشرف کمرہ میں داخل ہوا تو اسے پتہ چلا کہ نیولے نے دراصل سانپ کا مقابلہ کیا اور اسے مار ڈالا۔ اس طرح سے نیولے نے اشرف کے بچے کی حفاظت کی۔ یہ جان کر اشرف بہت غمگین اور رنجیدہ ہوا۔ اسے اپنی جلد بازی میں کئے گئے فیصلہ پر بہت پچھتاوا ہوا کہ اس نے اپنے بے گناہ نیولے کو مار ڈالا۔

بچو! جلد بازی کا کام ہمیشہ شیطان کا ہوتا ہے۔ جلد بازی سے ہمیں نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔

احسان فراموش

حکایت: ایک دوست کا دوسرے دوست کے احسانات بھول کر اس سے برا سلوک کرنا پرانے زمانے کی بات ہے، ایک دیہاتی کی ایک شہری سے بہت اچھی دوستی ہوگئی، شہری کا نام فیصل اور دیہاتی کا نام فہد تھا۔ دیہاتی جب بھی شہر آتا تو فیصل کے گھر پر مہمان ٹہرتا تھا، فیصل کے دسترخوان پر لڈیو اور عمدہ عمدہ کھانے ہوتے تھے جو فہد کو بہت پسند تھے۔ چنانچہ وہ کئی مہینے فیصل کا مہمان بن کر رہتا اور مزے سے اپنا وقت گزارتا۔

فیصل ایک مہمان نواز شخص تھا۔ وہ مہمان کو اپنے لیے اللہ کی رحمت سمجھتا اور اس کی ہر طرح خدمت کرتا تھا۔ اس نے کبھی بھی اس

سے بیزاری کا

اظہار نہ کیا۔ کبھی کبھی وہ اس کی مالی امداد بھی کر دیا کرتا تھا۔ ایک دن فہد نے فیصل سے کہا۔

”فیصل بھائی! آپ لوگ میرے گاؤں کیوں نہیں آتے؟“

”بھائی آپ دیکھ رہے ہیں کہ میں کتنا مصروف آدمی ہوں، مجھے کام بہت ہوتا ہے۔“ فیصل نے مسکرا کر جواب دیا۔

فہد نے کہا ”میں کچھ نہیں جانتا، آپ مہربانی کر کے تھوڑا سا وقت نکالیں اور اپنے بچوں کے ساتھ ہمارے گاؤں آئیں، کیونکہ آج کل بہار کا موسم ہے اور اس موسم میں گاؤں کے کھیت لہلہانے لگتے ہیں۔ باغات پر فضا اور ہرے بھرے ہو جاتے ہیں جبکہ درخت پھولوں اور پھلوں سے بہت خوبصورت معلوم ہوتے ہیں آپ اسی موسم میں آئیں تاکہ میں بھی آپ کی خدمت کر سکوں اور آپ بھی لطف اندوز ہو سکیں۔“

”اچھا دوست، میں ضرور کوشش کروں گا۔“ فیصل نے اسے ٹالنے کے انداز میں کہا۔

”فیصل بھائی! آپ کم از کم دو سے تین ماہ کے لیے آئیں تاکہ زیادہ سے زیادہ لطف اندوز ہو سکیں۔“

فہد نے اصرار کیا تو فیصل نے کہا ”ہم ضرور آئیں گے۔“

فہد کی فیصل کے بچوں سے بھی بے تکلفی تھی۔ جو اسے چاچا فہد کہتے تھے۔ اس نے بچوں سے بھی کہا۔

”پیارے بچو! آپ لوگ اپنے ابو کے ساتھ ایک بار گاؤں ضرور آئیں۔ آپ سب کو باغات کی سیر کر کے بہت خوشی محسوس

ہوگی۔“

فہد جب بھی شہر آتا تو ہر بار فیصل کو اپنے گاؤں آنے کی دعوت دیتا۔ فیصل ایک شریف اور نیک انسان تھا، وہ کسی کا دل توڑنا اچھا نہیں سمجھتا تھا اس لیے وہ ہر بار کسی نہ کسی بہانے سے ٹال دیتا تھا۔ ایک بار فہد نے اصرار کیا تو فیصل نے بہانہ بناتے ہوئے کہا۔ ”معاف

کرنا دوست! میں ان گرمیوں میں نہیں آ سکتا کیونکہ ایران سے میرے کچھ خاص مہمان آنے والے ہیں۔“

فہد پھر شہر آیا اور دو تین ماہ تک فیصل کا مہمان بنا رہا۔ پھر جاتے وقت فیصل سے کہنے لگا۔

”جناب فیصل صاحب! آئندہ سال آپ اپنے بچوں کے ساتھ ہمارے گاؤں ضرور آئیے گا۔“

”دوست میں پکا وعدہ نہیں کرتا۔ اگر ضروری کاموں سے فارغ ہو گیا تو ضرور آؤں گا۔“ فیصل نے جواب دیا۔

فہد کے بہت زیادہ اصرار کے باوجود فیصل اسکے گاؤں جانے سے گریز کرتا رہا جبکہ فہد ہر سال شہر آتا، فیصل کے گھر ٹھہرتا اور مزے سے رہتا۔ اس بار بھی فیصل نے فہد کو تین مہینے اپنا مہمان رکھا۔ خوب خاطر مدارت کی اور ہمیشہ کی طرح بڑے خلوص اور محبت سے مہمان نوازی کر کے اسے رخصت کرنے لگا۔

اس بار ذرا شرماتے ہوئے فہد نے فیصل سے کہا۔

”جناب! آخر آپ مجھے کب تک ٹالتے رہیں گے۔ میں تو آپ کی آمد کا بے چینی سے انتظار کر رہا ہوں لیکن آپ کبھی آتے ہی

نہیں۔“

”پیارے دوست! میں آنا تو چاہتا ہوں لیکن ہر کام میں اللہ کی مرضی ہوتی ہے۔ جب اللہ چاہے تو میں آپ کے گاؤں ضرور آؤں گا۔“ فیصل نے فہد کے جواب میں کہا۔ فہد نے فیصل کو قسمیں دیں اور کہا۔ ”اے مہربان دوست! اس بار اپنے بچوں کے ساتھ گاؤں ضرور آئیں اور وہاں کی سیر کا لطف اٹھا کر دیکھیں۔“

پھر اس نے فیصل کا ہاتھ تھام کر اس سے تین بار وعدہ لیا کہ اس سال ضرور آئیں اور مجھے بھی میزبانی کا شرف بخشیں۔ ایک دن فیصل اپنے بیوی بچوں کے ساتھ گھر میں بیٹھا تھا کہ بچے کہنے لگے۔ ”اباجان! ہم چچا فہد کے گاؤں جانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کئی بار ہمیں گاؤں آنے کی دعوت بھی دی ہے۔ لہذا آپ انکا دل نہ توڑیں اور ہم سب کون کے گاؤں ضرور جانا چاہیے۔“ بچوں کی بات سن کر فیصل نے کہا۔ ”بھئی یہ بات تو سچ ہے کہ فہد نے ہمیں کئی بار گاؤں آنے کی دعوت دی ہے لیکن کسی عقلمند کا قول ہے کہ جس پر احسان کرو اس سے دور رہو۔“

فہد بچوں کے سامنے اپنے گاؤں کا ایسا خوبصورت منظر پیش کر کے گیا تھا کہ بچوں نے اباجان سے بہت ضد کی کہ ہم گاؤں ضرور جائیں گے۔ لہذا فیصل کو بچوں کی ضد کے سامنے ہار مانی پڑی۔

”اچھا بھئی! تم لوگ تیاری کر لو۔ ہم کل صبح گاؤں کے لیے روانہ ہو جائیں گے۔“ فیصل نے بچوں سے کہا۔ یہ سن کر بچے خوشی سے جھوم اٹھے۔ وہ انتہائی خوش ہوئے کہ گاؤں جا کر خوب سیر و تفریح کریں گے۔ جنگل میں کھیلیں گے، باغوں میں جھولا جھولیں گے، تازہ پھل کھائیں گے اور موسم سے لطف اندوز ہوں گے۔

فیصل نے سفر کی تیاری کی اور اگلے دن وہ اور اس کے بیوی بچے گاؤں کے سفر پر روانہ ہو گئے۔ اس زمانے میں سواریاں نہیں ہوتی تھیں۔ بچے خوشی سے راستہ طے کر رہے تھے کہ انکے چچا فہد نے انہیں اپنے گاؤں بلایا ہے۔ اب سردیوں سے گرمیوں تک ہم وہاں رہیں گے اور مزے کریں گے۔

فیصل اور اس کے بیوی بچوں کا قافلہ رات دن سفر کرتا رہا۔ بچے ہنستے کھیلتے فاصلہ طے کر رہے تھے اور گاؤں کے بارے میں سوچ کر خوش ہو رہے تھے۔

آخر کار مہینہ بھر کا سفر کرنے کے بعد یہ تھکا ہارا قافلہ راستے کی دشواریاں برداشت کر کے گاؤں پہنچا، جہاں فہد رہتا تھا۔ فہد نے انہیں دور سے دیکھا تو بالکل انجان بن کر گھر کے پچھلے دروازے سے باہر نکل گیا، کیونکہ وہ فیصل اور اس کے بیوی بچوں کی مہمان داری سے بچنا چاہتا تھا۔

فیصل نے ایک آدمی سے پوچھا۔ ”بھائی فہد کا گھر کونسا ہے؟“

”آپ لوگ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں؟“ اس آدمی نے سوال کیا۔

”میرا نام فیصل ہے اور ہم شہر سے آئے ہیں۔ فہد میرا بہت اچھا دوست ہے۔ ہم اس سے ملنا چاہتے ہیں۔“

اس آدمی نے انہیں ساتھ لیا اور ایک طرف چل دیا۔ وہ ایک مکان کے دروازے پر پہنچا اور بولا۔

”جناب! یہ ہے فہد کا گھر۔“

فیصل نے مکان کے دروازے پر دستک دی۔ اندر سے فہد کی بیوی نے باہر جھانکا۔ اس نے فیصل اور اس کے بچوں کو دیکھا اور پوچھا۔ ”آپ لوگ کون ہیں اور کس سے ملنا ہے؟“

”میں فہد کا دوست فیصل ہوں اور اس نے ہمیں گاؤں آنے کی دعوت دی تھی۔“ فیصل نے کہا۔

”فہد گھر میں نہیں، وہ ابھی شہر چلا گیا ہے اور میں آپ کو نہیں جانتی۔ فہد کہہ کر گیا ہے کہ کسی اجنبی کو گھر میں داخل نہ ہونے دینا۔ لہذا میں آپ لوگوں کے لیے دروازہ نہیں کھول سکتی۔“ فہد کی بیوی نے اندر سے جواب دیا۔

یہ سن کر فیصل غصہ سے آگ بگولا ہو گیا۔ لیکن اب غصہ کرنا بالکل بے کار تھا۔ پچھتانی سے کیا ہو سکتا تھا اور وہاں کوئی اور ان کا جاننے والا بھی نہیں تھا۔ مجبوراً فیصل اور اس کے بیوی بچوں نے فہد کے گھر کے باہر ہی ڈیرہ ڈال دیا۔ کچھ دیر بعد فہد آتا دکھائی دیا۔ لیکن وہ ان کے لیے بالکل اجنبی بن گیا اور انہیں پہچاننے سے صاف انکار کرتے ہوئے خاموشی سے اپنے گھر میں چلا گیا۔

چنانچہ وہ لوگ فہد کے گھر کے سامنے ٹھہرے رہے اور بے چارے رات بھر سخت سردی میں ٹھہرتے رہے۔ وہ یہاں سفر کی تھکاوٹ کے سبب نہیں ٹھہرے تھے۔ اصل میں مجبوری یہ تھی کہ ان کے سارے پیسے ختم ہو گئے تھے اور وہ اس لیے پریشان تھے کہ اب کیا کریں، کہاں جائیں۔

فیصل بے چارہ دور سے فہد کو دیکھتا تو کہتا۔ ”فہد میں تمہارا وہی پرانا دوست ہوں جس کے پاس تم شہر میں رہتے تھے اور تمہارے بار بار اصرار پر میں تمہارے پاس آیا ہوں۔“

فہد بڑی بے رخی سے جواب دیتا۔ ”میں تمہیں نہیں جانتا۔ میں اپنے کام میں اتنا مصروف رہتا ہوں کہ مجھے اپنی خبر نہیں ہوتی۔“ فیصل اپنے احسانات جتنا نہیں چاہ رہا تھا لیکن اب وہ گاؤں آچکا تھا، لہذا اب مجبوری تھی۔

وہ فہد سے کہتا ”فہد میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ تم مجھ سے اتنی بے رخی سے کیوں پیش آرہے ہو اور تمہارا رویہ اتنی اجنبیت لیے ہوئے کیوں ہے؟ میں نے کبھی تمہارے ساتھ کوئی برائی نہیں کی۔ میں تو وہی ہوں جس کے ہاں تم تین تین ماہ قیام کیا کرتے تھے۔ جس کے دسترخوان پر تم بیٹ بھر کر کھانا کھاتے تھے۔ ہماری مہمان نوازی کو تو ہر کوئی جانتا ہے۔ میں نے ہمیشہ تمہارے ساتھ بھائیوں جیسا سلوک کیا ہے اور تمہاری ہر ضرورت پوری کرنے کی کوشش کی ہے۔“ فیصل نے اپنی خدمات اسے جتانیں۔

لیکن فہد جواب میں یہی کہتا ”تم جھوٹ بول رہے ہو، میں تمہیں نہیں جانتا، نہ ہی مجھے تمہاری مہمان نوازی کی خبر ہے۔“ ان لوگوں کو وہاں رہتے ہوئے دو دن گزر گئے، رات کو آسمان پر گھٹا چھاگئی اور دیکھتے ہی دیکھتے موسلا دھار بارش شروع ہوگئی۔ سردیوں کے دن تھے۔ بارش اور سردی فیصل اور اس کے بچوں کے لیے ناقابل برداشت ہوگئی۔ مجبوراً ہو کر فیصل نے فہد کے دروازہ پر دستک دی۔

”کیا ہے؟“ فہد کے نوکر نے دروازہ کھول کر غصہ سے پوچھا۔

”اپنے مالک کو بلاؤ۔“ فیصل نے نوکر سے کہا۔

نوکر نے ایسا کرنے سے انکار کیا تو فیصل نے اس کی بہت منتیں کیں۔ تب اس نے اندر جا کر فہد سے کہا تو وہ ظالم دروازہ پر آیا۔
”آخر تم کیا چاہتے ہو اجنبی؟“ فہد نے غصے بھرے لہجے میں پوچھا۔

فیصل کہنے لگا۔ ”فہد میں تم پر کوئی احسان نہیں جتا رہا ہوں۔ جو کچھ سمجھتا تھا وہ میری بے وقوفی تھی لیکن اب باہر سردی بہت ہے اور بارش بھی ہو رہی ہے۔ مجھے اپنے مکان کا ایک گوشہ بارش سے بچنے کے لیے دے دو۔ میرے چھوٹے چھوٹے بچے بارش اور سردی میں پریشان ہو رہے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا اچھا صلہ دے گا۔“

ظالم انسان نے کہا۔ ”اچھا جس جگہ میرا مالی رہتا ہے اور بھیڑیوں سے میرے مویشیوں کی حفاظت کرتا ہے، صرف وہ جگہ تمہیں مل سکتی ہے۔“

”ٹھیک ہے وہی دے دو۔ ہمیں تو بارش سے بچنا ہے۔“ فیصل نے کہا۔

”لیکن میں تمہیں تیرا مکان دے دیتا ہوں تاکہ اگر کوئی بھیڑیا آئے تو تم اس کو ہلاک کر دو۔ اگر تم یہ خدمت انجام دو تو وہ جگہ تمہیں دے سکتا ہوں ورنہ یہاں سے کہیں اور جاؤ“ فہد بولا۔

فیصل نے کہا۔ ”میں اپنے بچوں کی خاطر ایسی سو خدمات بھی انجام دینے کو تیار ہوں۔ تم وہ تیرا مکان مجھے دے دو تاکہ میں تمہارے مویشیوں کی حفاظت کر سکوں۔ اگر مجھے بھیڑیے کی آواز سنائی دی تو میں اس کی آواز پر تیرا مار دوں گا۔“

آخر کار فیصل اور فہد کے درمیان اس شرط پر معاملہ طے ہو گیا۔ فہد کے باغ کے کونے میں ایک چھوٹا سا کمرہ خالی تھا۔ فہد کی اجازت ملنے پر فیصل اپنے بیوی بچوں کو لے کر وہاں چلا گیا۔ وہ جگہ بہت چھوٹی تھی۔ اتنے سارے لوگوں کا وہاں رہنا مشکل تھا۔ بہر حال بارش سے بچنا بھی ضروری تھا۔ لہذا انہوں نے وقتی طور پر حالات سے سمجھوتہ کر لیا۔

رات بھر وہ لوگ اپنی نادانی پر پچھتاتے رہے اور کہتے رہے یا اللہ! ”جو دنیا میں دوستی، ہمدردی، شرافت اور مہربانی کا سلوک کرتا ہے کیا دنیا والے اس کو یہی صلہ دیتے ہیں؟“

فیصل ہاتھ میں تیرا مکان لیے پہرہ دیتا رہا اور بارش رک گئی۔ بارش کے بعد چھڑ نکل آئے جو اسے بار بار کاٹ رہے تھے لیکن بھیڑیے کے آجانے کے خوف سے وہ بہت مستعد ہو کر پہرہ دے رہا تھا۔ کیونکہ خدشہ تھا کہ کہیں بھیڑیا آ کر مویشیوں کو نقصان نہ پہنچا دے اور وہ ظالم اگر اسکی توہین نہ کر دے۔

فیصل دل ہی دل میں بری طرح پچھتا رہا تھا کہ فہد کی دعوت پر وہ بچوں کو گاؤں کیوں لے آیا۔ تھکاوٹ کی وجہ سے اسے نیند بھی آرہی تھی لیکن وہ برابر جاگتا رہا اور مویشیوں کی دیکھ بھال کرتا رہا۔

اتفاق سے آدھی رات کے بعد بھیڑیے کی شکل کا ایک جانور درختوں کے پیچھے سے آتا ہوا دکھائی دیا۔ اسے دیکھتے ہی فیصل سمجھا

کہ بھیڑ یا آگیا۔ اس نے فوراً تیرکمان سنبھالا اور تک کر ایسا نشانہ لگایا کہ وہ تیر سیدھا جانور کو جا لگا اور وہ وہیں الٹ کر گر پڑا۔ جانور گر اس کی چیخ نکل گئی۔ چیخ کی آواز فہد نے بھی سن لی۔ فہد خود وہیں سے ”ہائے ہائے“ کر کے شور مچانے لگا۔ فیصل نے پوچھا ”کیا ہوا؟“

”ارے نامعقول، بے وقوف، یہ تو میرا بچھڑا تھا۔“ ہائے ہائے“ تو نے میرے بچھڑے کو مار ڈالا۔“ فہد چلا یا۔

فیصل نے کہا۔ ”نہیں وہ بھیڑ یا تھا جو تمہارے مویشیوں کا شکار کرنے آیا تھا۔“

”بالکل نہیں، میں اس کی آواز خوب پہچانتا ہوں۔ ارے بے وقوف، تو نے میرے بچھڑے کو ہلاک کر دیا۔“

فہد نے غصہ سے کہا تو فیصل نے جواب دیا۔ ”اچھی طرح دیکھ لو کیونکہ رات کے اندھیرے میں کوئی چیز صاف نظر نہیں آتی۔ ہو سکتا ہے تمہیں غلط نظر آیا ہو۔ بے شک رات کی تاریکی ہی سہی۔ لیکن میں اپنے جانور کی ہر آواز کو اچھی طرح پہچانتا ہوں، میرے لیے دن اور رات کو کوئی معنی نہیں رکھتے۔“ فہد نے غضبناک ہو کر کہا۔

تب فیصل نے بھی غصہ میں فہد سے کہا۔ ”مکار اور ظالم آدمی! تم نے میرے ساتھ بڑا فریب اور دھوکہ کیا ہے۔ جب تو اس اندھیرے میں اپنے بچھڑے کی آواز کو پہچان سکتا ہے تو دس برس پرانے دوست کو کیسے نہیں پہچان سکتا۔ میں نے تیرے جیسا مگڑ، دغا باز اور احسان فراموش شخص نہیں دیکھا۔ تو دعویٰ کرتا ہے کہ تو اللہ کا عبادت گزار بندہ ہے۔ لیکن آج اللہ تعالیٰ نے تیرے فریب کا پردہ چاک کر دیا ہے۔ یاد رکھ! اللہ تعالیٰ تجھ جیسے دھوکہ بازوں اور احسان فراموشوں کو کبھی معاف نہیں کرتا۔“

فیصل کی بات سب کو فہد کا سر شرم سے جھک گیا اور وہ اس کے قدموں میں گر کر معافی مانگنے لگا۔

سبق:۔ کسی پر احسان یا کسی کے ساتھ نیکی کرنا بہت اچھی بات ہے لیکن انسان کو احسان کا بدلہ احسان سے چکانا چاہیے۔ اگر کوئی تمہارے ساتھ نیکی اور اچھا سلوک کرے تو تم بھی اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرو تا کہ اللہ تعالیٰ راضی ہے۔



پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

دنیا میں ہم بہت سے لوگوں سے محبت کرتے ہیں۔ بھائی بہنوں سے پیار کرتے ہیں۔ بہنیں بھائیوں پر جان قربان کرتی ہیں۔ اولاد، ماں باپ سے محبت کرتی ہیں اور ماں باپ اولاد کو دل و جان سے عزیز رکھتے ہیں۔ دوست، یار، عزیز رشتے دار سب ایک دوسرے کو چاہتے ہیں۔ لیکن ایک ذات ایسی بھی ہے جسے ہم سب سے زیادہ چاہتے ہیں۔ لیکن وہ ذات ہے ہمارے نبی کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پیارا نام جوں ہی زبان پر آتا ہے، ہماری نگاہیں ادب سے جھک جاتی ہیں۔ ہمارے دل کو سورا حاصل ہوتا ہے۔ زبان پر درود و سلام جاری ہو جاتا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اس نام میں ہمیں دنیا جہاں کی دولت مل گئی ہو۔ کتنی برکت ہے ان کے نام میں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پیارے رسول ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں کے آخر میں آئے اور سب کے سردار ہوئے۔ آپ دنیا کے سب سے عظیم انسان ہیں۔ خدا کے بعد آپ کا رتبہ سب سے بلند ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار خوبیاں عطا کی تھیں۔ آپ ایسے سچے تھے کہ دشمن بھی آپ کی سچائی کی تعریف کرتے تھے۔ آپ ایسے امین تھے کہ کافر بھی اپنی قیمتی چیزیں آپ کے پاس امانت رکھتے تھے۔ آپ دوست دشمن سب کے لیے رحمت بن کر آئے، پوری دنیا کے لیے رحمت۔ حتیٰ کہ کافر آپ کو ستاتے تو آپ انہیں دے دیتے۔ لوگ آپ کو پتھر مارتے اور لہو لہاں کر دیتے لیکن آپ ان کو معاف کر دیتے۔

ہمارے پیارے نبی بچوں سے بہت محبت کرتے تھے۔ آپ بچوں سے ملتے تو بہت خوش ہوتے۔ انہیں گود میں اٹھا لیتے خوب پیار کرتے، کبھی کا ندھے پر بٹھاتے۔ سواری پر ہوتے تو بچوں کو بھی ساتھ بٹھا لیتے۔ کھانا تقسیم ہوتا تو بچوں کو سب سے پہلے دیتے۔ بچوں کے ساتھ سلام میں پہل کرتے۔ ان کی تربیت کا بہت خیال رکھتے، اپنے ساتھ نماز پڑھواتے، وضو کا طریقہ بتاتے۔ اگر کوئی بچہ بغیر اجازت گھر میں داخل ہوتا تو آپ نرمی سے اس کا ہاتھ پکڑ لیتے اور فرماتے ”بیٹے! تم باہر جا کر پہلے اجازت لو، پھر اندر آؤ۔“ اگر کوئی بچہ بسم اللہ کے بغیر کھانا شروع کر دیتا تو آپ نرمی سے اس کا ہاتھ پکڑ لیتے اور فرماتے ”بیٹے! کھانا شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ ضرور پڑھ لیا کرو۔“ یہ حضور کے پیر اور تربیت ہی کا اجر تھا کہ ہر بچہ اسلام کا جاں نثار سپاہی تھا اور حضور سے اپنی جان سے زیادہ محبت کرتا تھا۔

حضور کو کمزوروں اور غریبوں سے بڑی محبت تھی۔ آپ یتیموں پر شفقت فرماتے تھے۔ آپ کے پاس اپنی ضرورت سے زیادہ جو کچھ ہوتا، وہ غریبوں میں تقسیم کر دیتے، بلکہ خود بھوکے رہ کر بھی حاجت مندوں کو کھانا کھلاتے۔ آپ کا فرمان ہے ”سب انسان برابر ہیں۔ امیر ہو یا غریب گورا ہو یا کالا، خدا کے ہاں عزت والا وہ ہے جو نیک اور پرہیزگار ہے۔“

نبی کریم صرف انسانوں ہی مہربان نہ تھے، جانوروں پر بھی رحم فرماتے تھے۔ آپ کبھی کمزور اور تھکے ماندے جانور پر سوار نہ

ہوتے۔ آپ ہمیشہ نصیحت فرماتے کہ ”جانوروں کو پیٹ بھر کھلاؤ، ان پر زیادہ بوجھ نہ لادو“۔

حضور صفائی کا ہمیشہ خیال رکھتے تھے۔ آپ کا لباس سادہ اور صاف ستھرا ہوتا۔ آپ اپنے دانتوں کو باقاعدگی سے صاف کرتے تھے۔ اپنے گھر اور مسجد کو ہمیشہ صاف رکھتے تھے۔ آپ کو صفائی بے حد عزیز تھی۔ آپ کی زندگی بہت سادہ تھی۔ آپ نے ہمیشہ سادہ غذا کھائی اور معمولی لباس پہنا۔ آپ اپنا ہر کام اپنے ہاتھ سے کرتے تھے، اپنے جوتے خود مرمت کرتے، اپنے کپڑوں کو خود پیوند لگاتے، بکری کا دودھ دوہتے، صحن کی صفائی کرتے، پتھر اٹھاتے، پانی لاتے، گارا ڈھوتے اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر سخت سے سخت محنت کا کام بھی بڑے شوق سے کرتے تھے۔ آپ خود بھی محنت کرتے تھے اور دوسروں کو بھی محنت کا سبق دیتے تھے۔ آپ کا ارشاد ہے: ”ہاتھ سے کام کرنے والا اللہ کا دوست ہے۔“

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے حبیب تھے۔ آپ کو اللہ سے بے حد محبت تھی۔ آپ اپنا زیادہ وقت عبادت میں گزارتے تھے۔ ہر وقت خدا کی یاد میں مصروف رہتے۔ آپ نے اپنی تمام زندگی اللہ کا نام بلند کرنے میں گزاری۔ آپ پر اور آپ کی آل پر لاکھوں رو دو سلام۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عفو و درگزر

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم دعا کرو تو اس طرح کرو ”اے اللہ! بیشک تو بڑا معاف کرنے والا ہے نہایت کرم والا ہے۔ معاف کرنا تجھے چہند ہے۔ بس اے عیبوں سے چشم پوشی فرمانے والے! تو مجھے معاف فرما دے۔“ مسلمانوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادتی کرنے والے کو معاف کر دینے کی جو تاکید فرمائی، اس کا اپنی زندگی میں وہ نمونہ پیش کیا جو قیامت تک بنی نوع انسان کے لیے مثال بن گیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی لوگوں پر رحمت و شفقت فرماتے اور قصوروں کو معاف فرماتے گزری۔ پھر یہ سلوک صرف مسلمانوں ہی تک محدود نہ تھا بلکہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم عفو و درگزر ہی کا معاملہ فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ ایسے موقعوں پر بھی کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے ان کی زیادتیوں کا پورا پورا بدلہ لے سکتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں معاف فرما دیا کرتے تھے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مشرکین مکہ کو بتوں کو چھوڑ کر صرف ایک اللہ کی عبادت کی طرف بلایا تو انھیں یہ بات سخت ناگوار گزری۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کے دشمن ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچانے لگے۔ ایک بڑھیا کا دستور تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اس کے گھر کے قریب سے گزرتے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوڑا کرکٹ پھینکنے کی گستاخی

کرتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے برا بھلا نہ کیا اور نہ کبھی بددعا دی۔ ایک دن اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوڑا کرٹ نہ پھینکا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بڑھیا کے بارے میں لوگوں سے دریافت کیا۔ پتا چلا کہ وہ بیمار ہے۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے رہا نہ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے گھر گئے اور اس کی عیادت کی اور جب تک وہ بیمار رہی اس کی دودار کرتے رہے۔ بڑھیا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حسن اخلاق کا اتنا اثر ہوا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئی۔

کفار کی دشمنی کی حد یہ تھی کہ حرم شریف میں بھی، جہاں بدترین دشمن کو بھی کچھ نہ کیا جاتا تھا، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں بھی ستانے سے گریز نہیں کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک دشمن نے ایک بار نماز کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک میں چادر ڈال کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے دردی سے گھسیٹا۔ ایک اور موقع پر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں تھے، اس نے اونٹ کی اوجھلا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک پر رکھ دی۔ اس کی ان سب ذلیل حرکتوں کے باوجود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بددعا دی نہ اس سے انتقام لیا۔

ایک بار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے اکیلے آرام فرما رہے تھے کہ ایک کافر موقع پر کرننگی رلوار لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر آکھڑا ہوا اور لکا کر بولا ”بتا اب تجھے مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت اطمینان سے فرمایا: ”میرا اللہ!“ یہ سن کر کافر پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی تلوار اٹھائی اور اس سے پوچھا۔ ”اب تو بتا، تجھے مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟“ یہ سن کر وہ خوف سے کانپنے لگا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معافی مانگنے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرماتے ہوئے اسے معاف کر دیا۔

اسی طرح جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار تبلیغ دین کے لیے مکہ کے پاس طائف نام کی ایک بستی میں تشریف لے گئے تو وہاں کے سرداروں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ماننے کے بجائے آوارہ لڑکے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے لگا دیے۔ اُن لڑکوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس قدر پتھر برسائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہولہولہاں ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین مبارک خون میں تپت ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان ظالموں کے لیے بددعا کریں۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف یہ کہ بددعا نہ دی بلکہ ان کی ہدایت کے لیے دعا فرمائی۔ اتنے میں اللہ کی طرف سے ایک فرشتہ حاضر ہوا اور کیا: ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت دیں تو اس بستی کے لوگوں کو پہاڑوں کے درمیان پیس دیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، میں اللہ سے امید کرتا ہوں کہ اللہ ان کی نسل میں ایسے لوگ پیدا کرے گا جو صرف وحده لا شریک لہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غنودرگزر کی ایک اور مثال وہ واقعہ بھی ہے جب مکہ فتح ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ماتح کی حیثیت سے مکہ میں داخل ہوئے تو وہ لوگ جنھوں نے قیام مکہ کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو شدید ترین

اذیتیں دی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے درپے ہو گئے تھے۔ آج وہ اپنے ظلم یاد کر کے لرز رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تو انہیں پوری پوری سزا دے سکتے تھے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت بھی عفو و درگزر سے کام لیتے ہوئے ان سب کو معاف کر دیا۔ حدیہ ہے کہ ”ہندہ“ نامی اس خاتون کو بھی معاف کر دیا جس نے جنگ احد کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سگے چچا سید الشہداح حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سینہ چاک کر کے ان کا کلبچہ چبایا تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے اس پہلو کے مطالعے سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہم بھی لوگوں کے قصور معاف کر دیا کریں اور عفو و درگزر کو اپنی عادت بنا لیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عمر فاروق کا تعلق قریش کے ایک معزز قبیلے سے تھا۔ آپ مکہ کے ان چند لوگوں میں شامل تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے اور اپنی بہادری کی وجہ سے بہت مشہور تھے۔ آپ نے جب اسلام قبول کیا تو مسلمانوں کو بے حد حوصلہ ہوا۔ اس سے پہلے کافر مسلمانوں کو خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے سے روکتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اسلام لانے کے بعد سب کے سامنے مسلمانوں کے ساتھ خانہ کعبہ میں نماز ادا کی اور کافر انہیں روکنے کی جرأت نہ کر سکے۔

حضرت عمرؓ اسلام کی خاطر اپنی جان اور مال کی بالکل پروا نہیں کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضور اکرمؐ نے مسلمانوں کو ایک جنگ کے لیے سامان جمع کرنے کا حکم دیا تو حضرت عمرؓ نے اپنے گھر کا آدھا سامان پیش کر دیا۔ حضور اکرمؐ ﷺ حضرت عمرؓ کے اس ایثار پر بہت خوش ہوئے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ چنے گئے۔ آپ کو اپنی رعایا کی بہتری اور بھلائی کا بڑا خیال رہتا تھا۔ اکثر فرمایا کرتے رہے کہ میری حکومت میں اگر ایک کتابھی بھوکا مر جائے تو قیامت کے دن مجھے اس کا جواب دینا پڑے گا۔ آپؓ اکثر رات کو مدینے کے کوچوں میں لوگوں کا حال معلوم کرنے نکل جایا کرتے تھے۔ ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری کرتے تھے۔ جنگ میں گئے ہوئے سپاہیوں کے گھروالوں کو بازار سے خود سامان لا کر دیتے اور ان کے خط لکھ دیا کرتے۔

حضرت عمرؓ کے دور حکومت میں مسلمانوں نے بہت سے علاقے فتح کئے جن میں ایران، عراق، شام اور مصر وغیرہ شامل ہیں۔ بیت المقدس فتح ہوا تو وہاں کے حاکم نے شرط رکھی کہ مسلمانوں کے خلیفہ یہاں آئیں تو میں شہر کی چابیاں ان کے حوالے کر دوں گا۔ حضرت عمرؓ ایک کادم کو ساتھ لے کر مدینے سے بیت المقدس روانہ ہوئے۔ ہجرت عمرؓ ان کے خادم باری باری اونٹ پر سواری کرتے تھے۔ بیت المقدس قریب آیا تو اونٹ پر سوار ہونے کی باری خادم کی تھی۔ حضرت عمرؓ پیدل چل رہے تھے۔ عیسائی حضرت عمرؓ کے اس انصاف اور برابری کے سلوک کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔

حضرت عمرؓ کا رہن سہن بہت سادہ تھا۔ سرکاری خزانہ سے جو وظیفہ ملتا تھا وہ اتنا تھوڑا تھا کہ مہینوں گھر میں گہیوں کی روٹی نہیں پکتی تھی۔ بڑے بڑے ملکوں کے سفیر آپؓ سے ملنے آتے تو آپؓ پیوند لگے کپڑے پہنے مسجد کے کسی کونے میں بیٹھے ملتے۔ ایک دفعہ آپؓ بیمار ہو گئے۔ علاج کے لیے شہد کی ضرورت تھی لیکن شہد گھر میں موجود نہ تھا۔ بیت المال میں شہد موجود تھا۔ آپؓ نے مسجد میں جا کر مسلمانوں سے شہد حاصل کرنے کی اجازت حاصل کی حضرت عمرؓ کے انصاف، مساوات نے ایثار اور اپنی رعایا کی بھلائی کے کاموں کی وجہ سے آج بھی انہیں ایک عظیم مسلم حکمران کے طور پر یاد کیا کرتی ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قوم کا سردار اس کا خادم ہوتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس فرمان پر عمل کر کے دکھا دیا۔

علم و عبادت

حضرت بہلولؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ بصرہ کی ایک سڑک پر جا رہا تھا راستہ میں چند لڑکے اخروٹ اور بادام سے کھیل رہے تھے اور ایک لڑکا ان کے قریب کھڑا رہا تھا۔ مجھے خیال ہوا کہ اس لڑکے کے پاس بادام اور اخروٹ نہیں ہیں ان کی موجہ سے رو رہا ہے۔ میں نے اس کو کیا بیٹا تجھے میں اخروٹ اور بادام خرید دوں گا۔ تو بھی ان سے کھیلنا اس نے میری طرف نگاہ اٹھا کر کہا ارے نے قوف کیا ہم کھیل کے واسطے پیدا ہوئے ہیں میں نے پوچھا پھر کس کام کے واسطے پیدا ہوئے؟ کہنے لگا کہ علم حاصل کرنے کے واسطے اور عبادت کرنے کے واسطے۔ میں کہا اللہ جل شانہ تیری عمر میں برکت کرے تو نے یہ بات کہاں سے معلوم کی: کہنے لگا ”حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے ”اَفْجَسِبْتُمْ اَنْمَّا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا (مومنون ۶)“ کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ ہم نے تم کو یوں ہی بیکار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہمارے پاس نہیں لوٹائے جاؤ گے؟“ میں کہا بیٹا تو تو بڑا حکیم معلوم ہوتا ہے مجھے کچھ نصیحت کر اُس نے چار اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ دنیا ہر وقت چل چلاؤ میں ہے (آج یہ گیا کل وہ آیا) ہر وقت چلنے کے لئے دامن اٹھائے قدم اور پنڈلی پر (دور نے کے لیے تیار رہتی ہے) پس نہ تو دنیا کسی زندہ کے لیے باقی رہتی ہے نہ کوئی زندہ دنیا کے لیے باقی رہتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ موت اور حوادث دو گھوڑے ہیں جو تیزی سے آدمی کی طرف دوڑے چلے آ رہے ہیں پس او بے قوف جو دنیا کے ساتھ دھوکہ میں پڑا ہوا ہے ذرا غور کرو اور دنیا سے اپنے لیے کوئی (آخرت میں کام آنے والی) اعتماد کی چیز لے لے۔

یہ شعر پڑھ کر اس لڑکے نے آسمان کی طرف منہ کیا اور دونوں ہاتھ اٹھائے اور آنسوؤں کی لڑی اس کے رخساروں پر جاری تھی اور یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

یا من الیہ المبتہل یا من علیہ المتکل

یا من اذا ما امل یرجوه لم یخط الامل

جن کا ترجمہ یہ ہے۔ اے وہ پاک ذات کہ اسی کی طرف عاجزی کی جاتی ہے اور اسی پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ اے وہ پاک ذات کہ

جب اس سے کوئی شخص امید باندھ لے تو وہ نامراد نہیں ہو سکتا اس کی امید ضرور پوری ہوتی ہے۔

یہ شعر پڑھ کر وہ بیہوش ہو کر گر گیا۔ میں نے جلدی سے اُس کا سر اٹھایا اور اپنی گود میں رکھ دیا اور اپنی آستین سے اس کے منہ پر مٹی وغیرہ لگ گئی تھی پوچھنے لگا۔ جب اس کو ہوش آیا تو میں نے کہا بیٹا ابھی سے تمہیں اتنا خوف کیوں ہو گیا ابھی تو بہت بچے ہو ابھی تمہارے نامہ اعمال میں کوئی گناہ بھی نہ لکھا جائے گا؟ کہنے لگا بہلول ہٹ جاؤ میں نے اپنی والدہ کو ہمیشہ دیکھا کہ جب وہ آگ جلانا شروع کرتی ہیں تو پہلے چھوٹی چھوٹی چھپٹیاں ہی چولہے میں رکھتی ہیں اس کے بعد بڑی لکڑیاں رکھتی ہیں۔ مجھے یہ ڈر ہے کہ کہیں جینم کی آگ میں چھوٹی لکڑیوں کی جگہ نہ رکھ دیا جاؤں۔ میں نے کہا صاحبزادہ تم تو بڑے حکیم معلوم ہوتے ہو مجھے کوئی مختصر سی نصیحت کرو۔ اس نے اس پر چودہ شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے میں غفلت میں پڑا رہا اور موت کے ہانکنے والا میرے پیچھے موت کو ہانکے چلا آ رہا ہے، اگر میں آج نہ گیا تو کل ضرور چلا جاؤں گا۔ میں نے اپنے بدن کو اچھے اچھے اور نرم نرم لباس سے آراستہ کیا حالانکہ میرے بدن کے لیے (قبر میں جا کر) گلنے اور سڑنے کے سوا چارہ کار نہیں وہ منظر گویا اس وقت میرے سامنے ہے جبکہ میں قبر میں بوسیدہ پڑا رہوں گا میرے اوپر مٹی کا ڈھیر ہوگا اور نیچے قبر کا گڑھا ہوگا اور میرا یہ حسن و جمال سارا کا سارا جاتا رہے گا اور بالکل مٹ جائے گا حتیٰ کہ میری ہڈیوں پر نہ گوشت دہے گا نہ کھال رہے گی میں دیکھ رہا ہوں کہ عمر تو ختم ہوتی جا رہی ہے اور آرزوئیں ہیں کہ پوری نہیں ہو چکتیں اور بڑا طویل سفر سامنے ہے اور توشہ ذرا سا بھی ساتھ نہیں اور میں نے کھلم کھلا گناہوں کے ساتھ اپنے نگہبان اور محافظ کا مقابلہ کیا اور بڑی بڑ حرکتیں کی ہیں جواب واپس بھی نہیں ہو سکیں (یعنی جو گناہ کر چکا ہوں وہ بے کیا نہیں ہو سکتا) اور میں نے لوگوں سے چھپانے کے لیے پردے کئے میرا عیب کسی پر ظاہر نہ ہو لیکن میرے جتنے مخفی گناہ ہیں وہ کل کو اس مالک کے سامنے ظاہر ہونگے اس کی پیشی میں پیش ہوں گے۔ اس میں شک نہیں کہ مجھے اس کا خوف ضرور تھا لیکن میں اس کے غایت حلم پر بھروسہ کرتا رہا جس کی وجہ سے جرات ہوتی رہی اور اس پر اعتماد کرتا رہا کہ وہ بڑا غفور ہے اس کے سوا کون معافی دے سکتا ہے بے شک تمام تعریفیں اسی پاک ذات کے لیے ہیں اگر موت کے اور مرنے کے بعد گلنے اور سڑنے کے سوا کوئی دوسری آفت نہ بھی ہوتی اور میرے رب کی طرف سے جنت کا وعدہ اور دوزخ کی دھمکی نہ بھی ہوتی تب بھی مرنے اور سڑنے ہی میں اس بات پر کافی تنبیہ موجود تھی کہ لہو لعب سے احتراز کیا جاتا لیکن کیا کریں کہ ہماری عقل زائل ہو گئی (کسی بات سے عبرت حاصل نہیں ہوتی اس اب اس کے سوا کوئی چارہ ہیں کہ) کاش گناہوں کا بخشنے والا میری مغفرت کر دے۔ جب کسی غم سے کوئی لغزش ہوتی ہے تو آقا ہی اس کو معاف کرتا ہے۔ بے شک میں بدترین بندہ ہوں جس نے اپنے مولا کے عہد میں خیانت کی اور نالائق غلام ایسے ہی ہوتے ہیں کہ ان کا کوئی قول قرار معتبر نہیں ہوتا میرے آقا جب تیری گم میرے بدن کو جلانے گی تو میرا کیا حال بنے گا جبکہ سخت سے سخت پتھر بھی اس آگ کو برداشت نہیں کر سکتے میں موت کے وقت بھی تن تہا رہ جاؤں گا قبر میں اکیلا ہی جاؤں گا قبر سے بھی اکیلا ہی اٹھوں گا (کسی جگہ بھی کوئی میرا معین مددگار نہ ہوگا) پس اے وہ پاک ذات جو خود اکیلی ہے وحدہ لا شریک لہ ہے ایسے شخص پر رحم کر جو بالکل تن تہا رہ گیا۔ بہلول کہتے ہیں کہ اس کے یہ اشعار سن کر مجھ پر ایسا اثر ہوا کہ میں غش کھا کر گر گیا بڑی دیر میں جب مجھے ہوش آیا تو وہ لڑکا چاکا تھا میں نے

ان بچوں سے دریافت کیا کہ یہ بچہ کون تھا وہ کہنے لگے کہ تو اس کو نہیں جانتا یہ حضرت امام حسینؑ کی اولاد میں ہے میں نے کہا مجھے خود ہی حیرت ہو رہی تھی کہ یہ پھل کس درخت کا ہے واقعی یہ پھل اسی درخت کا ہو سکتا تھا حق تعالیٰ شائے ہمیں اس خاندان کی برکتوں سے منفع فرمائے۔ آمین

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ

ہندوستان میں جن بزرگوں نے اسلام پھیلایا، ان میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی کا نام ہمیشہ روشن رہے گا۔ آپ کا اصلی نام محمد احسن تھا۔ ۱۱۴۶ء میں ایران کے ایک گاؤں سنجر میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی میں والد فوت ہو گئے تو آپ علم حاصل کرنے کے شوق میں گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔

حضرت خواجہ صاحب نے علم کی تحصیل کے لیے دور دور کے سفت کیے۔ بڑے بڑے عالموں سے سبق لیتے رہے۔ ان کو اللہ کا پیارا بندہ بننے کا شوق تھا۔ اس غرض سے وہ ایک بزرگ ولی کی خدمت میں گئے جن کا نام خواجہ عثمان تھا۔ بیس سال تک ان کی خدمت میں رہے اور ان کی ہدایت کے مطابق اللہ کی عبادت کرتے رہے۔

اس کے بعد خواجہ صاحب اپنے استاذ سے رخصت ہو کر حج کو گئے۔ وہاں سے مدینہ منورہ جا کر رسول اللہ ﷺ کے روضہ پاک کی زیارت کی۔ کہتے ہیں کہ وہیں آپ کو یہ حکم ملا کہ ہندوستان جائیں اور وہاں اسلام پھیلانیں۔

آپ ۱۱۶۶ء میں ہندوستان آئے۔ اس وقت پورے ملک میں غیر اللہ کی پرستش کی جاتی تھی۔ برہمن راجا اور مال و دولت والے، غریبوں اور کسانوں کو اپنا غلام سمجھتے اور ان سے بڑی بے دردی سے کام لیتے وہ اپنے سوا دوسروں کو بلچھ (یعنی ناپاک) کہتے تھے۔ ایسے حالات میں اسلام پھیلانا بڑا مشکل کام تھا۔ مگر حضرت خواجہ صاحب میں ایک سچے مسلمان کی ساری خوبیاں تھیں۔ انھیں اللہ کے بندوں سے پیار تھا۔ اللہ کی عبادت کرتے رہنے سے ان کی زبان میں تاثیر تھی۔ جس کے لیے دعا کرتے، اللہ تعالیٰ قبول فرماتا۔ دکھ درد والے کی خدمت میں جاتے آپ ان پر شفقت فرماتے اور تسلی دیتے۔ ان کے لیے دعا کرتے تو ان کی تکلیف دور ہو جاتی۔

آپ کی اس ہمدردی اور اچھے برتاؤ سے لوگ آپ کو غریب نواز (یعنی غریبوں پر مہربانی کرنے والا) کہنے لگے۔ آپ جو بات سمجھاتے لوگ اسے غور سے سنتے اور مانتے تھے۔ اس طرح ہندوستان میں رفتہ رفتہ اسلام پھیلنے لگا اور ہزاروں کی تعداد میں لوگ مسلمان ہونے لگے۔

جب حضرت خواجہ صاحب کی بزرگی کا چرچا دور دور تک پھیلا تو برے برے عالم آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اُک کے شاگرد بن گئے۔ آپ نے انھیں جاہلوں اور نادانوں میں اسلام پھیلانے کے طریقے سکھائے۔ پھر انھیں ہندوستان کے تمام شہروں میں بھیج دیتے۔ تاکہ وہ بھی آپ ہی طرح اپنی اپنی جگہ اسلام پھیلانیں۔ اس طرح تھوڑے ہی دنوں میں ملک میں لاکھوں لوگ مسلمان بنے اور اسلام

پھیلنے لگا۔ نوے (90) سال کی عمر میں آپ نے اجمیر میں وفات پائی۔ جس جگہ آپ کا قیام تھا وہیں آپ کا رہے۔ جہاں لاکھوں آدمی زیارت کو جاتے ہیں، اس طرح آپ سے محبت کا اظہار کرتے ہیں۔

ایک حدیث سے چالیس مسائل کا استنباط

ایک مرتبہ امام شافعیؒ، امام مالکؒ کے پاس پہنچے انہوں نے وہاں رات جاگتے ہوئے گزار دی، امام مالکؒ نے پوچھا، آپ رات کو کیوں نہیں سوئے؟ فرمانے لگے کہ میرے سامنے ایک حدیث پاک آگئی تھی کہ ”ایک مرتبہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چھوٹے سے بچے کو جو انسؒ کا بھائی تھا، فرمایا: ”یا ابا سمیر مافعل النعیر“ اے ابو عمیر! تیرے پرندے نے کیا کیا اس نے ایک پرندہ پالا تھا وہ مگر گیا تو جب بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس سے ملتے تو اس کو خوش طبعی سے فرماتے کہ تیرے پرندے نے تیرے ساتھ کیا کیا؟ یعنی مر گیا اور تجھے چھوڑ گیا، تو میں ان الفاظ پر غور کرتا رہا اور حدیث پاک کے اتنے سے ٹکڑے سے میں نے فقہ کے چالیس مسائل کا جواب نکال لیا ہے، جیسے چھوٹے بچے کو تصغیر کے ساتھ بلا سکتے ہیں، کنیت سے کیسے پکارا جاتا ہے... وغیرہ۔

سبحان اللہ، سبحان اللہ اسی لیے امام شافعیؒ فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ دن اچھا نہیں لگتا مگر تیری یاد کے ساتھ اور رات اچھی نہیں لگتی مگر تجھ سے راز و نیاز کے ساتھ۔

اللہ کی نیک بندی کی خدمت خلق

بچو! تم جانتے ہو کہ ہارون رشید ایک نیک مسلمانوں کے خلیفہ گزرے ہیں ان کی بیوی ”زبیدہ خاتون“ بڑی نیک اور دین دار ملکہ تھی۔ اس کو قرآن مجید کے ساتھ اتنی محبت تھی کہ اس نے اپنے گھر میں تین سو حافظات تنخواہ پر رکھی ہوئی تھیں۔ ان کی تین شفٹیں بنائی ہوئی تھیں۔ ہر شفٹ میں ایک سو حافظات ہوتی تھیں۔ ان حافظات کو محل کے مختلف کمروں، برآمدوں اور کونوں میں بٹھا دیا جاتا تھا۔ اور ان کا کام اپنی شفٹ میں پڑھ کر قرآن مجید پڑھنا ہوتا تھا۔ اس طرح پورے محل میں ہر وقت سو حافظات کے قرآن پڑھنے کی آواز آتی تھی۔ اس خاتون کو پتہ چلا کہ جب لوگ سفر چر جاتے ہیں تو ان کو راستے میں پانی نہیں ملتا، اس لئے وہ اپنے ساتھ سوار یوں پر پانی لا کر جاتے ہیں، جب کبھی پانی ختم ہو جاتا ہے تو بسا اوقات لوگ پیاسے رہتے ہیں، بلکہ بعض اوقات تو کئی لوگ فوت ہی ہو جاتے ہیں۔ ہر بیوی اپنے خاوند سے فرمائش کر کے کوئی نہ کوئی کام کرواتی ہے۔ اس نے بھی اپنے خاوند سے کہا کہ میرے دل کی تمنا ہے کہ آپ ایک نہر بنوائیں جو میدان عرفات تک پہنچے تاکہ حاجی لوگ جب اس کے قریب سے گزریں تو ان کو پانی ملتا رہے۔ ہارون الرشید نے اس کی فرمائش کو پورا کر دیا اور ایک عظیم الشان نہر بنوادی۔ اس نہر سے ہزاروں انسانوں، حیوانوں، چرندوں اور پرندوں نے پانی پیا اور فائدہ اٹھایا۔

ڈرا سوچیں کہ کسی کو پانی کا ایک پیالہ پلانا کتنی بڑی نیکی ہے۔ قیامت کے دن ایک جہنمی کسی جنتی کو دیکھ کر اسے پہچان لے گا اور کہے گا کہ اُنے مجھ سے ایک مرتبہ پانی مانگا تھا اور میں نے آپ کو پانی کا پیالہ پیش کیا تھا۔ وہ کہے گا۔ ہاں، وہ کہے گا کہ آپ اللہ کے حضور میری شفاعت کر دیجئے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ ایک پیالہ پانی پلانے پر وہ جنتی شفاعت کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس جہنمی کو جہنم سے نکال کر جنت عطا فرمادیں گے۔ ایک پیالہ پانی پلانے کی اللہ رب العزت کے ہاں اتنی قدر ہے۔

انسان تو بالآخر انسان ہے۔ جانور کو پانی پلانا بھی بہت قیمتی ہے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ ایک عورت نے اپنی پوری زندگی کبیرہ گناہوں میں گزار دی تھی۔ ایک مرتبہ وہ کہیں جا رہی تھی۔ اس نے ایک کتے کو پیاسا دیکھا، گرمی کا موسم تھا، اس کی زبان نکلی ہوئی تھی اور پیاس کی وجہ سے ہوا نپ رہا تھا۔ اس کے دل میں ترس آیا اور اس نے اپنے دوپٹے کے ساتھ کوئی طیز بانڈھی اور پانی ڈال کر اس کتے کو پلایا۔ جب کتے نے پانی پیا تو کتے کو ہوش آ گیا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جوش آ گیا۔ صرف کتے کو پانی پلانے پر اس کی زندگی کے سب کبیرہ گناہوں کو معاف فرما دیا گیا۔ اب سوچئے کہ پیاسے کو پانی پلانا کتنا بڑا عمل ہے۔ زبیدہ خاتون نے لاکھوں پیاسوں کو پانی پلایا۔ جب وہ فوت ہو گئی تو وہ کسی خواب میں ملی، اسنے پوچھا، زبیدہ! تیرا آگے کیا بنا؟ کہنے لگی کہ بس مجھ پر اللہ رب العزت کی رحمت ہو گئی۔ اس نے کہا، ہاں! تیرے تو کام ہی اتنے بڑے تھے، تو نے نہر بنوا کر بہت بڑا کام کیا، تیری تو بخشش ہونی ہی تھی۔ وہ کہنے لگی کہ میری بخشش نہر کی وجہ سے نہیں ہوئی۔ اس نے پوچھا، وہ کیوں؟ وہ کہنے لگی کہ جب میں نہر والا عمل اللہ رب العزت کے سامنے پیش کیا گیا تو پروردگار عالم نے فرمایا کہ تم نے تو نہر اس لیے بنوائی تھی کہ تمہارے پاس بیت المال کا پیسہ تھا، اگر نہ ہوتا تو نہیں بنوا سکتی تھی۔ یہ کوئی ایسا کام نہیں تم مجھے بتاؤ کہ تم نے میرے لیے کون سا عمل کیا؟ وہ کہنے لگی کہ میں یہ سن کر گھبرا گئی کہ میرے پاس تو ایسا کوئی عمل نہیں ہے۔

اس گھبراہٹ میں اللہ رب العزت کی رحمت میری طرف متوجہ ہوئی اور فرمایا، ہاں تیرا ایک عمل ایسا ہے، جو تم نے ہمارے لیے کیا تھا، وہ عمل یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ کھانا کھا رہی تھی، بھوک لگی ہوئی تھی، آپ نے لقمہ تو را کہ میں اسے اپنے منی میں ڈال لوں، منہ میں ڈالنے سے پہلے ادھر سے اذان کی آواز تیرے کانوں میں پڑی، تمہارے سر پر پوری طرح دوپٹہ نہیں تھا، اور آدھا سر ننگا تھا، اس وقت تیرے دل میں خیال آیا کہ اللہ کا نام بلند ہو رہا ہے، اور میرا سر ننگا ہے، تم نے اپنی بھوک کو روکا، لقمہ نیچے رکھا اور اپنے دوپٹے کو ٹھیک کیا اور اس کے بعد لقمہ کھایا، تو نے لقمہ میں جو تاخیر کی یہ میرے نام کے ادب کی وجہ سے کی، بس اس کی وجہ سے تیری مغفرت کی جاتی ہے.... سبحان اللہ.... اللہ رب العزت تو یہ دیکھتے ہیں کہ ہماری رضا کے لیے کیا کیا گیا۔ اب یہ عمل دیکھنے میں چھوٹا سا ہے مگر چونکہ اس نے یہ رب العزت کی رضا کے لیے کہا اس لیے اللہ رب العزت کے ہاں اس کی قدر بھی زیادہ ہوئی۔

حضرت شبلی گورنری سے فقیری تک

عباسی دور خلافت میں اسلامی حکومت کی وسعتیں لاکھوں مربع میل کے علاقے تک پھیل چکی تھیں۔ مختلف علاقوں کے گورنر

اپنے اپنے وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے حکومتی نظا لونسق چلا رہے تھے۔ اکثر اطراف وجوانب سے عدل وانصاف کی خبریں مل رہی تھیں تاہم ندر علاقوں کے حالات مزید بہتر بنانے کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ خلیفہ وقت نے سوچا کہ تمام گورنر حضرت کو مرکز میں طلب کیا جائے اور اچھی کارکردگی دکھانے والوں کو انعام واکرام سے نوازا جائے تاکہ دوسروں کو بھی اصلاح احوال کی ترغیب ہو۔ چنانچہ فرمان شاہی چند دنوں میں ہر علاقے میں پہنچ گیا کہ فلاں دن سب گورنر حضرات مرکز میں اکٹھے ہوں۔ بالآخر وہ دن آپہنچا جس کے لیے گورنر حضرات ہزاروں میل کا سفر طے کر کے آئے تھے۔ خلیفہ وقت نے ایک خصوصی نشست میں سب کو جمع کیا۔ بعض اچھی کارکردگی دکھانے والوں کو خصوصی لطف واکرام سے نوازا اور بقیہ حضرات کو نصیحتیں کیں۔ محفل کے اختتام پر خلیفہ نے سب حضرات کو اپنی طرف سے خلعت عطا کیا اور اگلے دن خصوصی دعوت کا انتظام کیا۔ سب حضرات اپنی اپنی خصوصی پوشاک پہن کر اگلے دن دعوت میں آئے۔ پر تکلف کھانوں اور لذیز پھلوں کی ضیافت سے لطف اندوز ہوئے۔ کھانے کے بعد تبادلہ خیالات اور گزارش احوال واقعی کی محفل گرم ہوئی۔ سب لوگ انتہائی خوش تھے۔ خلیفہ وقت کی خوشی بھی اس کے چہرے سے عیاں تھی۔ عین اسی وقت ایک گورنر کو چھینک آ رہی تھی وہ اسے اپنی قوت سے دبا رہا تھا۔ تھوڑی دیر کی کشمکش کے بعد گورنر کو دو تین چھینکیں اکٹھی آئیں تھوڑ دیر کے لیے محفل کا ماحول تبدیل ہوا۔ سب لوگوں نے اس کی طرف دیکھا۔ چینک آنا ایک طبعی امر ہے۔ مگر جس گورنر کو چھینک آئی وہ سبکی محسوس کر رہا تھا کیوں کہ اس کی ناک سے کچھ مواد نکل آیا تھا جب سب لوگ خلیفہ کی طرف متوجہ ہوئے تو اس گورنر نے موقع غنیمت جانتے ہوئے اپنی ضلعت کے ایک کونے سے ناک کو صاف کر لیا۔ اللہ تعالیٰ کی شان کہ عین اس لمحے خلیفہ وقت اس گورنر کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جن اس نے دیکھا کہ اس کی عطا کردہ ضلعت کے ساتھ ناک سے نکلے ہوئے مواد کو صاف کیا گیا ہے۔ تو اس کے غصے کی انتہا نہ رہی۔ خلیفہ نے گورنر کو سخت سرزنش کی کہ تم نے ضلعت شاہی کی بے قدری کی اور سب لوگوں کے سامنے اس سے ضلعت واپس لے لی اسے دربار باہر نکلوا دیا۔ مجلس کی خوشیاں خاک میں مل گئیں اور سب گورنر حضرات پریشان ہو گئے کہ کہیں ان کا حشر بھی اس جیسا نہ ہو۔

وزیر با تدبیر نے حالات کی نزاکت کا خیال کرتے ہوئے خلیفہ وقت سے کہا کہ آپ محفل برخواست کر دیں، چنانچہ محفل ختم ہونے کا اعلان کر دیا گیا۔ سب گورنر حضرات اپنی رہائش گاہوں کی طرف لوٹ گئے۔ دربار میں خلیفہ اور وزیر باقی رہ گئے۔ تھوڑی دیر دونوں حضرات خاموش رہے اور اس ناپسندیدہ واقعے پر متاسف تھے۔ تھوڑی دیر بعد دربان نے آکر اطلاع دی کہ نہاوندے کے علاقے کا گورنر شرف بازیابی چاہتا ہے۔ خلیفہ نے اندر آنے کی اجازت دی۔ گورنر نے اندر آکر سلام کیا اور پوچھا چھینک آنا اختیاری امر ہے یا غیر اختیاری امر ہے؟ خلیفہ نے سوال کی نزاکت کو بھانپ لیا اور کہا کہ تمہیں ایسا پوچھنے کی کیا ضرورت ہے جاؤ اپنا کام کرو۔ گورنر نے دوسرا سوال پوچھا کہ جس آدمی نے ضلعت سے ناک صاف کی اس کی سزا یہی لازمی تھی کہ بھرے دربار میں ذلیل کر دیا جائے یا اس سے کم سزا بھی دی جاسکتی تھی۔

یہ سوال سن کر خلیفہ نے کہا کہ تمہارے سوال سے مجھ سے کی بو آتی ہے میں تمہیں تنبیہ کرتا ہوں کہ ایسی بات مت کرو ورنہ پچھتاؤ

گے۔ گورنر نے کہا بادشاہ سلامت مجھے ایک بات سمجھ میں آئی ہے کہ آپ نے ایک شخص کو خلعت پہنائی اور اس نے خلعت کی ناقدری کی تو آپ نے سردر باراس کو ذلیل و رسوا کر دیا۔ مجھے خیال آیا کہ رب کریم نے بھی مجھے انسانیت کی خلعت پہنا کر دنیا میں بھیجا ہے۔ اگر میں نے اس خلعت کی قدر نہ کی تو اللہ مجھے بھی روز محشر اسی طرح ذلیل و رسوا کر دیں گے۔ یہ کہہ کر اس نے اپنی خلعت اتار کر تخت پر پھینکی اور کہا کہ میں پہلے خلعت انسانی کی قدر کروں تاکہ محشر کی ذلت سے بچ سکوں۔ گورنر یہ کہہ کر اور گورنری کولات مار کر دربار سے باہر نکل گیا۔ باہر نکل کر سوچا کہ کیا کروں تو دل میں خیال آیا کہ جنید بغدادیؒ کی خدمت میں جا کر باطنی نعمت کو حاصل کرنا چاہئے۔

حضرت جنید بغدادیؒ کی خدمت میں پہنچے تو کہا کہ حضرت آپ کے پاس باطنی نعمت ہے۔ آپ یہ نعمت عطا کریں چاہے اس کو مفت دے دیں یا چاہیں تو قیمت طلب کریں۔ حضرت نے فرمایا کہ قیمت مانگیں تو تم دے نہیں سکتے اور اگر مفت دے دیں تو تمہیں اس کی قدر نہیں ہوگی۔ گورنر نے کہا پھر آپ جو فرمائیں میں وہی کرنے کے لیے تیار ہوں۔ حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ یہاں کچھ عرصہ رہو۔ جب ہم دل کے آئینے کو صاف پائیں گے تو یہ نعمت القا عطا کر دیں گے۔ کئی ماہ کے بعد حضرت نے پوچھا کہ تم کیا کرتے ہو۔ عرض کیا فلاں علاقے کا گورنر رہا ہوں۔ فرمایا اچھا جاؤ بغداد شہر میں گندھک کی دکان بناؤ گورنر صاحب نے شہر میں گندھک کی دکان بنالی۔ ایک تو گندھک کی بدبو اور دوسرے خریدنے والے عامۃ الناس کی بحث و تکرار سے گورنر صاحب کی طبیعت بہت بیزار ہوتی۔ چاروناچار ایک سال گزرا تو حضرت کی خدمت میں عرض کیا حضرت ایک سال کی مدت پوری ہوگئی ہے۔ حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا اچھا تم دن گنتے رہے ہو جاؤ ایک سال دکان اور چلاؤ۔ اب تو دماغ ایسا صاف ہوا کہ دکان کرتے کرتے سال سے زیادہ عرصہ گزر گیا مگر وقت کا حساب نہ رکھا۔ ایک دن حضرت نے فرمایا گورنر صاحب آپ کا دوسرا سال مکمل ہو گیا۔ عرض کیا پتہ نہیں۔ حضرت نے کشکول ہاتھ میں دے کر فرمایا جاؤ بغداد شہر میں بھیک مانگو۔ گورنر صاحب حیران رہ گئے۔ حضرت نے فرمایا اگر نعمت کے طلبگار ہو تو حکم کی تعمیل کرو ورنہ جس راستے سے آئے ہو ادھر سے واپس چلے جاؤ۔ گورنر صاحب نے فوراً کشکول ہاتھ میں پکڑا اور بغداد شہر میں چلے گئے۔ چند لوگوں کو ایک جگہ جمع دیکھا اور ہاتھ آگے بڑھایا کہ اللہ کے نام پر کچھ دے دو، انہوں نے چہرہ دیکھا تو فقیر کا چہرہ لگتا ہی نہیں تھا۔ لہذا انہوں نے کہا کام چور شرم نہیں آتی مانگتے ہوئے۔ جاؤ محنت مزدوری کر کے کھاؤ، گورنر صاحب نے جلی کٹی سن کر غصہ کا گھونٹ پیا اور قہر درویش برجان درویش والا معاملہ۔ عجیب بات تو یہ تھی کہ پورا سال در یوزہ گری کرتے رہے کسی نے کچھ نہ دیا ہر ایک نے جھڑکیاں دیں۔ یہ باطنی اصلاح کا طریقہ تھا۔ حضرت جنید بغدادیؒ گورنر صاحب کے دل سے عجب و تکبر نکالنا چاہتے تھے۔ چنانچہ ایک سال مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلا کر گورنر صاحب کے دل میں یہ بات اتر گئی کہ میری کوئی وقعت نہیں اور مانگنا ہو تو مخلوق کے بجائے خالق سے مانگنا چاہئے۔ پورا سال اسی کام میں گذر گیا۔ ایک دن حضرت جنید بغدادیؒ نے بلا کر کہا کہ گورنر صاحب آپ کا نام کیا ہے؟ عرض کیا شہلی، فرمایا: اچھا اب آپ ہماری محفل میں بیٹھا کریں۔ گویا تین سال کے مجاہدے کے بعد اپنی مجلس میں بیٹھنے کی اجازت دی مگر شہلی کے دل کا برتن پہلے ہی صاف ہو چکا تھا۔ اب حضرت کی ایک بات سے سینے میں نور بھرتا گیا اور آنکھیں بصیرت سے مالا مال ہوتی گئیں۔

مخدوم محی الدین

مخدوم کا حقیقی نام مخدوم محی الدین ہزدی تھا۔ ۱۹۲۸ء میں اندول ضلع میدک میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد جن کا نام غوث محی الدین تھا اندول ہی میں محکمہ تحصیل میں ال کار تھے۔ ان کی آمدنی بچہ مختصر تھی اور ذمہ داریاں بڑھی ہوئی تھیں۔ پھر یہ بھی ہوا کہ وہ صرف تیس برس کی عمر میں انتقال کر گئے۔ ان کی والدہ کے سامنے کوئی اور صورت تو تھی نہیں نتیجے میں انہوں نے دوسری شادی کر لی۔ مخدوم محی الدین اپنے چچا بشیر الدین کے زیر نگرانی پرورش پاتے رہے۔ لیکن ایک موقع پر انہوں نے اپنی ماں سے ملنے کی انہیں اجازت دی۔ دراصل مخدوم کی ابتدائی زندگی کوسنوار نے بنانے میں ان کے چچا بشیر الدین ہی کا ہاتھ رہا ہے اور ان کی شخصیت کے گہرے اثرات بچپن ہی میں ان پر مرتسم ہو گئے۔ ان کے چچا بقول سیدہ جعفر گاندھی جی، مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی گوہر کے بڑے مداح تھے اور سوسائٹی تحریک کے زیر اثر کھادی لباس زیب تن کرنے لگے تھے۔ بشیر الدین کا معمول تھا کہ ایک ساتھ خاندان کے افراد جب دسترخوان پر جمع ہوں تو ہوجالات حاضرہ سے لوگوں کو باخبر بھی کریں۔ مخدوم ان کی گفتگو سے متاثر ہوتے رہے۔ گویا ایک طرح کا انقلابی ذہن بچپن ہی سے بنتا چلا گیا، یہ اور بات ہے کہ انہیں نماز پڑھنے کی بھی تاکید کی جاتی رہی تھی۔

مخدوم نے ابتدائی تعلیم مسجد کے مولوی صاحب سے حاصل کی۔ قرآن شریف کے علاوہ اس وقت کے دستور کے مطابق گلستاں اور بوستاں پڑھی۔ لیکن ان سب کے باوجود شروع سے ہی انہیں تلنگانہ تحریک سے واقفیت کا موقع فراہم ہوا۔ اسی دوران انہوں نے شرکوبھی پڑھا اور معیاری رسالے مثلاً ”میرنگ خیال“، ”ہمایون“، ”زمانہ“ اور ”نگار“ سے بھی رابطہ رکھا۔

مخدوم نے منشی کا امتحان پاس کیا جو اس زمانے میں میٹرک کے برابر کا امتحان تھا۔ ان کے پھوپھی زاد بھائی نظام الدین نے انٹر میڈیٹ تک پڑھنے کی سبیل پیدا کر دی۔ چنانچہ انہوں نے باضابطہ عثمانیہ یونیورسٹی میں داخلہ لیا۔ وہاں دینیات میں حاضری ضروری تھی۔ مخدوم کو اس مضمون میں کوئی دلچسپی نہیں تھی لہذا غائب رہنے لگے۔ اسی بنا پر ان کا ایک سال ضائع بھی ہوا۔

مخدوم نے بی۔ اے ۱۹۳۴ء اور ایم۔ اے ۱۹۳۶ء کے امتحانات بھی پاس کیے۔ ان کے استادوں میں ایک محی الدین قادری زور بھی تھے۔ انہیں کی حوصلہ افزائی سے انہوں نے پہلی نثری تصنیف [ٹیگور اور اس کی شاعری] شائع کی۔ اس زمانے میں ڈرامے سے بھی ان کی دلچسپی ہوئی۔ تلاش معاش ہمیشہ ضرورت بنی رہی لیکن ۱۹۳۵ء میں حیدرآباد کے سٹی کالج میں انہیں ملازمت مل گئی اور وہ قدرے سکون کی زندگی گزارنے لگے۔ اسی زمانے میں انہوں نے نظم ”اندھیرا“ لکھی۔ ۱۹۳۳ء میں ان کی شادی انہیں کے رشتے کی ایک خاتون رابعہ سے ہوئی جن سے تین صاحبزادے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ ”کیونسٹ تحریک زور پکڑ رہی تھی۔ مخدوم محی الدین کی وابستگی اس تحریک سے مسلم تھی۔ چنانچہ ۱۹۵۱ء میں انہیں گرفتار بھی کیا گیا۔ جب رہا ہوئے رتویہ آگ اور بھی تیز ہوئی اور وہ ایک لیڈر کی حیثیت سے ٹریڈ یونینوں سے وابستہ رہے۔ ان کا تعلق انجمن ترقی پسند مصنفین سے بھی رہا اور جب ۱۹۳۵ء میں ترقی پسند تحریک کا آغاز ہوا تو اس کے

رکن کے طور پر سامنے آئے۔

ان تمام امور کے پس منظر میں ان کی ادبی شخصیت کی تشکیل ہوئی، لیکن رومان سے تادم آخر رشتہ برقرار رہا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام میں نرمی ہر جگہ پائی جاتی ہے۔ نظام ہو کہ غزل ان کی آواز تیز نہیں ہوتی اور ایک انقلابی لئے میں بھی ایک طرح کی شیرنی اور طمانیت کا احساس ہوتا ہے۔ یہی وہ لکیر ہے جو انہیں عام ترقی پسندوں سے الگ کرتی ہے۔ ان کا دھیمالہجہ اتنا خوشگوار ہوتا ہے کہ ذہنوں میں رچ بس جاتا ہے۔

مخدوم کے مزاج میں غنائیت کے عناصر کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے اس نے عملی زندگی میں انقلابی سپاہی ہوتے ہوئے اپنی نظموں کو واعظانہ انداز اور خشکی اور کختگی سے بچالیا۔

دل کے محراب میں اک شمع جلی تھی سرشام
صبح دم ماتم ارباب وفا ہوتا ہے
ساز آہستی ذرا گردش جام آہستہ
جانے کیا آئے نگاہوں کا پیام آہستہ
ہم تو کھلتے ہوئے غنچوں کا تبسم ہیں ندیم
مسکراتے ہوئے ٹکراتے ہیں طوفانوں سے
آپ کا ساتھ ساتھ پھولوں کا
آپ کی بات بات پھولوں کی
گل ہے قندیل حرم گل ہیں کلیسا کے چراغ
سوئے میخانہ بڑھے دست دعا آخر شب
اسی انداز سے پھر صبح کا آنچل ڈھلکے
اسی انداز سے چل باد صبا آخر شب
ابھی نہ رات کے گیسو کھلے نہ دل جھکا
کہو نسیم سحر سے ٹھہر ٹھہر کے چلے

مولوی فیروز الدین

مولوی فیروز الدین اگست ۱۸۶۴ء میں لاہور میں پیدا ہوئے۔ ان کی ابتدائی تعلیم گھر سے شروع ہوئی۔ آٹھ سال کی عمر تھی کہ والد صاحب کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ ان کے والد مولوی جان محمد صاحب ایک بزرگ حضرت عید و شاہ کے مرید تھے۔ حضرت عید و شاہ کو برٹش گورنمنٹ نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے دوران ختم کر دیا تھا۔ مولوی جان محمد نے صرف ایک عالم تھے بلکہ روحانی علوم پر بھی دسترس رکھتے تھے۔ والد کے انتقال کے بعد مولوی فیروز الدین اپنے بڑے بھائی مولوی فتح الدین کی زیر سرپرستی آئے جو ڈاک خانہ کے محکمہ میں ملازم تھے۔ یہ ملازمت چھوڑ کر سردار محمد حیات (سر سکندر حیات کے والد) کے سررشتہ دار مقرر ہوئے اور کچھ عرصہ کے بعد سیشن جج مقرر کئے گئے۔ مولوی فتح الدین نے ملازمت چھوڑ کر ایک اخباری جاری کرنے کا فیصلہ کیا اور اپنے بھائی فیروز الدین کو اور نیشنل کالج کی منشی عالم کلاس میں داخل کر دیا۔ لیکن ۱۸۷۹ء میں جب کہ مولوی فیروز الدین کی عمر صرف ۱۵ سال تھی کہ بھائی کے اخبار کو جاری رکھنے کا فیصلہ کیا۔ ان کی محنت اور لگن کی داد دینی پڑے گی کہ انہوں نے اس کم عمری میں نہ صرف اخبار کو کامیابی سے جاری رکھا بلکہ رفتہ رفتہ ایک کامیاب پبلشر بن گئے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ سرسید نے مسلمانوں کو جدید تعلیم کی طرف متوجہ کر دیا تھا۔ مسلمان بچوں کے لیے اداروں کا قیام عمل میں آیا۔ مولوی فیروز الدین نے محسوس کیا کہ کتابوں کی فراہمی کے سلسلہ میں وہ مسلمان قوم کی خدمت کر سکتے ہیں۔ چنانچہ وہ اس پر کمر بستہ ہو گئے۔ ۱۸۸۴ء میں انجمن حمایت اسلام ۱۸۸۲ء میں پنجاب یونیورسٹی اور ۱۸۸۵ء میں پنجاب پبلک لائبریری قائم ہوئی۔ مولوی فیروز الدین نے کتابوں کی سپلائی کا بیڑہ اٹھایا۔

مولوی فیروز الدین نے حضرت علی ہجویری کی تصنیف کشف المحجوب کا فارسی سے اردو میں ترجمہ کیا اور مسودہ حافظ انور علی سب حج جو تصوف پر کئی کتب کے مصنف تھے کی خدمت میں پیش کیا۔ انہوں نے اس کتاب کی طباعت کا مشورہ دیا۔ اس کتاب کی طباعت مولوی کریم بخش مالک اسلامیہ سٹیٹ پریس نے کی۔ مولوی فیروز الدین نے ۱۸۹۴ء میں فیروز سنز لمیٹڈ کے نام سے کمپنی قائم کی۔ اس کمپنی نے شروع میں بہت آہستہ ترقی کی کیونکہ غیر مسلم پبلشرز کو سرکاری حمایت حاصل تھی۔

۱۹۰۳ء میں مولوی فیروز الدین نے دربار دہلی کینام سے ایک ضخیم کتاب شائع کی جو اس زمانے کی ایئر بک اور ہواز ہو (Year Book and Who's who) کا درجہ رکھتی تھی۔ اس کے بعد انہوں نے تصویری نقشے شائع کئے۔ اس میں ہندوستان برٹش ایمپائر اور دنیا کے نقشے شامل تھے۔ یہ نقشے بہت کامیاب ثابت ہوئے۔ اس کے بعد آپ نے گلستان سعدی کا اردو ترجمہ کیا۔ اس کی خصوصیت یہ تھی کہ نثر کا نثر میں اور اشعار کا ترجمہ اشعار میں کیا گیا۔ مولوی فیروز الدین نے یادگار سعدی کے نام سے کتاب لکھ کر اسے نواب رامپور کے نام سے معنون کیا۔ اب انہوں نے نصابی کتب کی طرف توجہ کی۔ پرائمری جماعتوں کے لیے نصاب کتابیں لکھنے کا ارادہ کیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے دبستان اخلاق کے نام کتاب لکھی جس کا مقصد بچوں کی اخلاق کی تربیت تھی۔ اس کتاب کو اتنی

قبولیت حاصل ہوئی کہ یہ کتاب نصابی کتاب کا درجہ حاصل کرگئی۔ اس کے بعد تاریخ پنجاب کے نام سے ایک کتاب لکھی اور حکومت پنجاب کی جانب سے ۳۰۰ روپے انعام حاصل کیا۔ مولوی فیروز الدین صاحب بطور ماہر تعلیم اور نصابی کتب کے مصنف کی حیثیت سے مشہور ہو گئے تھے۔ اسی دوران پنجاب کے ڈائریکٹر ایجوکیشن نے اسکولوں کے لیے گلوب کی فرمائش کی۔ مولوی صاحب کو اس کام کا کوئی تجربہ نہ تھا۔ لیکن انہوں نے اس کا بیڑہ اٹھایا۔ کلکتہ کی میکملین کمپنی نے بھی گلوب کے نمونے بھیجے لیکن مولوی فیروز الدین کا بنایا ہوا گلوب پسند کیا گیا اور انہوں نے مطلوبہ تعداد میں گلوب فراہم کر دیئے۔

اس زمانے میں مسٹر گاڈلے ڈائریکٹر ایجوکیشن مقرر ہوئے۔ وہ بیک وقت ایچ ایس کالج لاہور کے پرنسپل بھی مقرر ہوئے۔ مسٹر گاڈلے نے مولوی فیروز الدین کو کالج میں السنہ شرقیہ کے استاد کی جگہ کی پیش کش کی۔ لیکن مولوی صاحب نے یہ کہتے ہوئے کہ ان کے خاندان کے کسی شخص نے گورنمنٹ کی ملازمت نہیں کی ہے اور شاید وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکیں گے اس پیش کش کو قبول کرنے سے معذرت کا اظہار کر دیا۔ مسٹر گاڈلے ان کی اصول پسندی کے بہت معترف ہوئے اور ان کی بڑی حوصلہ افزائی کی جو ان کے کاروبار میں مزید مدد و معاون ثابت ہوئی۔ مولوی صاحب کا کہنا تھا کہ انسان کو اپنے نصب العین کو پیش نظر رکھتے ہوئے وقتی مالی مفاد کی طرف توجہ نہیں دینی چاہیے۔ اگر کوئی انسان اپنی لائن میں ترقی کرنا چاہتا ہے تو اسے اس کام میں خصوصی مہارت پیدا کرنی چاہیے۔ انسان کی عظمت اور بلندی صرف بڑی بڑی مہمات اور جنگوں میں کامیابی حاصل کرنا نہیں ہے۔ بلکہ اپنی زندگی کی جدوجہد کو کامیابی اور تندہی سے جاری رکھنے بھی انسان عظیم لوگوں میں شامل ہو سکتا ہے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو مولوی فیروز الدین مسلمانوں کی ایک عظیم شخصیت ثابت ہوئے ہیں۔

مولوی صاحب نے ۱۸۹۴ء میں فیروز سنز کی بنیاد رکھی اور شروع میں درسی اور نصابی کتب کی تیاری اور طباعت میں نام پیدا کیا۔ انہوں نے جو کتابیں لکھیں اور طبع کرائیں ان کے صفحات کی تعداد پچاس ہزار صفحات سے کم نہیں ہے۔ ۱۹۲۴ء میں مولوی صاحب نے شیرانوالہ دروازہ کے باہر ایک کشادہ اور وسیع عمارت میں اپنا مطبع قائم کیا جو جدید ترین مشینوں پر مشتمل تھا۔ اس کا افتتاح سرفضل حسین وزیر اعلیٰ پنجاب نے کیا۔ ہندوؤں کے پاس اردو اور انگریزی کے پریس بھی تھے اور پیسہ بھی تھا۔ جبکہ مسلمان ان چیزوں سے محروم تھے۔ مسلمانوں کا کوئی اخبار تھا نہ کوئی آواز۔ مسلمانوں کے دو اخبار آرزو اور مسلم آؤٹ لک نکلے مگر زیادہ دیر چل نہ سکے۔ اس زمانے میں مولوی صاحب نے ایسٹرن ٹائمز کے نام سے انگریزی کا اخبار جاری کیا۔ ایسٹرن ٹائمز نے ۱۹۳۰ء کی دہائی میں مسلمانوں کے نقطہ نظر کو واضح کرنے میں بڑا مثبت کردار ادا کیا۔

کتابوں کی طباعت کے علاوہ فیروز سنز نے قرآن مجید کی طباعت کا سلسلہ شروع کیا اور بہت کم ہدیہ کے ساتھ طباعت شروع کی۔ مولوی صاحب نے بذات خود قرآن کریم کا ترجمہ بھی کیا اور غلطیوں سے پاک قرآن مترجم کی طباعت شروع کی۔ اس کا ہدیہ بے حد کم تھا لیکن تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے منافع بخش ثابت ہوا۔ اس کے منافع سے ایک ٹرسٹ قائم کیا گیا جس کی مقصد غربا کے لیے

امدادی ہسپتال کا قیام تھا۔ اس ٹرسٹ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار کی رقم داتا دربار کی ڈسپنری کو عطیہ کے طور پر دی۔ ۱۹۷۱ء میں فاطمہ فیروز ہسپتال کے نام سے ایک میٹرنٹی ہسپتال قائم کیا گیا جس کا افتتاح ۷ دسمبر ۱۹۷۱ء کو گورنر پنجاب کے ہاتھوں سے ہوا۔

مولوی فیروز الدین کی تصانیف میں سب سے اہم ”جہاد زندگی“ ہے جو خود نوشت سوانح عمری ہے۔ اس کے علاوہ بیان المطلوب ترجمہ کشف المحجوب، تجرید بخاری، منظوم ترجمہ مثنوی مولانا روم، سلام فیروز جو نعتیہ کلام پر مشتمل ہے، تسہیل القرآن تفسیر قرآن مجید اور کشف الاسرار کا اردو ترجمہ اہم تصانیف ہیں۔

مولوی صاحب کے فرزند اول عبدالحمید خان نے جو کمپنی کے مینجنگ ڈائریکٹر تھے انہوں نے مولوی صاحب کے ٹرسٹ کو مزید ترقی اور تقویت دی۔ آپ کے دوسرے صاحبزادے ڈاکٹر عبدالوحید خاں نے بھی اس میں بہت دلچسپی لی۔ مولوی صاحب کے پوتے عبدالسلام خان نے ریحانہ سلام ٹرسٹ کے نام سے ایک ٹرسٹ قائم کیا ہے جس کے تحت فیروز پور روڈ ایک ادارہ بحالی معذوراں کے نام سے کام کر رہا ہے۔ مولوی صاحب کے دوسرے پوتے خالد وحید صاحب فیروز سنز لیب ریٹریز کے نام سے دو انجین تیار کرنے کا کارخانہ چلا رہے ہیں ان کی قابلیت سے متاثر ہو کر صدر پاکستان نے ۱۹۷۲ء میں انہیں پاکستان ٹورزم ڈیولپمنٹ کارپوریشن کا مینجنگ ڈائریکٹر مقرر کیا۔ انہوں نے فیض آباد، راولپنڈی میں ایک دارالیتامی کے قیام کا بندوبست کیا ہے۔

مولوی فیروز الدین اسلامی ذہن رکھنے والے سچے اور پکے مسلمان تھے۔ ۱۹۳۰ء میں مولوی صاحب نے حج کا سفر اختیار کیا اور بذریعہ بحری جہاز ایس ایس دارا کراچی سے جدہ پہنچے۔ یہاں انہوں نے معلم عبدالرزاق فارسی کے ساتھ قیام کیا۔ یہ حضرت کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ اس کے بعد مدینہ میں آٹھ دن کے قیام کے بعد مکہ تشریف لے گئے اور ارکان حج ادا کئے۔ حج کے اژدہام کے باعث حجر اسود کو بوسہ نہ دے سکے اور ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے اسے چوم لیا۔ اس زمانے میں سرزمین عرب میں سڑکیں کچے راستے پر مشتمل تھیں۔ اونٹوں کی قطاروں کے ساتھ ساتھ موٹروں کی قطار بھی چلتی رہتی تھی۔ معلم صاحبان کا رویہ بھی حاجیوں کے ساتھ اچھا نہ تھا۔ مولوی صاحب کا خیال تھا کہ حج ایسا موقع ہے جس پر اسلامی ممالک کے سربراہوں کو ہر سال ایک جگہ مل بیٹھنا چاہیے اور عالم اسلام کے مسائل کا حل تلاش کرنا چاہیے۔ ایک سچے اور پکے مسلمانوں ہونے کی وجہ سے مولوی صاحب بزرگان دین اور صوفیائے کرام کا بے حد احترام کرتے تھے۔ وہ خود بھی ایک خدارسیدہ صوفی سے کم نہ تھے۔ انہیں ہمیشہ ایک روحانی رہنما کی تلاش رہی۔ اس تلاش میں انہوں نے بے شمار پیر صاحبان کے پاس حاضری دی۔ لیکن مولوی صاحب حضرت داتا گنج بخش کے بڑے معتقد تھے۔ پچاس سال سے ان کا یہ معمول تھا کہ روزانہ مزار پر فاتحہ کے لیے حاضری دیتے۔ اپنے خرچ پر مزار کی سنگ مرمر کی جالیاں لگوائیں۔ مولوی صاحب فرماتے تھے کہ انہوں نے دو بار خواب میں حضرت محمد ﷺ کی زیارت کی۔

مولوی فیروز الدین کا انتقال ۲۱ اپریل ۱۹۴۹ء کو ہوا اور آپ دربار حضرت داتا گنج بخش کے احاطے میں دفن ہوئے۔

محی الدین قادری زور

(۱۹۰۳ء-۱۹۶۲ء)

محی الدین قادری زور ۱۹۰۳ء میں حیدرآباد کے ایک محلہ شاہ گنج میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام میر غلام محمد شاہ قادری الارفاعی تھا۔ چنانچہ ان کا سلسلہ نسب سید احمد رفاعی تک پہنچتا ہے۔ ان کے اسلاف تعلق کے عہد میں دکن آئے۔ اور یہاں کے ایک علاقہ تمدھار میں بس گئے۔ خاندانی سلسلہ رشد و ہدایت کا تھا چنانچہ ان کے والد محمد شاہ قادر الارفاعی ایسے ہی دینی کاموں میں منہمک رہے۔ زور کی تعلیم پہلے مدرسہ دارالعلوم میں ہوئی۔ پھر سٹی ہائی اسکول اور عثمانیہ کالج میں مزید تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۲۵ء میں بی اے اور ۱۹۲۷ء میں ایم اے ہوئے۔ چنانچہ انہیں وظیفہ بھی ملا۔ پھر وہ ۱۹۲۷ء میں لندن چلے گئے۔ لندن یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ پھر ۱۹۳۰ء میں پیرس گئے اور صوتیات پر تحقیق کام کیا نیز ڈگری حاصل کی۔ وہ جنیوا اور روم بھی گئے۔ پھر حیدرآباد آ گئے۔ اس کے بعد عثمانیہ یونیورسٹی میں ریڈر کے عہدے پر فائز ہوئے۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں کے تعاون سے ”ادارہ ادبیات اردو“ قائم کیا۔ سیدہ جعفر لکھتی ہیں کہ ۱۹۵۰ء میں دارالعلوم اور چادرگھاٹ کالج کا انضمام عمل میں آیا اور یہاں بحیثیت پرنسپل ان کا تقرر کیا گیا۔ اس کالج سے ڈاکٹریٹ اور ۱۹۶۰ء میں سکدوش ہوئے۔ موصوف نے ابوالکلام آزاد اور نیشنل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ قائم کیا تھا۔ ساہتیہ اکاڈمی کے رکن بھی رہے تھے۔ رسالہ ”آج کل“ سے ان کی وابستگی بھی تھی۔ پھر کشمیر یونیورسٹی کے صدر شعبہ اردو اور ڈین ہوئے۔

ڈاکٹریٹ کی کئی حیثیتیں ہیں۔ ایک حیثیت تو ماہر لسانیات کی ہے اور دوسری محقق کی۔ انہوں نے جو بھی کام کیا ہے وہ قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ دکنی ادبیات کو سامنے لانے اور وقوع بنانے میں ان کا زبردست رول رہا ہے۔ اور یہ سچ ہے کہ انہوں نے جس طرح دکنی ادب کے ابتدائی مرحلے کی بنیاد ڈالی وہ آج واضح اور وسیع اردو ادبی اسکول کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ انہوں نے اپنی تحقیق سے اردو تاریخ میں وسعت پیدا کی اور دکنیات کے بعض نادر نمونے سامنے لائے۔ ڈاکٹریٹ زور کا کمال ہے کہ انہوں نے دکنی لسانیات کو اہم مقام دلانے میں ناقابل فراموش کام انجام دیا۔ گویا انہوں نے دکنی زبان و ادب کی بازیافت کی۔ ان کی پہلی تصنیف ”اردو شہ پارے“ ان کے اس رجحان کا پتہ دیتی ہے۔ ”تذکرہ گلزار ابراہیم“ اور ”تذکرہ گلشن ہند“ ان کی مساعی سے علی گڑھ سے شائع ہوا۔ عہد عثمانی میں اردو کی ترقی پر ایک کتاب قلمبند کی۔ دکنی ادب کی تاریخ پر ایک مختصر مگر اہم کتاب لکھی جو آج بھی دکنی ادب کی تفہیم میں معاون ہے۔ حیدرآباد کے نامور شعراء کو سامنے لانے میں ان کی شععی ناقابل فراموش ہے۔ ڈاکٹریٹ زور نے ”مرقع سخن“ کی جلد دوم کی تدوین کی۔ کلیات محمد قلی قطب شاہ کا طویل مقدمہ بھی قلمبند کیا۔ حیات میر و مومن بھی ان کی قابل لحاظ کتاب ہے۔ داستان ادب حیدرآباد کے تین سو سالہ اردو فارسی اور عربی ادب کا جائزہ لیا گیا ہے۔ ان کی دوسری کتابوں میں ”فرخندہ بے نیاز“ ”حیدرآباد تذکرہ مخطوطات“ (متعدد جلدیں) ”معانی سخن“ وغیرہ یادگار ہیں۔ کچھ تحریریں تنقیدی نوعیت کی بھی ہیں۔ آج ان کی تحقیقات پر نئی تحقیق سامنے آرہی ہے۔ ظاہر ہے جہاں جہاں زور سے

غلطیاں سرزد ہوئی تھیں وہ بھی سامنے لائی جا رہی ہیں۔ سیدہ جعفر نے بھی کلیات قلی قطب شاہ میں ان کی بعض رایوں سے اختلاف کیا ہے۔ اس طرح دوسرے محققین بھی جگہ جگہ اختلافات کی نوعیت کو ابھارتے رہے ہیں۔ لیکن ان تمام امور کے باوجود زور کا قدم نہیں کیا جاسکتا، نہ تو محققین کی ایسی کاوش ہے۔ زور نے بنیادی کام کیا ہے وہ آج بھی مشعل راہ ہے۔ نئی تحقیقات ان کے بتائے ہوئے اصولوں پر رواں دواں ہے جن سے نئی صورتیں سامنے آرہی ہیں۔

سیدہ جعفر نے ان کی وفات کی تفصیل یوں درج کی ہے:-

”حکومت ہند کی طرف سے ڈاکٹر زور ساہتیہ اکاڈمی کے رکن نامزد کئے گئے تھے اور رسالہ ”آجکل“ دہلی سے بھی وابستہ تھے۔ کشمیر یونیورسٹی کے صدر شعبہ اردو اور ڈین کی حیثیت سے ڈاکٹر زور کا تقرر عمل میں آیا تھا۔ ۲۳ ستمبر ۱۹۶۲ء کو ان کے قلب پر حملہ ہوا تھا، جس سے وہ جانبر نہ ہو سکے۔ کشمیر کے ماہر ڈاکٹروں نے علاج کیا لیکن بے سود۔ ۲۳ ستمبر ۱۹۶۲ء کی رات انہوں نے داعی اجل کو بلید کہا۔ ڈاکٹر زور نے خانقاہ عنایت الہی میں جو حیدرآباد کے محلے پرانا واقع ہے اپنے لیے قبر تیار کروالی تھی لیکن کشمیر میں پیوند خاک ہوئے اور:

دو گز زمین بھی نہ ملی کوئے یار میں

دوسرے دن ان کے سانحہ رحلت کی خبر سنتے ہی ریاست کے کئی وزرا اور سربراہ آوردہ شخصیتیں ان کی کوٹھی پر تعزیت کے لیے جمع ہو گئیں۔ دن کے بارہ بجے ان کی میت اٹھائی گئی۔ تجہیز و تکفین کا انتظام ڈپٹی رجسٹرار کشمیر یونیورسٹی نے کیا تھا۔ دوپہر کے وقت دکن کی اس ایہ ناز ہستی کو کشمیر میں سپرد خاک کیا گیا اور محمد قلی قطب شاہ سے لے کر آصف سابع میر عثمان علی خاں تک کے حیدرآباد کا ایک پرستار اور اردو کا ایک مجاہد وادی کشمیر میں ہمیشہ کے لیے نظروں سے اوجھل ہو گیا۔“

سید امتیاز علی تاج

سید امتیاز علی تاج ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۰ء کو سید ممتاز علی کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کے خاندان کا تعلق حضرت امام رضا کی اولاد سے ہے۔ آپ کے والد سید ممتاز علی کا شمار مشہور بزرگوں میں ہوتا تھا۔ انہوں نے عورتوں اور بچوں کی اصلاح و تربیت کی خاطر دو اہم رسالوں ”تہذیب نسواں“ اور ”پھول“ کا اجراء کیا۔ ان کے مذہبی کارناموں میں ان کی کتاب ”تفصیل البیان فی مقاصد القرآن“ ایک ایسا کارنامہ ہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔ مقبول و معروف یہ کتاب سات ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ سید ممتاز علی نے ۱۵ جون ۱۹۲۵ء کو وفات پائی۔

امتیاز علی تاج کی والدہ محمدی بیگم بھی گہرا علمی و ادبی ذوق رکھتی تھیں وہ سید ممتاز علی کی دوسری بیوی تھیں۔ سید ممتاز علی کی پہلی بیوی کا نام حمیدہ بیگم تھا جو دق کی بیماری کی وجہ سے ۱۸۹۵ء میں انتقال فرما گئی تھیں۔ سید ممتاز علی کی محمدی بیگم سے ۱۸۹۷ء میں شادی ہوئی۔ محمدی بیگم نہایت نیک دل، ہمدرد، غم خوار اور پاک نفس خاتون ہونے کے ساتھ ساتھ سید ممتاز علی کے ساتھ ادبی میدان میں بھی ان کا بھر پور ساتھ دیتی تھیں اور خواتین کے رسالے ”تہذیب نسواں“ کی تدوین و ترتیب میں بڑی دل جمعی اور باقاعدگی سے حصہ لیتی تھیں۔ اس

کے علاوہ محمدی بیگم نے خواتین کے لیے متعدد کتب تصنیف کیں۔ ان کا انتقال ۱۹۰۸ء میں ہوا۔

سید امتیاز علی تاج کی نشوونما علمی اور ادبی ماحول میں ہوئی۔ آپ کی والدہ تاج کو سلا نے کے لیے بھی ادب کا سہارا لیتی تھیں اور مختلف کتابوں سے لوریاں اخذ کر کے سنایا کرتی تھیں جنہیں بعد ازاں تاج کے نام معنون کر کے شائع بھی کیا گیا۔ اور اس مجموعے کا نام ”خواب راحت“ رکھا گیا۔ گھر سے علمی و ادبی تربیت کا ابتدائی دور مکمل کرنے کے بعد تاج کینئر ڈاسکول میں داخل ہوئے۔ چوتھی جماعت کا امتحان اسی اسکول سے پاس کیا اور سنٹرل ماڈل اسکول میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے اس ابتدائی دور ہی میں اسکول سے جاری ہونے والے رسالے ”رہنمائے تعلیم“ میں مضامین لکھنے کا سلسلہ شروع کیا۔ اسکول کا یہ رسالہ ان کی صلاحیتوں کو نکھارنے کا موجب بنا۔ جس نے آگے چل کر امتیاز علی تاج کو ایک بہت بڑا ادیب اور ڈرامہ نگار بنایا۔ سنٹرل ماڈل اسکول سے میٹرک کا امتحان ۱۹۱۵ء میں پاس کرنے کے بعد والدین کی خواہش کے مطابق گورنمنٹ کالج لاہور میں پری میڈیکل گروپ میں داخل ہو گئے۔ تاج کو فطری طور پر سائنس سے دلچسپی تھی جس کے سبب ایف۔ ایس۔ سی کے امتحان میں فیل ہو گئے اور آرٹس مضامین کے ساتھ ایف اے کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۱۸ء میں آپ کی زیر ادارت رسالہ ”کہکشاں“ جاری ہوا۔ اس رسالے کی ترتیب میں آپ کے ساتھ عبدالمجید ساک شامل تھے اور دوسرے لکھنے والوں میں مولانا راشد الخیری، سر شیخ عبدالقادر، پطرس بخاری، عبدالحلیم شرر، علامہ نیاز فتح پوری اور قاضی عبدالغفار جیسے معروف ادیب شامل تھے۔ ان قلمی معاونین کی وجہ سے رسالہ شبانہ روز ترقی کرتا رہا اور جلد ہی یہ رسالہ ہندوستان کا مقبول رسالہ بن گیا۔ عبدالمجید ساک کے اخبار ”زمیندار“ میں چلے جانے کے بعد یہ رسالہ اپنی آب و تاب برقرار نہ رکھ سکا۔ امتیاز علی تاج اپنی تعلیمی سرگرمیوں کے سبب اس پر بھرپور توجہ نہ دے سکے۔ اور یہ رسالہ مستقل طور پر بند ہو گیا۔ ۱۹۲۲ء میں تاج نے بی اے کا امتحان پاس کر لیا۔ یہ امتحان تاج کی ادبی زندگی میں اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ ایک دن وہ جب کمرہ میں بیٹھے اپنا پرچہ حل کر رہے تھے تو اچانک ان کے ذہن میں ڈرامہ لکھنے کا خیال پیدا ہوا۔ اسی وقت انہوں نے وہیں بیٹھے بیٹھے ڈرامے کا خاکہ تیار کیا اور امتحان سے فارغ ہونے کے بعد اس کو باقاعدہ الفاظ کا جامہ پہنانا شروع کر دیا۔ دوسری مصروفیات کے ساتھ ساتھ اس ڈرامے کی تصنیف کا سلسلہ بھی جاری رہا اور ایک سال بعد ۱۹۲۳ء میں یہ لازوال شاہکار ڈرامہ ”انارکلی“ مکمل ہوا۔ اس وقت آغا حشر ڈرامے کی صنف میں سند کی حیثیت رکھتے تھے۔ چنانچہ تاج نے یہ ڈرامہ انہیں سنایا۔ حشر نے اسے خوب پسند کیا اور کہا کہ میں سمجھتا تھا کہ حشر کے بعد ڈرامہ ختم ہو جائے گا لیکن اردو ڈرامے کی بہار کے دن تو ابھی آرہے ہیں۔ یہ الفاظ بلاشبہ تاج کی قابلیت و علمیت کا برملا اعتراف ہیں۔

امتیاز علی عاج نے متعدد مرتبہ اس ڈرامے اور اسٹیج کرنے اور چھاپنے کی سعی کی لیکن بوجہ کامیاب نہ ہو سکے بالآخر یہ شاہکار درس برس بعد ۱۹۳۲ء میں ادارہ دارالاشاعت پنجاب کے زیر اہتمام شائع ہوا، اس ڈرامے کے منظر عام پر آتے ہی آغا حشر کے بعد ڈرامے کی دنیا میں تاج کا طوطی بولنے لگا۔ امتیاز علی تاج نے اگرچہ اور بھی بہت سی کتابیں لکھی ہیں لیکن یہ ڈرامہ تاج کی پہچان ہے۔

گریجویٹیشن کی تکمیل کے بعد تاج اپنے والد کے اشاعتی ادارے دارالاشاعت کی تمام ترمذہ داریاں سنبھال چکے تھے اور پوری

مخت اور لگن سے ادبی خدمت میں مصروف تھے۔ رسالہ ”تہذیب نسواں“ اور ”پھول“ کی ادارت کے زمانے میں انہوں نے اس رسالہ کے لیے مزاحیہ مضامین لکھنے کا سلسلہ شروع کیا جس کا نام ”چچا چھکن“ رکھا گیا۔ اس سلسلے کی بنیاد ایک انگریزی کتاب کے ترجمے پر رکھی گئی تھی۔ یہ مزاحیہ سلسلہ بچوں اور بڑوں میں یکساں مقبول ہوا۔ ۳۱ مارچ ۱۹۳۲ء کو ان کی شادی معروف ادیبہ حجاب امتیاز علی سے انجام پائی۔

سید امتیاز علی نے تمام زندگی رسالوں اور کتابوں کے درمیان گزاری۔ اس کے ساتھ ساتھ اسٹیج، ریڈیو اور فلم کے لیے بھی کام کرتے رہے۔ فلمی دنیا میں پنچولی فلم آرٹ کمپنی کے لیے اپنے دور کی کامیاب ترین فلم ”خاندان“ لکھی۔ جس نے کامیابی کے تمام ریکارڈ توڑ دیئے۔ یہ فلم لاہور کے پیلیس سینما اور دہلی کے موتی ٹاکیوں میں عرصے تک دکھائی جاتی رہی۔ یہ فلم دہلی اور لکھنؤ کی قدیم روایات کا ایک مرقع تھا اس فلم کے مرکزی کرداروں میں نور جہاں اور شوکت حسین رضوی شامل تھے۔ اس کے موسیقار غلام حیدر خان تھے۔ اسی فلم کی بدولت ان فنکاروں کی شہرت برصغیر پاک و ہند میں دور دور تک پھیلی۔ پنچولی فلم آرٹ کمپنی کیلئے ان کی لکھی جانے والی دوسری کامیاب فلموں میں ”زمیندار“ ”شہر سے دور“ اور ”پت جھڑ“ شامل ہیں۔ پنچولی فلم آرٹ کمپنی کے علاوہ دوسری فلم کمپنیوں کے لئے بھی کامیاب فلمیں لکھیں۔ جن میں ”گڈ ٹڈی“ ”جھکے“ اور قیام پاکستان کے بعد ”چن وے“ ”گلنار“ ”انتظار“ اور ”زہر عشق“ شامل ہیں۔ ریڈیو کے لیے بھی بے شمار ڈرامے لکھے اور ان میں کام بھی کیا ان کے مشہور ریڈیو ڈراموں میں ”قرطبہ کا قاضی“ ”کمرہ نمبر ۵“ اور ”خوشی“ اہم ہیں۔

سید امتیاز علی تاج مجلس ترقی ادب کے ناظم بھی رہے۔ تاج کی نگرانی میں اس ادارے نے تقریباً ۲۰۰ کتب شائع کیں جو ان کی نمایاں علمی و ادبی خدمت ہے۔ حکومت پاکستان نے ان کی ادبی اور قومی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے انہیں ”ستارہ امتیاز“ کے گراں قدر اعزاز سے نوازا۔ ڈرامے پر تحقیق کرنے کے ضمن میں آپ کو صدارتی ایوارڈ عطا کیا گیا۔

امتیاز علی تاج کا شمار ان ادیبوں میں ہوتا ہے جو تمام عمر اردو ادب کی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ انہوں نے جو نثری ادب تخلیق کیا وہ اردو ادب کا لازوال سرمایہ ہے۔ امتیاز علی تاج نے اردو ڈرامے کی روایت اور مغربی فن ڈرامہ نگاری سے استفادہ کر کے ڈرامے کو زندگی کا ترجمان بنا دیا۔ انہوں نے ڈرامے میں فنی وحدتوں کو پورے طور پر برقرار رکھتے ہوئے اسے عام انسانی سطح پر پیش کیا ہے۔ تاج ڈرامہ نویس اور ڈرامے کے نقاد ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بڑے کہانی نویس بھی تھے۔ انہوں نے جو ادب بچوں کے لیے تخلیق کیا اور ان کے لیے جو کہانیاں لکھیں وہ بہت خوبصورت ہیں۔ ان کہانیوں کی بدولت انہوں نے بچوں کی دماغی اور روحانی تربیت کی ہے۔

بچوں اور بڑوں میں یکساں مقبول یہ عظیم ادیب ہر دور کے عوام میں ہمیشہ مقبول رہے گا اور اسکی تحریریں اسے ہمیشہ زندہ جاوید رکھیں گی۔ اردو ادب کا یہ قد آور کردار ۲۰ اپریل ۱۹۷۰ء کو دونا معلوم حملہ آوروں کے ہاتھوں زخمی ہو کر عدم کے سفر پر روانہ ہوا۔ ان کی آخری آرام گاہ قبرستان مومن پورہ نزد چوک لاہور ہوٹل، میکلوڈ روڈ میں واقع ہے۔

